THE ISMAT

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ



ایڈیٹر۔ رازق الخیری

تصانیف فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے دو دو اثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا۔ مشہور انگریزی روزنامہ بمبئی کرانیکل کی رائے ہے مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُر زور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں **علی گڈھ میگزین** لکھتا ہے ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دلنشین ہوتا ہے۔ رسالہ **نور جہاں** نے لکھا تھا "مرحومہ چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمندانہ اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں اپنی پرزور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

گلستانِ خاتون (۱)

محترمہ خاتون اکرم ملک کے بہترین افسانہ نگار مردوں میں بھی نہایت ممتاز درجہ رکھتی تھیں گلستانِ خاتون متفقہ طور پر اردو کے بہترین افسانوں کا مجموعہ تسلیم کی گئی ہے۔ شبیہ ظلم۔ آرزوؤں پر قربانی۔ انقلابِ زمانہ۔ تربیتِ اولاد۔ طرزِ زندگی۔ پیچ کی فتح۔ دوسری شادی وغیرہ۔ وہ سبق آموز موثر اور دردانگیز افسانے ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اس سے پہلے کسی ہندوستانی خاتون کے ایسے بلند پایہ افسانوں کا مجموعہ نہیں چھپا۔ **پیسہ اخبار** لکھتا ہے "یہ وہ دلچسپ افسانے ہیں جن میں کوئی افسانہ خلاف قیاس نہیں بلکہ عین مشاہدہ اور فطرت کے موافق ہے انکی دلچسپی خاتمہ کتاب پر خود بخود مائل کرتی ہے" اخبار **ریاست** کی رائے نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کو بھی ان سبق آموز اخلاقی افسانوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے" **رہنما** لکھتا ہے ہر افسانہ اس قدر دلکش ہے کہ بغیر پورا کئے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا یہ افسانے ہمارے موجودہ تمدن و معاشرت کی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے ہیں" **ذوالقرنین** لکھتا ہے ان افسانوں میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ جس کا کیرکٹر بیان کیا ہے ہمیں موقع و حیثیت کے لحاظ سے زبان و لہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملک کے تمام مشہور اخبار و رسائل نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں کتاب کا دیباچہ مولوی راشد الخیری ایڈیٹر عصمت نے لکھا ہے تمام کتاب آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے اردو میں ایسی خوبصورت کتابیں بہت ہی کم نکلیں گی۔ ٹائیٹل خوبصورت عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ ۱۲؍ مجلد ۱۲؍

پیکرِ وفا (۲)

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ **ہمایوں** ... یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے احترام کو واضح ... نے ہمیں ... انداز بیان ... عبارت سادہ و شگفتہ ... اخبار **صداقت** کی رائے پلاٹ اور ... بار سوم۔ قیمت آٹھ آنے

بچھڑی بیٹی (۳)

ایک دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اسکی جدائی میں ماں باپ کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بیحد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

... کے بے مثل ادبی مضامین کا نہایت حسین شاندار مجموعہ

... پھول، رمضان، وعدہ وفائی، خدا کی مصلحت، تعزیت نامہ، فانی زندگی، تغیرات زندگی ... گاہِ دنیا، موسمِ بہار، غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، ... تہذیب، استانی، شباب، اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچا چکی ہے۔ جمالِ ہمنشین کے ... ہے **انڈین ڈیلی میل** کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے ... اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" رسالہ **اردو** لکھتا ہے ... نسوانی دنیا کیلئے سبق آموز کتاب ہے اخبار **مدینہ** کی رائے مضامین نہایت آسان اور سادہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر تیسری بار چھپی ہے قیمت ایک روپیہ

تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لندن

مشیرِ نسواں (۱) یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ و نتیجہ خیز ہے، طرزِ بیان نہایت سادہ۔ اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسبِ ذیل ریویو کئے تھے - علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا "یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے"۔ اخبار **مشیر دکن** کے ریویو کا خلاصہ "یہ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے"۔ **مخبر دکن** کا ریویو "عورتوں کیلئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے" **شوکت اسلام** کا ریویو "بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں" اخبار **تہذیبِ نسواں** کا ریویو "اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پُر لطف طریقہ سے بیان کیا ہے" مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغۂ طلائی دیا گیا تھا بار سوم قیمت ۱۲؍

سرگذشتِ ہاجرہ (۲)

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو ہرج پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتاتی ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر **محمد اقبال** کی رائے ہے کہ "سرگذشتِ ہاجرہ مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ہے طرزِ بیان بھی سادہ موثر اور دلکش ہے" **بیگم صاحبہ** سر عبد القادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کی رائے ہے " یہ نہایت اچھی اور دلچسپ کتاب ہے اس میں ہر قسم کے نقائص بڑی خوبی سے قصہ کے پیرایہ میں اصلاح کی ہے"۔ بار دوم قیمت ... روپیہ

موہنی (۳)

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک ... انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ... ہے، یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمانداری، زچہ خانہ بیاہ، رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی

تحریر النسا (۴)

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز کتابت کی بے نظیر کتاب اخلاقی و معاشرتی مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ جس میں کو کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشائی اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی ہے پڑھنے کے بعد نہ صرف ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے قیمت ...

پردہ و تعلیم	۱۲
بچوں کی تربیت	...
بچوں کی دنیا	...
مختصر دنیا	...
آئینہ ...	...

... کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ اور مفید کتابیں

شمع خاموش (نظمیں)	۶ر	تندرستی ہزار نعمت	۴ر
آئینۂ جمال (نظمیں)	۱۲ر	...بے	۱۲ر
شبیہِ وفا (افسانے)	۸ر		
نغماتِ موت (مضامین)	۶ر		

... عصمت کوچہ چیلان دہلی

مُصوّرِ غم حضرت علّامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصانیف

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

(۱) حیاتِ صالحہ یا صالحات: علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمالِ افسانہ نگاری کی ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھرانوں میں پیش آتے ہیں صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو کہ اولاد کا عاشقِ زار ہے کسطرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائیگی کہ جاہل سوتیلی ماں کسطرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوک کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اسقدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں عمدہ لکھائی اور چھپائی اعلیٰ کاغذ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ

صبح زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک بیسیوں ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزارہا خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا۔ اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

(۲) صبح زندگی لڑکیوں کی تربیت پر اسقدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں۔ یہ کتاب ہر لڑکی کو تمام عمر میں کم سے کم ایک بار ضرور پڑھنی چاہیئے پندرہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت عہ

(۳) شامِ زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا۔ حال میں ساتویں مرتبہ چھپی ہے قیمت (عہ)

(۴) شبِ زندگی یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا کے وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے اور معلوم کیجئے کہ وہ کونسی عورتیں ہوں گی جن میں ایک دوزخ میں بھی ہنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو نسیم دہن انسی بھر نکلی کہ الامان الحفیظ۔ نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت خدا سب کو نصیب کرے ایک ایک سطر دل کے پار ہو لی ہے۔ بارہواں ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت (عہ)

(۵) شبِ زندگی حصّہ دوم

بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دولہن کس طرح ایک خداترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے ہوئے لال کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروین فاطمہ ساس اور شوہر کے ہولناک مظالم سہتی اور ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کسی کتاب میں نہ ملے گا قیمت عہ۔ شبِ زندگی مکمل عار مجلد عہ

(۶) نوحۂ زندگی بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصورِ غم معرکتہ الآرا تصنیف بے انتہا دلچسپ قصہ جس سے معلوم ہوگا کہ بیوہ اور اس کی اسلام میں کیا صورت اختیار کی۔ آٹھ چھپ چکی ہے۔

(۷) طوفانِ حیات تبع رسوم بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ہوگا جہاں ان لغویات کا گذر نہ ہو اس کتاب کی ہیروین مشرکہ زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے۔ وہ رسوم جنہوں نے مسلمانوں کا خاک اڑایا۔ اس وضاحت سے بیان کی گئی ہیں کہ پڑھنے کے بعد گھر میں ایسی رسوم کا نشان باقی نہیں رہتا شرک جو دنیائے نسواں پر عام طور پر قابض ہے۔ طوفانِ حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدھے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

(۸) جوہرِ قدامت دو بہنوں کی پرلطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دورِ قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ جوہرِ قدامت بتائیگی۔ عالمِ نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چمکتے تھے۔ اور مغربی رَو کس سمت لے جا رہی ہے۔ عمدہ کاغذ ضخامت دو سو صفحہ عہ

(۹) منازل السائرہ صالحات کی طرح اسمیں بھی ایک لڑکی کی پیدایش سے لیکر موت تک کے واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹی کی بڑی جماعت کے کورس میں داخل ہے قیمت حصّہ اوّل عہ حصّہ دوم عہ۔ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

اصلاحی و معاشرتی افسانے

(۱۰) تمغہ شیطانی حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹیفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اردو لٹریچر میں اسکی نظیر نہیں نکل سکتی جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہوگیا۔ اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے ہیں مگر ایسے صرف ایک عمل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی حلقہ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناک کٹے والی بہری۔ ملاجی خاں صاحب کے حالات پڑھکر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات اسقدر دردانگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے قیمت ۱۲ر

(۱۱) سات روحوں کے اعمالنامے

جسے تمغہ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے۔ دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کیجاتی ہیں جن کے مطالعے سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل آئیں۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپی ہے قیمت ۸ر

(۱۲) غدر کی ماری شہزادیاں

یعنی بیاہ میں میلہ قلعہ کی رہنے والی شہزادیوں کی آپ بیتی۔ وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ رنگین بلاک کی نئی تصاویر ہیں قیمت ۱۲ر وداع ظفر کے ساتھ منگائیے

(۱۳) ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھلاکے دنیا کو محو حیرت کردیتی ہے بار پنجم قیمت

(۱۴) موودہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈالکر مسلمان لڑکیوں کو کلام الٰہی کے خلاف ترکہ پدری سے محروم کرکے رواج کو ترجیح دیتے ہیں علامہ محترم نے یہ قصہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے اور ایسے درد سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اسکو پڑھ کر موم ہوجاتے ہیں قیمت ۸ر

(۱۵) تفسیر عصمت یہ وہی دلاویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے تھے عبدل کا کیرکٹر اسقدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں اور واقعات اسقدر دردانگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آجتک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا بار سوم قیمت ۵ر

(۱۶) انگوٹھی کا راز جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے شائع کیا گیا ہے۔ یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا حیرت انگیز انجام سلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز بڑی خوبی سے تعلق رکھتا ہے ۸ر

(۱۷) ولایتی ننھی نانی عشو کی جوڑ کا نہایت پر لطف اور باتصویر افسانہ ہے جسکے ہر ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں باتصویر بار سوم (۶ر)

(۱۸) منازل ترقی اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن۔ لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو فضیع سمجھ کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے بار سوم (۴ر)

(۱۹) بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچے کی بدولت وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اسکی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بار سوم (۴ر)

(۲۰) ویڈ کی سرگذشت

گمراہ ہوتی وہاں بھی نہ تھا نفشن وحدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسکی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب نقشہ یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہوبہو فوٹو۔ بار سوم (۴ر)

(۲۱) بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت (۸ر)

(۲۲) سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے دردناک نتائج پارٹنر کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔
قیمت آٹھ آنے (۸ر)

(۲۳) فسانہ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلادے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸ر)

(۲۴) چہار عالم

ایک درد انگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بیحد دلچسپ ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف (۴ر)

مختصر افسانوں کے مجموعے (ج)

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا۔ جذبات نسوانی کی دردو اثر

میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے معصوم مصنفہ نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ ٹریجڈی کے دو معرکتہ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے بڑے ضخیم ناول قربان ہیں۔ اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں

(۲۵) جوہر عصمت

مظلوم بیوی کا پاک جذبہ ۱۳ سبق آموز افسانے

(۱) معنود کی دلہن (۲) انگی محبتیں (۳) فسانہ تنویر۔ (۵) بیگناہ کا قتل (۶) بھاوج کا کینہ (۷) ناموس رشید کا بدلہ اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ (۱۱) برقعہ کی سخی (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ

ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گذرنا چاہئے بڑے ہی موثر اور دلاویز افسانے ہیں یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

(۲۶) سیلاب اشک

باتصویر۔ درد انگیز افسانے جن کے عنوانات یہ ہیں (۱) پرستار محبت۔ (۲) طوفان کے تین رنگ (۳) طلاق کا سفید بال (۴) تاج اکبر (۵) عدل گلبدن (۶) بےقصور بچی (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانے کے ساتھ فوٹو بلاک کی تصاویر ہے ہر افسانہ بے انتہا دلاویز اور موثر ہے ناممکن ہے کہ انسان بغیر آنسو بہائے اس کتاب کو پڑھ سکے۔ ہر قصہ بے مثل ہے کئی دفعہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

(۲۷) طوفان اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر سبق آموز کتاب جس میں یہ بارہ دل ہلا دینے والی کہانیاں ہیں۔ قیمت عہ

رواج کی بھینٹ۔ محروم وراثت۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ میں نے کیا دیکھا۔ کلنک کا ٹیکہ۔ سوتیلی ماں۔ آخر وقت۔ تفسیر عبادات۔ شہید معاشرت۔ بیوی کی حکمت۔ توصیف کا ب۔ نئی دولہن۔ طوفان اشک۔

(۲۸) نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں نانی عشو عرب اور گلشن رفاہی ندامت پڑھ کر ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلیں گے تو دوسرے موقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔ ڈیڑھ سال میں ۵م

(۲۹) نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے اپنی تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت [illegible] سے بہو بیٹی بہن غرض ہر حیثیت میں عورت ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ ہے قیمت ۸ر

(۳۰) روداد قفس

حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ۔ روضہ اقدس پر اسلم کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام بیٹی کے نام۔ دم واپسیں۔ التجائے قیصر۔ بیٹیوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتا سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل دردمند تڑپ اٹھتا ہے پانچویں مرتبہ چھپی ہے۔ ۱۲ر

(۳۱) گرفتار قفس

روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں بھی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں قیمت ۴ر

(۳۲) گلدستہ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی ام جعفر کی عید۔ ترکن ماما کی عید۔ کی عید۔ کنواری بچی کی عید۔ ایسے ایسے بارہ سبق آموز افسانے ہیں یہ کتاب ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے باتصویر ہے قیمت ۸ر

تاریخ و سیر۔ ادب و انشا

(۳۳) آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور اعلیٰ تعلیمیافتہ مرد بڑے ذوق شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اسقدر موثر ہے کہ دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین حضرات نے دو دو پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائی ہیں دو سال میں پانچویں دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ قسم خاص ایک روپیہ آٹھ آنے عہ مجلد دو روپے (عہ)

(۳۴) سیدہ کا لال

مکمل تاریخ شہادت ہے سرور کائنات صلعم کی رحلت سے یزید کی تخت نشینی تک کے تمام حالات حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی شہادتیں اور دردناک نتیجے جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان۔ امیر معاویہ کی سیاست امام حسنؓ کی شہادت۔ یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح و مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ ہیں۔ دوسرا حصہ مراتی کربلا ہے حضرت مسلم اور انکے بچوں اور حضرت بی بی زینب کا میدان کربلا میں بے مثل ایثار حضرت عباس حضرت قاسم حضرت علی اکبر کی شہادتیں۔ کربلا کا ننھا شہید بیمار صغرا کا قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں ابن زیاد اور یزید کے دربار شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ قاتلان حسین کا انجام۔ اور خدا کا فیصلہ یوں تو تمام کتاب اسقدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثئے علامہ محترم نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اسقدر مفصل اور مکمل درد انگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب آپ پڑھتے یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں۔ ضخامت قریب ڈھائی سو صفحے۔ قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے۔ قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر ہے قیمت سے ر

(۳۵) امت کی مائیں

رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے مقدس حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر اسقدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں۔ یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

(۳۶) الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانحعمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہئے دین کے ساتھ دنیا کس طرح میسر آتا ہے۔ واقعات اسقدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔ آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲ر

(۳۷) نوبت پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر

شاہ جہاں آباد اجڑ گیا مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اسوقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس قلعہ معلی کی بہاریں شاہی جھگڑے۔ میلے تماشوں کے رنگ، دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ بڑے اور کوٹلہ کے جشن شہر آباد کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید بسلو نوسالگرہ کے اہتمام و شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے جسمیں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اسقدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دیتی ہیں پانچو نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مخبروں کے مظالم مظلوموں کی حالت زار مرود کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں۔ بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تصویریں دی گئی ہیں۔ قیمت صرف عہ قسم خاص عہ تیسرا ایڈیشن بھی ختم کے قریب ہے۔

(۳۸) قلب حزیں
چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین کا دلاویز مجموعہ جذبات نسوانی کی دردانگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ بہترین اردو کتاب ہے طرز تحریر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھئے پھر بھی جی نہ بھرے۔ بار سوم۔ قیمت صرف ۸ ر

(۳۹) وداعِ خاتون
وہ بے نظیر مضامین جو جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا۔ کیونکہ یہ آپ بیتی ہے بار سوم قیمت ۵ ر

(۴۰) امین کا دم واپسیں
شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات ہیں بار سوم قیمت ۴ ر

اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

یہ کتابیں جو مردوں کیلئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کی طرز پر لکھے گئے ہیں ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں ان کا جوش ایمانی شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلاویز افسانے

(۴۱) عروسِ کربلا
علامہ محترم کی تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں پھر مولانا نے قلم گوہر ریز سے قیامت ڈھائی ہے کہ کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اسپر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلاویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے حال میں اسکا چھٹا ایڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت ۱ ر

(۴۲) محبوبہ خداوند
قرون اولیٰ کے پرجوش و پاکباز مسلمانوں کی ولولہ انگیز جانبازیوں کی تصویر ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا اسلام عیسائیوں اور مسلمانوں کے معرکے اسلام و نصرانیت کا مقابلہ عیسائی لڑکی سیفریا کا رخداوند کے پنجے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت دلچسپ اور پر لطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی مرتبہ چھپی ہے قیمت ۱۲ ر

(۴۳) شہنشاہ کا فیصلہ
عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے۔ ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے بلکہ اپنے حصول مقصد کیلئے کیا کیا کوشش کرتی ہے اور آخر کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۴ ر

(۴۴) منظر طرابلس
تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشواؤں کی سیہ کاریاں علقیمہ اور شہزادی لیبو کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ ر

(۴۵) درِ شہوار
ایران ماژندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامے شہزادی سبطورہ کی فراست بہادری وزیر مکاری اور فریب بہت دلچسپ ناول ہے قیمت ۸ ر

(۴۶) سودائے نقد
مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے۔ دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ ر

(۴۷) یاسمین شام
حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثانی کے عہد ظفر مہدی کی اسلامی جنگ۔ ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات اسکے ہمراہ۔ داستان محبت۔ یہ بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے قیمت عہ

(۴۸) تیغ کمال
غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں ملکہ کون کونسٹ کیلئے اتحادی شہزادی کی درخواست ملکہ پر قید اور قتل کا حکم مصطفےٰ کمال کا کمال قیمت عہ

(۴۹) شہید مغرب
طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام و نصرانیت معرکے۔ مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر۔

دس دردانگیز افسانے

دو آسمانی مسافر۔ شہید مغرب۔ شہید طرابلس۔ طرابلس سے صدا عرب میدانی۔ یاد اخ۔ افراط و تفریط۔ صدائے دلگداز کا دستان سیمونہ۔ انکے مطالعہ سے حب وطنی جوش ایمانی۔ بہادری شجاعت خودداری غیرت حمیت سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۸ ر

(۵۰) اندلس کی شہزادی
مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلاویز محبت کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیگا اور رلائیگا اور بتائیگا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں قیمت ۸ ر

مِلنے کا پتہ
منیجر عصمت کوچہ چیلان دھلی

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ اور مفید منتخب کتابیں

نام کتاب	مختصر فہرست	قیمت
ثروت دولہن	اصلاح معاشرت پر دہلی کے مشہور مصنف قاری سرفراز حسین مرحوم کا مقبول دل پسند ناول شرفاء کے گھروں کا خاکہ تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کی ہدایت نامہ عورت کی زندگی میں مختلف حیثیتوں سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ان کا دلنشین حل سبق آموز نتیجہ خیز۔ عورتوں ہی کیلئے عورتوں کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ زبان ٹھیٹ دہلی کی۔ ثروت دولہن شریف بیگمات کے مطالعہ کی بہترین اصلاحی اخلاقی ناولوں میں سے ہے	عہر
انجام زندگی	حضرت علامہ راشد الخیری کے رنگ میں دہلی کی ایک مشہور خاتون کی کامیاب تصنیف تین مختلف الخیال لڑکیوں کے حالات جو سبق آموز بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ واقعات درد انگیز طرز بیان دلآویز۔ اخبارات نے شاندار ریویو لکھے۔ ۲ ایڈیشن پر لئے گئے۔ اب دوبارہ چھپی ہے	۸/
اتالیق نسواں	بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے اور انہیں عملی کام بتانے اور انتظام خانہ داری کے سکھانے کی مشہور اور نہایت مفید کتاب جس میں لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت اور صحت اور دستکاری اور خانہ داری وغیرہ کے متعلق دس حصوں میں نہایت مفید باتیں بتائی گئی ہیں ۱۲۰۰ نسخے اور ۱۲۰۰ صفحے ہیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ تین ایڈیشن نکل چکے ہیں اکابرین قوم نے بہت پسند کیا ہے	للعہ
تعلیم خانہ داری	گھرداری کے انتظامات کے سلسلے میں مفید معلومات کی دو کتابیں ہیں ۴۴ عنوانات پر لڑکیوں اور عورتوں کو نہایت ہی کارآمد باتیں قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مستورات کفایت شعار منتظم سگھڑ اور دستکار بن سکتی ہیں بہت محنت سے لکھی گئی ہے اور عورتوں کی قریباً تمام ضروریات پر حاوی ہے خانہ داری کے متعلق جو باتیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں ہر لڑکی اور ہر عورت کو معلوم ہونی چاہئیں	عہر
بچی کی استانی	مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت پر یہ بھی قصہ کے پیرایہ میں مفید کتاب ہے اور باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں بتائی گئی ہیں	۸/
گھر والی کی تربیت	وہ دلچسپ قصہ جسکے مطالعہ کے بعد مستورات مختلف حیثیتوں سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے اپنے فرائض خوش اسلوبی کیساتھ انجام دے سکتی ہیں	۸/
گلبدن بیگم باتصویر	ہمایوں نامہ کی مصنف شہنشاہ بابر کی بیٹی کا نام کس پڑھی لکھی عورت نے نہ سنا ہوگا شہزادی کے مفصل حالات زندگی بہت محنت سے جمع کئے گئے ہیں	۸/
کامل دائی	یعنی لیڈی ڈاکٹر۔ دائی گیری کے متعلق مفید کتاب جس میں زچہ بچہ کی بیماریوں کا علاج بھی ہے نقشے بھی دئیے گئے ہیں	عہ ۱۲/
تسنیم	دلچسپ معاشرتی افسانوں کا مجموعہ صحیح افسانہ نگاری کے اصولوں پر لکھا گیا ہے سبق آموز ظرافت انگیز ہے دوسری جلد بھی دوبارہ چھپا ہے	للعہ
سیرۃ عائشہ صدیقہ	رسول اکرم کی چہیتی بیوی مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ کے مفصل مکمل سوانح حیات مسلمان عورتوں کے لئے بہترین رہبر ہے	عہ
سیرۃ کبریٰ	خاتون جنت کی والدہ سب سے پہلی مسلمان مسلمانوں کی ماں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی مقدس زندگی کے حالات	عہ
صحابیات	رسول اکرم کی بیویوں، بیٹیوں اور اس زمانہ کی ان مشہور مسلمان عورتوں کے حالات جنہوں نے اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں	عہ
فطرت نسوانی	مرد عورت کی اور اخلاق کا موازنہ اصل کتاب فرانسیسی میں لکھی گئی ہے۔ اردو میں عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے	۱۲/
گہوارۂ تمدن	مولانا نیاز فتحپوری کی تالیف جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون ہے	۶/
مشاہیر نسواں	یا سیر الطیبات۔ اسلامی دنیا کی مشہور عورتوں کے سبق آموز حالات جو مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں	عہ
حلیمہ	ایک سگھڑ لڑکی کے حالات جس نے بگڑے گھر کو بنا دیا قصہ بہت دلچسپ ہے از مولوی عبد الغفار صاحب خیری	۴/
عالم خیال	مولانا شوق قدوائی کی مقبول نظمیں عالم خیال کے چار رخ میاں پردیس میں ہے بیوی کے جذبات کا بے مثل نقشہ کھینچا ہے باتصویر ۱۲ تصویریں	۸/
دختران شمشیر زن	تمام زمانوں اور تمام قوموں کی بہادر اور جانباز حوصلہ مند خواتین کے حالات جنہوں نے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے	عہ
انشائے نسوانی	لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جو باعتبار مضمون بھی دلچسپ ہے تصویر بھی ہے	۸/
پردہ	شرعی پردہ کی نسبت مولانا عبد الحلیم شرر کی مشہور کتاب قرآن مجید اور حدیث سے بحث کی گئی ہے حقوق نسواں کی حمایت میں ہے	عہ
بیگمات عالم	یعنی مخدرات دنیا کی نامور مشہور دیویاں۔ عالمہ۔ فاضلہ بہادر خواتین کا تذکرہ از مولانا شرر مرحوم	عہ
مضامین	زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین۔ خانہ داری۔ حفظان صحت تربیت اطفال صنعت و حرفت کے متعلق نیز بعض ریاستوں اور شہروں کے حالات	۱۲/
زمانہ تحصیل	مغربی اور یورپین خواتین کے متعلق محترمہ عطیہ فیضی کے اس سفرنامہ سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوگا	۸/
ہدیہ نسواں	امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کے افسانوں اور مضامین کا مجموعہ صحت کے متعلق کارآمد ہدایتیں بھی ہیں آخر میں خطوط بھی ہیں	عہ
تاج آفرینش	مصر کی اہل قلم خاتون ملک خانم کی چند نسوانی۔ اصلاحی مقالات ہندوستانی عورتوں کے لئے جن کا مطالعہ بہت مفید ہوگا	۱۰/
خدمات خلق	یورپ اور امریکہ کی چند بہادر اور جانباز فاضلہ خواتین کے نتیجہ خیز حالات از سیدہ بیگم مرحومہ	۱۰/
فغان اشرف	دہلی کی ایک شریف گھرانے کی مصیبت زدہ اور دردناک زندگی کے دل ہلا دینے والا سچا موثر واقعہ۔ از اشرف جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ	عہر
جہاں آرا بیگم	شہنشاہ ہند شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری۔ مسٹر ضیاء الدین برنی کی لکھی	۴/
نیرنگ	زنانہ رسائل کی نامور افسانہ نگار محترمہ ایس۔ آر کے یعنی رفیعہ امیر کے ۱۲ مختصر افسانے جنہیں مشہور ادیبوں اور اخبارات نے بہت پسند کیا ہے	عہر
ماں بچہ کی نگہداشت	ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہیں دور کرنیکے موضوع پر نہایت کامیابی سے لکھی گئی ہے از مولوی محمد ظفر الدین	۶/
نصیحت کا کرن پھول	بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق دلاویز سچا پرتاثیر قصہ جو پچاس برس قبل شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد مرحوم نے لکھا تھا	۸/
پتھر سے ہیرا	سچا تبلیغی قصہ عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کا کیا اثر ہوتا ہے بچوں کی صحیح تربیت کا رہبر از ڈاکٹر سعید احمد بریلوی	۱۲/
اسلام اور عورت	قرآن مجید کی آیتوں اور مختلف حدیثوں سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا کیا رتبہ اور حقوق ہیں دوسرے مذاہب کی عورتوں سے مقابلہ بھی ہے	۱۰/

شہید وفا

سلمہ کی محبت کی سچی داستاں دنیا فراموش نہیں کر سکتی اس نے سعید کی محبت میں فنا ہو کر وہ مصیبتیں اٹھائیں جسکی تاب شاید کوئی انسان لا سکے۔ سلمہ نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے وہ محبت اور قربانی کی مایہ ناز تصویر ہے ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار راشدہ الوحی صاحبہ کے اس کامیاب افسانے کے ساتھ ۹ نہایت سبق آموز افسانے اور بھی ہیں ہر افسانہ درد اور جذبات کی سچی تصویر ہے اخبارات نے شاندار ریویو کئے ہیں

قیمت ایک روپیہ (عہ)

انوری بیگم

اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ صفیہ بیگم مسز نواب خدیو جنگ بہادر کا وہ مشہور و مقبول افسانہ بیماری اور تیمارداری جسے کتابی صورت میں دیکھنے کی سینکڑوں ہی خواتین خواہشمند تھیں حقیقتاً نہایت دلاویز ناول ہے جس میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیمیافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے انوری بیگم جو قصہ کی ہیروئن ہیں بیماری اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات بحد دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بےتکلفی اور سادگی حیدرآباد کی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند پایہ معاشرتی ناول بہت کم ملیں گے۔ قیمت عہ

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اسوجہ سے غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری سینا ہوگا برادری کا لڑکے سی جو لڑکی کیلئے عمر و قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کرنیکے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کی عبرتناک انجام ہر سال لاکھوں بےزبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کیجاتی ہیں یکتا نہایت موثر درد انگیز سبق آموز افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۸ر

چار رخ

عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ انیس فاطمہ صاحبہ بنت شوق مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے مغربی تمدن کی اندھادھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت۔ ...
... آپ آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکیں۔ ...
کی پابندیوں کے دردناک نتائج ہیں بعض بڑے بڑے ضخیم ناولوں سے اسقدر سبق نہیں ملتا جو اس دلچسپ افسانہ سے ملتا ہے۔

قیمت چار آنہ (۴ر)

خواتین کے لئے نظموں کے دو دلاویز مجموعے

آئینہ جمال

یعنی دور حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی یہ نظمیں اسلام کے دور اولین کی سبق آموز منظوم کہانیاں درد قومی کی تڑپ مناظر قدرت کی مصوری جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی موسیقی کی ... لطافت ... نہیں۔ خوف خدا پاس مذہب حب الوطنی ایثار ہمت بہادری کے جذبات اسکے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ قومی دینی اخلاقی تاریخی نیچرل نظموں کا مجموعہ

قیمت ۱۲ر

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ محجوبہ بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ ہے راز ق الخیری ایڈیٹر عصمت نے دیباچہ لکھکر مرتب کیا ہے نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کے صحیح ترین فوٹو ہیں اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام کا ایسا درد انگیز مجموعہ ابتک نہیں چھپا زبان آسان اور عام فہم۔

قیمت چھ آنہ (۶ر)

غیرت کی تیلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق اڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ الوالعزمی اور ہمت سے عورت ... بنا سکتی ہے دولت ... کس طرح ... کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قابل دید اور نتیجہ خیز۔ سبق آموز قصہ ہے۔

قیمت چھ آنہ (۶ر)

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں ہمیشہ اسکا ذکر کرے گی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دئے تھے محترمہ مہر النساء صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش اور جستجو اور بیحد محنت و جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اخذ کرکے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جنکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب۔ مصور بذلہ سنج لطیفہ گو۔ حاضر جواب خواتین رکھتا تھا۔

قیمت چھ آنہ (۶ر)

تصانیف محترمہ حجاب اسمٰعیل

نغمات موت

محترمہ حجاب اسمٰعیل کے ان دلاویز مضامین کا مجموعہ جو انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے اور جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں یہ مضامین مصنفہ کے دلی جذبات کا آئینہ اور نظم نما نثر کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کے انداز بیان کی دلکشی اور انکے شاعرانہ خیالات کی نزاکت و رفعت پورے طور پر نغمات موت میں نمایاں ہیں قیمت (۶ر)

ادب زرین

محترمہ حجاب اسمٰعیل کا طرز تحریر ملک کی دوسری مشہور انشاپرداز خواتین سے بالکل جدا! نہایت دلچسپ ہے وہ نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں۔ انکے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین بلند تخیل عبارت رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں اس مجموعے میں پچاس مضامین ہیں جن میں سے اکثر مختلف رسائل میں شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔

قیمت ۸ر

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈرامہ ہے ملک کے مشہور افسانہ نگار جناب منشی پریم چند صاحب بی اے نے عصمت کیلئے لکھا تھا عصمت میں شائع ہو کر خوب مقبول ہو چکا ہے۔ اب کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے پلاٹ۔ مکالمہ۔ کیرکٹر۔ ہر اعتبار سے کامیاب ہے اور نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے دلچسپ اور دلاویز ہے عبرتناک بھی اور کافی تفریحی مزاحیہ بھی اصلاح معاشرت پر اتنے موثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے۔ ہندی ایڈیشن کی قیمت بارہ آنے ہے مگر اردو ایڈیشن کی قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر کی بے مثال کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتوں کی جانیں زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں۔ نہ ہر جگہ ایسا معقول انتظام ہے کہ امیر غریب سب فائدہ اٹھا سکیں نہ ہندوستانی زبانوں میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوئی جو انھیں پورا پورا فائدہ پہنچا سکے اور حقیقی معنوں میں ان کے لئے کارآمد اور مفید کہی جا سکے۔ اڈیٹر عصمت نے کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب میڈیکل افسر ایسٹ انڈیا ریلوے کو اس طرف متوجہ کیا تھا جو ڈبلن گلاسگو لنڈن کی یونیورسٹیوں اور برما۔ بنگال۔ بہار۔ راجپوتانہ وغیرہ میں اپنی بے مثل خداداد قابلیت کا سکہ بٹھا چکے ہیں جن کی طبی ہدایتوں سے ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فائدہ اٹھایا اور آج بھی اٹھا رہی ہیں۔ کپتان صاحب مشکل سے مشکل پیچیدہ سے پیچیدہ اور خشک سے خشک عنوانوں پر اس قدر عام فہم اور دلاویز پیرایہ میں اظہار خیالات فرماتے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ان سے پوری طرح فائدہ اٹھاتی ہیں۔ کپتان صاحب کے طرز بیان کی دلکشی قبولیت عام حاصل کر چکی ہے انہوں نے یہ کتاب نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ تحریر فرمائی ہے اور علاوہ بیش بہا وقت کے اس کے لئے تصاویر وغیرہ پر بھی سینکڑوں روپیہ صرف فرمایا اور بڑی بڑی دقتیں اٹھائیں کتاب کے تین حصے ہیں (۱) **حاملہ** (۲) **زچہ** (۳) **بچہ**۔ فی الحال پہلے دو حصے تیار ہیں۔

زچہ دوسرا حصہ ہے جس کی مختصر فہرست یہ ہے:- پہلا باب طبی پاکیزگی۔ دوسرا باب۔ ولادت تیسرا باب زچہ خانہ کی تیاری۔ چوتھا باب وقت ولادت کی احتیاط اور انتظام۔ پانچواں باب پرسوت۔ چھٹا باب زچہ کی خوراک رہائش و عام زندگی۔ ساتواں باب زچہ بچہ کا تعلق آٹھواں باب زچگی کے خطرات اور ان کا تدارک۔ نواں باب چند خطرناک امراض کا ولادت سے تعلق۔ دسواں باب۔ ایک جاہل دائی کی زچہ کا ایک ہوشیار دائی کی زچہ سے مقابلہ۔ گیارھواں باب۔ آخری باتیں۔

تیسرے باب کی فہرست - زچہ خانہ کی طیاری نہ کرنے کی وجہ۔ غربت۔ جہالت۔ رسومات قبیحہ، زچہ خانہ کی اصلاح کے ذرائع اور پیش بندیاں۔ زچہ خانہ اور اس کا سامان۔ دائی کے لے۔ زچہ کے لئے۔ بستر۔ کپڑے۔ بچہ کے لئے۔ آنکھ و منہ کی صفائی کا سامان۔ نال کا سامان۔ غسل کا سامان۔ کپڑے۔ بستر۔ زچہ خانہ کی ضروری چیزوں کی فہرست اسی طرح ہر باب کے تحت میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہیں کوئی بات چھوڑی نہیں گئی۔ پھر جو کچھ مشورے دیئے گئے ہیں وہ سب عام ہندوستانی معاشرت ملحوظ رکھ کر جن سے ہندوستانی غریب عورتیں حقیقت میں فائدہ اٹھا سکتی ہیں

حاملہ و زچہ دونوں حصوں میں ۲۶ فوٹو بلاک کی تصاویر ہیں جو صرف کثیر کے بعد خاص طور پر اس کتاب کیلئے لی گئی ہیں اور ۶۷ شکلیں بہت صاف اور واضح ہیں دونوں حصوں کی قیمت **ساڑھے تین روپیہ** علاوہ محصول ہے۔

یہ کتاب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا غیر فانی کارنامہ ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اتنی محنت اور قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور کارآمد اسقدر جامع اور مفصل و مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک شائع نہیں ہوئی۔ ہر گھر میں اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں سے ہے۔

ملنے کا پتہ - **دفتر عصمت دہلی**

سینکڑوں روپیہ کی بچت اور ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال ہو سکتی ہے

تمام ملک کو شکر گذار ہونا چاہیئے مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوا رکا کی اہلیہ محترمہ جناب امۃ الحفیظ صاحبہ کا جنہوں نے اپنی ہندوستانی بہنوں کی مفلسی اور ناداری دور کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرنے میں ہزاروں روپے خرچ کر کے تین سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تحریر فرما کر کتاب

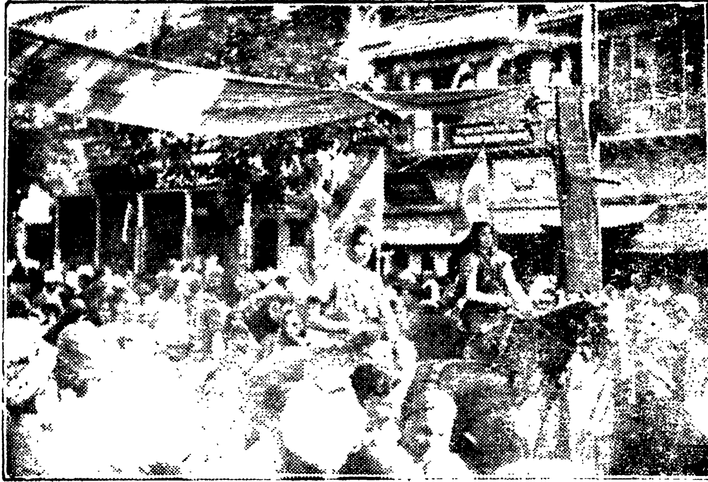
صنعت و حرفت

تیار کر دی ہے۔ یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جسکے بعض مضامین سنہ ۱۹۳۳ء اور سنہ ۱۹۳۴ء کے عصمت میں شائع ہوئے تھے کہ سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔ اور ملک کے ہر حصہ سے ان مضامین کی اشاعت پر شکریہ کے خطوط موصول ہوئے سینکڑوں خواتین نے ان مضامین کے نسخوں کو آزمایا اور بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی محنت و ایثار کی داد دی آخر اڈیٹر عصمت کی فرمائش پر مصنفہ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کر کے ایک ضخیم کتاب تیار فرما دی جس میں خواتین ہند کو بڑے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانہ پر تجارت کرنے اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کر لینے کے بے بہا مشورے دیئے ہیں جس میں ایک ایک چیز کی کئی قسم کی تیار کرنیکے نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے نسخے		
صابن	طبی صابن	مختلف سیاہیاں	بلو بلیک سیاہی	سرخ روشنائی عطے
سب سے آسان نسخہ	کاربالک سپلڈ سوپ	سیاہ روشنائی	دیگر	سرخ روشنائی کی ٹکیہ
دیسی صابن بنانا	نیم کا صابن	کاجل	نقل پذیر سیاہی	ان مٹ سیاہی
نہانے کا صابن	ڈاڑھی مونڈنے کا صابن	سیاہی کا عمدہ نسخہ	نیلی سیاہی کی ٹکیہ	کپڑے پر نشان کرنے والی سیاہی
شفاف باتھ سوپ	″ ″ سفوف	دیسی سیاہی	سرخ روشنائی	نظر نہ آنے والی سیاہی

اسی طرح لکڑی کے سامان کے لئے رنگ و روغن۔ دانتوں کیلئے منجن۔ کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ سلین غازہ حسن۔ پامیڈ۔ تیل اور روغن خضاب مختلف اشیا کو جوڑنے کے مصالحے سیمنٹ وغیرہ۔ بوٹ شوز کریم اور پالش۔ شربت سازی۔ سرکہ۔ لاکھ کی تجارت۔ ربڑ اور کھن کی تجارت۔ اچار۔ چٹنیاں۔ مربے وغیرہ۔ خوشبودار تمباکو خوردنی۔ تیزاب۔ عطریات۔ ارواح۔ اسینس۔ نیلی اور کنجہ۔ چاک۔ تبیاں۔ رنگین پنسلیں۔ کافور۔ ارنڈی کا تیل۔ نشاستہ آئس کریم۔ شیشے بنانا۔ آتش بنانا وغیرہ وغیرہ ۴۴ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں۔ اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ نہ سنا سنایا درج ہے۔ نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے۔ نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ خاص طور پر اس کتاب کے لئے زر کثیر خرچ کر کے ایک ایک نسخہ تجربہ کرنے کے بعد بہت احتیاط سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی۔ کتاب **صنعت و حرفت** نادار کم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کر دے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت و خودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب **صنعت و حرفت** کی موجودگی میں ہر ماہ ایک معقول رقم جمع کر سکیں گی۔ دولت مند خواتین بیواؤں اور محتاجوں میں یہ کتاب تقسیم کر کے نقد روپیہ کے مقابلہ میں انہیں بہت زیادہ فائدہ پہونچا سکتی ہیں۔ کتاب اس پایہ کی ہے کہ اس کی قیمت دس روپیہ بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر اس لئے کہ ہر شخص فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی



دهلی کا ایک بڑا جلوس جس میں خواتین نے خاص حصہ لیا *



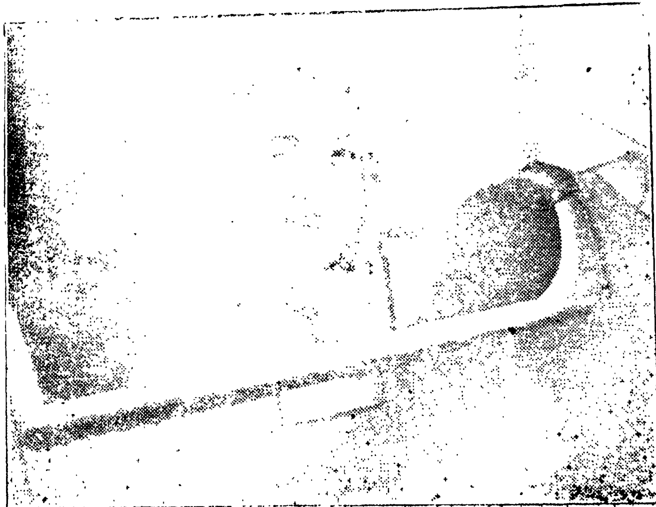
مسز دھن جی بھائی
بین الاقوامی ریلیف کانفرنس جنیوا میں حصہ
لے کر حال میں واپس تشریف لائی ہیں *



مسز ڈی بخشی
آپ لکھنؤ ڈسٹرکٹ بورڈ کی
اول لیڈی ممبر مقرر ہوئی ہیں *



اٹلی کی شہزادی = جنگ کے زخمی ہو جانے والے سپاہیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کر رہی ہیں ۔



مسزوی آئیزاکس = آپ برما کی اول لیڈی پائلیٹ ہیں ۔

عصمت

| اٹھائیسواں ۲۸ سال | بابت ماہ فروری ۱۹۳۶ء | جلد ۵۶ نمبر ۲ |

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی۔ چار روپے (للعہ) ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ۔

قسم خاص { آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے۔ والیانِ ریاست سے سو روپے۔
ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ ریں ملتا ہے۔

باہتمام ابوامین مولوی امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی صحت کیلئے دعا کیجئے

آبا جان قبلہ کی علالت کو سوا دو مہینے ہو گئے حالت بجائے بہتر ہونے کے تشویشناک ہوئی چلی جارہی ہے۔ اس قدر دُبلے ہو گئے ہیں کہ پہچاننا مشکل ہے۔ لاغری اور نقاہت کی کیفیت یہ ہے کہ اس قدر آہستہ باتیں کرتے ہیں کہ بعض الفاظ تک سمجھ میں نہیں آتے۔ ۲۲ ردسمبر کی صبح ڈاکٹر ی انصاری صاحب کے تشریف لانے سے قبل خون بند ہو گیا تھا مگر ۳۰ ردسمبر سے جب پھر نکلنے لگا تو ڈاکٹر ایس سی مکرجی کا علاج شروع کیا۔ بارہ روز بعد یعنی ۱۰ رجنوری کو خون بند ہو گیا۔ لیکن ۲۲ رجنوری سے بلغم کا رنگ پھر بدلا ہوا ہے۔ کبھی ہلکا لال کبھی گدلا۔ کبھی سفید۔ ۲۳ رجنوری کی حالت بہت تشویشناک تھی۔ دوپہر کو ڈاکٹر مکرجی۔ ڈاکٹر ظفر یاب۔ ڈاکٹر برکت علی مرزا نے خوب اچھی طرح دیکھکر اور آپس میں تبادلۂ خیالات کر کے اس رائے پر اتفاق کیا کہ حالت خراب نہیں ہے اور مرض میں کمی ہے۔ بھوک ڈیڑھ ماہ سے مطلق نہیں۔ دن بھر میں اوولٹین دودھ کی دو پیالیاں اور تھوڑا سا شوربا وہ بھی ہم لوگوں کی منت سماجت سے پی لیتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایت کے بموجب میز پر دس بارہ چیزیں ہوتی ہیں اشارے سے آدھی سے زیادہ ہٹوا کر تین چار چیزیں برائے نام ذرا ذرا سی چکھ لیتے یا چبا کر تھوک دیتے ہیں۔ اور محض ہم لوگوں کی خاطر ورنہ بھوک بالکل نہیں لگتی۔ بخار صبح کو اُتر جاتا ہے یا معمولی حرارت ہوتی ہے۔ پھر سہ پہر سے تیز ہونے لگتا ہے۔ اور ۱۰ بجے شب تک ۱۰۱ - ۱۰۲ تک پہنچ جاتا ہے۔ کھانسی بلغم میں نسبتاً کمی ہے۔ ڈاکٹر مکرجی قریب قریب روز آرہے اور تیسرے چوتھے روز انجکشن دے رہے ہیں۔ وہ نہایت توجہ اور ہمدردی کے ساتھ علاج کر رہے ہیں۔ اُنکی رائے ہے کہ خون بخار۔ بھوک نہ لگنا تشویشناک کوئی بات نہیں۔ مرض جس وقت دور ہو جائیگا یہ شکایات خود بخود جاتی رہینگی اور مرض میں کمی ہو رہی ہے۔ رہی کمزوری اسکے لئے بھوک لگے یا نہ لگے۔ کچھ نہ کچھ پیٹ میں جانا ضروری ہے۔

آج بیس روز بعد کن ہاتھوں سے قلم اُٹھا کر کس طرح یہ سطریں گھسیٹ رہا ہوں۔ دو ماہ سے آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں اور دل کی کیا کیفیت ہے اس کا علم صرف خدائے بہتر و برتر ہی کو ہے۔ الہ العالمین! میرے آبا جان کی کمزوری کا محافظ تُو، جان کی سلامتی میں ان کی تکالیف کا دور کرنے والا تو اور صرف تو ہے۔ واسطہ تیرے حبیب کا، اپنے فضل و کرم سے میرے جان سے زیادہ عزیز آبا جان کو صحت کامل اور شفائے عاجل عطا فرما! تیری شان بڑی تیری رحمت وسیع!

رازق الخیری

حضور اکرمؐ کا خلق

حضرت علیؓ ایک دفعہ مکارم اخلاق کی تعریف فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا کیا آپ نے رسول اللہؐ سے بھی یہ سُنا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا مع ایک اور واقعہ کے اور وہ یہ کہ جب طے کے کچھ قیدی سرورِ عالمؐ کی خدمت میں پیش ہوئے تو ایک لڑکی نے عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھ کو رہا کر دیں کیونکہ میں ایک بڑے باپ کی بیٹی ہوں عرب کے قبیلوں کو مجھ پر نہ ہنسوائیے میں اُس باپ کی بیٹی ہوں جو اپنی قوم کا سردار تھا اور جو نہ صِرف دوسروں کے واسطے زندہ تھا اُس کے دسترخوان سے کبھی کوئی بھوکا نہ گیا اور اُسکے گھر سے کبھی کوئی حاجتمند ناکام نہ پھرا۔ وہ قیدیوں کو رہا کرنے والا اور بھوکوں کا پیٹ بھرنے والا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو یہ صفت مسلمانوں کی ہے وہ مکارم اخلاق کا عاشق تھا اور اللہ کو یہ چیز پسند ہے۔

حضور اکرمؐ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس رات کو دینار و درم نہ رہتا اور اگر باقی رہ جاتا تو جب تک خرچ نہ کر لیتے گھر میں تشریف نہ لاتے لونڈی اور مسکین کی دعوت بھی قبول فرماتے اور دل نہ توڑتے تواضع انتہا کی تھی لونڈی غلاموں سے کھانے پہننے میں برتری نہ فرماتے۔ کبھی دشمن پر بھی لعنت نہ بھیجی۔ ہمیشہ رحمت کی دُعا کی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں قسم ہے رب کعبہ کی میرے بُرے کام پر بھی کبھی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا۔ رستہ میں اگر کوئی شخص کسی کام کے لئے ٹھہراتا تو فوراً رک جاتے اور جب تک وہ نہ جاتا خود کھڑے رہتے۔ اگر نماز پڑھتے میں کوئی آجاتا تو نماز مختصر کر دیتے اور پوچھتے کہ تم کو مجھ سے کچھ کام ہے۔

ایک روز حضورؐ خرما یعنی کھجوریں سیدھے ہاتھ سے تناول فرما رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں جمع کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک بکری آگئی آپ نے اُسکو اشارہ کر کے فرمایا وہ اُلٹے ہاتھ میں گٹھلیاں کھاتی رہی اور حضورؐ سیدھے ہاتھ سے کھجوریں تناول فرماتے رہے۔ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔

لوکی یعنی دراز گھیا آپ کو بہت مرغوب تھا۔ شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ خود شکار مارتے مگر کوئی پیش کرتا تو منظور فرما لیتے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہ کہا۔ ناپسند ہوا تو نہ کھایا۔

فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کے واسطے تواضع کرتا ہے خدا اُس کا رتبہ بلند کرتا ہے۔

(بنات)

راشد الخیری

بچوں کا لباس

بچوں کے کپڑے بنواتے وقت چند باتوں کا خیال رکھنے سے بہت کفایت اور آرام ہوتا ہے۔

بچوں کا لباس ہمیشہ ایسے کپڑوں کا بنوانا چاہیئے جو دہل سکیں اور بار بار دہل سکیں کیونکہ بچوں کے کپڑے اس قدر جلد میلے ہوتے رہتے ہیں کہ اگر ایسے کپڑوں کا لباس بنایا جائیگا جو دہل نہیں سکتے تو صفائی پورے طور سے نہ ہو سکے گی اور ہر ایک چیز سے مقدم صفائی ہے۔ اور صحت کا دار و مدار ایک حد تک صفائی پر ہے۔

اس لئے بچوں کے کپڑے گرمیوں میں ململ یا وائل اور جاڑوں میں وایلا یا کلائی ڈیلا جیسے دہلنے والے فلالین کے بنوانے چاہئیں گرچہ معمولی والیئوں سے اس کی قیمت زیادہ ہے پر یہ معمولی فلالینوں سے دوگنے چلتے ہیں دہلنے میں خراب نہیں ہوتے نہ سکڑتے ہیں اسلئے معمولی فلالینوں یا مرلینے وغیرہ سے وایلا کے کپڑے بنانے میں کفایت ہوتی ہے۔

دوسری بات جسکا لحاظ رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ بچوں کے کپڑے نرم ہوں۔ کارچوبی یا گوٹے پٹھے کے کپڑے بچوں کے جسم میں چبھتے ہیں اور دھل بھی نہیں سکتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ہی کپڑے کو بار بار بے دھلائے پہنایا جاتا ہے اور نمائش کے لئے صفائی کا خون ہو جاتا ہے۔

لیکن بچوں کے لباس کو خوشنما بنانے پر ماں کی فطرتی خواہش ہے۔ اس لئے لیس اور فیتوں سے مزین کیا جاسکتا ہے۔ بچے کے جسم میں یہ چبھتے بھی نہیں اور دہل بھی سکتے ہیں۔ دامن آستین اور گلے میں ایمرایڈری بھی بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح گلے آستین اور دامن میں دوسرے رنگ کے سنجاف بھی بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

بالکل چھوٹے بچوں کے کپڑے ہمیشہ سفید بنانے چاہئیں۔ دوسرے کناروں میں دوسرے رنگ کی سنجاف یا ایمرایڈری نہایت نفیس معلوم ہوتی ہے۔ لیکن پورا کپڑا ہمیشہ سفید ہونا چاہیئے۔ بعض بیویاں جان کر رنگین بناتی ہیں کہ میل خورہ ہوتا ہے لیکن یہ بے جا کفایت ہے۔ پھر رنگدار کپڑا جلدی میلا نہیں نظر آتا۔ لیکن بچے برابر میلے کپڑوں میں رہتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہے۔

نوزائیدہ بچے کے لباس بناتے وقت ایک اور بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے وہ یہ کہ اس کے پہنانے میں بچے کو حتی الامکان کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ کرتے آرام دہ وہ ہیں جو پیٹ پر بالکل کھلے ہوئے ہوں۔ اور صدری کے طور پر نہیں پہنایا جائے۔ گلے کے اندر سے ڈالنے کی تکلیف بچے کو نہ ہو۔ اسکے علاوہ بچے کے کپڑوں میں بٹن کے بدلے ٹیپ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ چھوٹے بچے کا جسم اتنا نازک ہوتا ہے کہ اوپر بٹن بھی تکلیف دہ ہیں۔

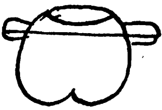
بہت زیادہ کپڑے پہنانے سے بھی احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ کپڑے کے بوجھ سے بچہ ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتا ہے۔ اور اسکی ورزش نہیں ہوتی ہے۔ گرمیوں میں تو صرف ایک سوتی بنیان اور ململ کا کرتا کافی ہے۔ شروع جاڑوں میں ایک گرم بنیان گرم کرتا اور گرم پیٹی کوٹ یا صدری تین کپڑے کافی ہیں۔ صبح شام ہوا خوری کے وقت اونی کوٹ اور پہنا دینا چاہیئے۔ گرم موزے ہمیشہ پیروں میں ہونا چاہئیں۔ ٹوپی صرف بہت ہی سرد اور ہوا کے دنوں میں پہنانا چاہیئے۔

بعض لوگ بچوں کو کرتا تو ٹھنڈا پہناتے ہیں اور اوپر سے کوٹ اس سے ایک تہہ کپڑے کی فضول ہوتی ہے۔ گرم بنیان

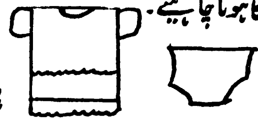
اگر ریشمی تاگوں سے ملا ہوا ہو تو بغیر ٹھنڈے بنیان کے بھی پہنا سکتے ہیں لیکن خالص اونی بنیان بالکل چھوٹے بچے کو بغیر سوتی کپڑے کے نہیں پہنانا چاہیئے۔ اگرچہ آجکل اونی بنیان اتنے نرم ملنے لگے ہیں کہ میرے خیال میں ان سے بھی کچھ نقصان نہیں بلکہ دوہرے تہرے کپڑے لادنے سے صرف تین کپڑوں کی وجہ سے بچہ کے جسم پر بوجھ کم ہوگا اور اس کو آرام دہ ہوگا۔

برسات اور بہت ہی ٹھنڈے دنوں میں نیکر کے اوپر سے لانبے اونی پائجامے پہنا دینا چاہیئے جنہیں انگریزی میں پل آنز یا لیگنگی کہتے ہیں۔ ایسا کرنا شال پیٹنے سے زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس سے بچہ کے ہاتھ مارنے میں فرق نہیں پڑتا ہے لیکن گرمی اتنی ہی ہوتی ہے۔

سال ڈیڑھ سال تک بچہ کا یہی لباس رہنا چاہیئے۔ ڈیڑھ دو سال سے یعنی جب بچہ چلنے لگے اور کپڑے خراب کرنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اُسے جانگیہ اور کرتا یا جانگیہ اور فراک پہنانا شروع کرنا چاہیئے۔ بچوں کا ایک قسم کا سوٹ جسے رمپرز Rampers کہتے ہیں۔ اس عمر کے لئے بہت موزوں ہیں ان کی تراش نہایت آسان ہے اور یہ ایک ہی جانگیہ فراک دونو کا کام دیتے ہیں ایک نہایت ہی سادی وضع کی رامپرز کی شکل ایسی ہوتی ہے۔



اس میں جب مرضی کف کالر کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ رامپرز کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے ہاتھ پیر کھلے رہتے ہیں اور پیٹ وسینہ گرم۔ بچے کا سینہ پیٹ۔ گرم رکھ کر ہاتھ پیر کھلے رہنے دینا چاہیئے تاکہ ہوا اور دھوپ سے ان میں طاقت پیدا ہو۔ یہی مطلب بغیر آستینوں کے کرتے اور جانگیوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ بچوں کے کرتے اور جانگیوں میں کلیوں کا بکھیڑا فضول ہے۔ ان کو بس اس شکل کا ہونا چاہیئے۔



ہوا خوری کو یا کسی پارٹی میں بھیجنے کے لئے جرزی سوٹ یا کرتا پائجامہ اور کوٹ کافی ہیں۔ چھوٹے بچے مکمل پوشش میں اچھے نہیں معلوم ہوتے۔

جاڑوں میں ایک بے آستین کا سوئٹر کرتے پر پہنا دینا چاہیئے۔ اور زیادہ جاڑوں میں گرم بنیان گرم پورے آستینوں کا کرتا اور بے آستین کا سوئٹر۔ ہاتھ پیر کو فضول پلندہ بنانے سے کچھ حاصل نہیں سینہ اور پیٹ گرم رہنا کافی ہے۔

پانچ سال کے بچوں کو باقاعدہ کرتا پائجامہ پہنانا شروع کر دینا چاہیئے۔ یہ سب سے زیادہ سیدھا سادھا آرام دہ لباس ہے۔ بعض بہنیں خواہ مخواہ بچوں کو موئس بلٹ اور برجز میں جکڑے رکھتی ہیں۔ یہ ان کے نشو و نما میں حارج ہوتے ہیں انگریزوں کے بچے جن کی ریس ہندوستانی بیویاں ایسا کرتی ہیں وہ کبھی چھوٹے بچوں کو برجز اور بلٹ نہیں باندھتے۔ وہ واپرکو یا میونک سوئس پہناتے ہیں۔ رمیونک سوس کو کرتا اور جانگیہ سمجھ لیجئے صرف کرتا ذرا جنٹ دار اور فراک نما ہوتا ہے کالر لگے ہوتے ہیں۔ اور سوئس اگر پہناتے ہیں تو پتلون بٹن قمیص سے لگے ہوتے ہیں۔ بلٹ سے بند کئے ہوئے نہیں ہوتے ہیں

نوزائیدہ بچوں کا اور دو سال سے پانچ سال تک کے بچوں کا بھی رات کا لباس الگ رکھنا چاہیئے۔ اگر الگ بنانے کی استطاعت نہ بھی ہو تو پرانے کپڑوں کے دو چار جوڑے الگ رکھ چھوڑنا چاہیئے تمام دن کے پہنے ہوئے کپڑے رات کو پہنانا صفائی کے خلاف ہے۔ الگ بنا سکیں تو چھوٹے بچوں کے لئے پیروں تک ڈھیلے ڈھالے فراک یا کرتے بنالیں اور بڑے بچوں کو سیلنگ سوٹ پوری آستینوں کے تاکہ اگر کمبل وغیرہ کھل جائے تو بھی سردی نہ لگے۔

بچوں کا بستر بھی ان ہی اصولوں کو مدنظر رکھ کر بنانا چاہیئے یعنی رنگین اور ریشمی نہ ہو۔ سفید اور سوتی ہو۔ گدے کے

اوپر سفید چادر۔ چادر پر موم جامہ کا ٹکڑا اور اوپر سے نہالچے اڑھانے کو گرمیوں میں بنا ہوا شال یا فلالین کا ٹکڑا جس کو چاروں طرف ریشمی سنجاف لگا کر نہایت خوبصورت بنایا جا سکتا ہے۔ اور اسکے کونے میں ایمرائیڈری میں بچے کے نام کا حرف یا پھول پتے نہایت خوبصورتی سے بنائے جا سکتے ہیں۔ کافی ہے۔ جاڑوں میں پہلے بچے کو ایک اونی شال میں لپیٹ لیں۔ دو تین دفعہ تاکہ وہ لاتوں سے کھول نہ سکے پھر دلی کی سردیوں کے لئے تو کم سے کم دو کمبل چاہیئے۔ کمبلوں کو دونو طرف سے گردن کے نیچے داب دینا چاہیئے۔ تاکہ بچہ انہیں پھینک نہ سکے۔ رضائی گرچہ گرم زیادہ ہوتی ہیں لیکن بالکل چھوٹے بچوں کے لئے کمبل بہتر نہیں کیونکہ یہ دہل سکتے ہیں۔ اور رضائی کو سکھا سکھا کر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اور صرف سکھانے سے پیشاب کی بو نہیں جاتی۔ جس سے بچہ کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ہاں دو سال سے زیادہ عمر کے بچے کو ایک رضائی اور ایک کمبل دینا چاہیئے۔

بچوں کے کپڑوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے معمولی کپڑوں کے زیادہ جوڑے بنانا بہتر ہے۔ قیمتی کپڑوں کے کم جوڑوں سے صفائی اور آرام کا خیال پہلے کرنا چاہیئے اور صرف اپنے شوق کے لئے بچوں کو کارچوب یا ریشمی کپڑوں میں جکڑ کر انہیں تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔

شائستہ بانو سہروردی (بی اے آنرس)

شہنشاہ جارج پنجم کا انتقال

کل ہی کی بات معلوم ہوتی ہے کہ رعایا اپنے ہردلعزیز بادشاہ کی سلور جوبلی کی خوشیاں منا رہی تھی۔ اُسی بادشاہ کی سلور جوبلی جس کی موت کا آج شہر در شہر ماتم ہو رہا ہے۔ صرف اسی لئے نہیں کہ ایک باوقار و صاحب تدبیر حاکم ہم سے چھن گیا بلکہ اس لئے کہ ایک ہمارا ہی خواہ ہمارا غم خوار و ہردلعزیز دوست ہم سے جدا ہو گیا۔ ہر سلطنت کے ہر حصے میں یہ افسوسناک خبر کہ شہنشاہ معظم جارج پنجم نے ۲۰ جنوری کو شب کے گیارہ بجکر ۵۵ منٹ پر انتقال کیا انتہائی رنج و غم سے سُنی گئی۔ ہر چند کہ بیماری کے شروع سے ہر قسم کے باتدبیر و قابل معالج آپ کے علاج میں رات دن کوشاں رہے لیکن ہوا وہی جو منظورِ خدا تھا اور آپ نے چند دن کی قلیل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی ہردلعزیزی اس بات کی شاہد ہے کہ باوجود انگلستان کی سخت سردی کے ہزارہا آدمی احاطے کے باہر اپنے بادشاہ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بے چین کھڑے تھے اور جوں جوں آپ کی نازک حالت کی خبریں سُنی جاتی تھیں اُسی قدر لوگوں کے اضطراب و تشویش میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب آپ کی آخری خبر یعنی حسرتناک موت کی خبر باہر چسپاں کی گئی تو ہزاروں مرد ننگے سر غم کی صورت بنے کھڑے تھے اور لاکھوں عورتیں اپنے قابل بادشاہ کی بے وقت موت پر آنسو بہا رہی تھیں۔

شہنشاہ جارج پنجم ۳ جون ۱۸۶۵ء کو پیدا ہوئے تھے اور اپنے والد ماجد شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر ۶ مئی ۱۹۱۰ء میں تخت نشین ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں اوائل عمر میں آپ بحری تعلیم کے لئے جہاز Britannia "برٹینیا" اور اسکے بعد جہاز Bacchante پر بطور مڈشپمین کے مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے بالآخر ۱۸۹۱ء میں اپنے جہاز Melampus کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لیکن ۱۸۹۲ء میں آپ کے بڑے بھائی کے انتقال اور آپ کے وارثِ تاج و تخت بنائے جانے کے باعث آپ کے لئے اب اس قدر انہماک سے اسمیں دلچسپی لینا ممکن نہ تھا۔ اس لئے آپ کو اپنے محبوب شغل سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ ۱۸۹۲ء ہی میں آف ڈیوک آف یورک۔ ارل آف انورنس اور بیرن کلارنی بنائے گئے اور ۱۸۹۳ء میں آپ کی شادی شہزادی وکٹوریہ میری ڈیوک اور ڈچس آف ٹک کی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد آپ شہزادی میری کی معیت میں سفر پر روانہ ہو گئے اور آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ افریقہ وغیرہ کی سیاحت کے بعد انگلستان واپس آئے اور ۱۹۰۱ء میں پرنس آف ویلز بنائے گئے۔

آپ کی تخت نشینی کا اعلان شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہوتے ہی ہو گیا تھا۔ لیکن آپ کا جشن تاجپوشی ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کو منایا گیا۔ جس کے بعد پہلے آپ انگلینڈ و سکاٹ لینڈ کے صنعتی مرکزوں کا ملاحظہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور پھر ہندوستان تشریف لائے۔ جہاں دہلی میں آپ کا قابلِ یادگار عظیم الشان دربار ہوا۔

ملکہ وکٹوریہ اور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے اس مقصد کی کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ کی محبت پیدا ہو آپ نے پورے طور سے تکمیل کی۔ اور اپنی زندگی کو اپنی رعایا کے عیش و آرام کے لئے وقف کر دیا۔ جنگ عظیم میں آپ کے صاحبزادے اور آپ بہ نفس نفیس کئی معرکوں میں شریک ہوئے جس سے آپ کی محبت و اپنی رعایا کی حفاظت کے خیال کا پتہ چلتا ہے۔ نیز وہ پیغام جو آپ نے ابھی چند ہی دن گذرے بڑے دن کے موقعے پر

سلطنت کے ہر ایک گوشے میں براڈ کاسٹنگ کے ذریعے سے لوگوں کو پہنچایا۔ آپ کے محبت آمیز جذبات کا شاہد ہے۔ چنانچہ جب ۱۹۲۸ء میں آپ بیمار ہوئے اور جس اضطراب و تفکر کا اظہار لوگوں کی جانب سے ہوا اور جس صدق دلی سے لوگوں نے آپ کی صحت یابی کے لئے دعائیں مانگیں اور آج آپ کی غمناک موت کا جو اثر لوگوں پر ہوا یہ سب اسی ایثار و محبت کا نتیجہ ہے۔

امور ملکی کے علاوہ آپ اپنی خانگی زندگی میں سادگی بہت پسند کرتے تھے۔ دلپسند مشغلوں میں آپ کو کشتی رانی سے خاص لگاؤ تھا نیز ٹکٹ جمع کرنا بھی آپ کا محبوب شغل تھا چنانچہ آپ کے ٹکٹوں کا مجموعہ دنیا میں سب سے زیادہ مکمل خیال کیا جاتا ہے۔

اِن سب باتوں کے ساتھ یہ بات سکون بخش ہے کہ آپ کا انتقال آپ کی محبوب و مرغوب جگہ سنڈرنگھم میں جہاں آپکو رہنا بہت پسند تھا اور جہاں وقتاً فوقتاً آپ جا کے اپنی زندگی کے اطمینان کے چند دن گذارا کرتے تھے ہوا۔ ملکہ میری شہزادہ ویلز۔ پرنسس رائل۔ ڈیوک وڈچس آف کنٹ خوابگاہ سے ملحقہ کمرے میں موجود تھے۔ اور جو ڈاکٹر کے بلانے پر آخری وقت اس محبوب ہستی کو زندگی کے آخری چند سانس لیتے ہوئے دیکھنے کے لئے خاموشی سے بادشاہ کے پلنگ کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ آپ کے انتقال کی خبر ملکہ معظمہ نے ٹیلی فون کے ذریعہ دوسرے رشتہ داروں کو خود پہنچائی اور چند منٹ کے اندر ہی یہ خبر ہر ایک گوشے میں پھیل گئی۔ آپ کا جنازہ ۲۸ جنوری تک ویسٹ منسٹر ایبے میں رکھا رہے گا۔ جہاں لاکھوں آدمی روزانہ اپنے بادشاہ کے دیدار و پھول چڑہانے کے لئے آتے رہیں گے۔

انتقال سے کچھ قبل شہنشاہِ معظم نے ایک کونسل امورِ سلطنت کو انجام دینے کے لئے مقرر کر دی تھی۔ گرچہ اس بُرے انجام کا یقین نہ تھا۔ تاہم یہ خیال ضرور تھا کہ اچھے ہونے پر بھی آپ کافی عرصے تک کام کرنے کے قابل نہ ہو سکینگے آپ کے انتقال ہونے کے بعد ہی صبح کو شاہزادہ ویلز کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔ اور گو کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم بادشاہ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ نہایت خاموشی سے بکنگھم پیلس میں داخل ہوئے۔ لیکن جب آدھ گھنٹے بعد آپ باہر تشریف لائے تو ہزاروں آدمی نئے بادشاہ کو دیکھنے کے لئے وہاں جمع تھے۔ امید ہے کہ جو ہردلعزیزی شہزادہ موصوف کو بحیثیت پرنس آف ویلز کے حاصل تھی وہ بادشاہ ہونے پر اور دو گنی ہو جائے گی۔ اور ان کا راج رعیت کے لئے امن و اطمینان کا راج ہوگا۔

اسماء محمد سعید

عورت کی پیدایش کا مقصد

(۲)

(از پروفیسر ستار خیری ام اے سیاح المغربین)

پچھلے مضمون میں میں نے کتاب اللہ، تاریخ اور فلسفہ اور سائنس کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ امت اسلامیہ کی پیدائش کا یہ مقصد ہے یا امت اسلامیہ کی یہ اجل ہے کہ تمام عالم کی رہنمائی اور لیڈری کرے۔ اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ کوئی شخص بھی جس نے میرا مضمون پڑھا ہے اگر اُس میں ذرا بھی منطق اور سمجھ اور ذرہ بھر بھی اسلام ہے وہ اُس نتیجے سے جو میں نے نکالا ہے ہرگز ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اُس رہنمائی یا لیڈری کے لئے ہم کو کن اسباب سے مجہز کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے تو اللہ پر ایمان تھا۔ اگر وہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں اس ایمان کی جڑ توحید تھی۔ اس کو اب لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس ایک اللہ کو مان لیا اور فرض سے فراغت پالی۔ دراصل جو اللہ کی وحدت یعنی ایک ہونے پر ایمان لائے اور یہ توحید اُس کی زندگی کا جز ہو جاوے اُس کی زندگی میں پھر دوئی نہیں ہو سکتی۔ اُس کی زندگی میں متضاد باتیں ہونا ناممکن ہے متضاد باتوں کے معنی ہیں ایسی باتیں جو ایک دوسرے کے ضد یا برعکس اور خلاف ہوں۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ دو متضاد یعنی برعکس باتیں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ یہ ناممکن ہے کہ میں دلی میں ہوں بھی اور نہ بھی ہوں۔ یا میں کالا بھی ہوں اور گورا بھی، موٹا بھی اور دبلا بھی۔ سچا بھی اور جھوٹا بھی۔ ایک بات گناہ بھی ہو اور ثواب بھی۔ ایک نقطۂ نظر سے ایک ہی تعلق سے ایک ہی معنوں میں دو برعکس یا متضاد باتیں صحیح اور درست نہیں ہو سکتیں۔ جو لوگ اللہ کی توحید کے قائل ہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ نماز بھی پڑھیں روزہ بھی رکھیں اور یتیموں کے حق بھی ماریں مستحق لوگوں کو حق وراثت نہ دیں۔ لوگوں کو دہوکا بھی دیں، ظلم بھی کریں، چوری بھی کریں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ سختی سے بھی پیش آئیں۔ کیونکہ اللہ تو ایک ہے جس نے نماز روزہ کا حکم دیا اُسی نے ان باتوں سے بھی منع کیا۔ اگر اللہ ایک ہے اور وہ قادر مطلق بھی ہے دنیا کی مختلف حقیقتیں ایک دوسرے کی متضاد نہیں ہو سکتیں۔ اگر پیدا کرنے والا ایک خدا ہو، دولت دینے والا دوسرا خدا ہو۔ تندرستی کا خدا تیسرا ہو۔ عقلمندی کا خدا چوتھا ہو۔ سیاست کا خدا پانچواں ہو۔ وغیرہ وغیرہ تو ممکن ہے کہ ایک کی حقیقت دوسرے کی حقیقت سے مختلف برعکس اور متضاد ہو۔ ایک کا حکم دوسرے کے خلاف ہو۔ اس وقت ہم ہر ایک متضاد حقیقت کو بھی مان سکتے ہیں۔ اُس وقت بیشک ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دین کو سیاست سے کچھ تعلق نہیں۔ دین یہ حکم دیتا ہے سیاست اُس کے برعکس حکم دیتی ہے پس دونوں صحیح ہو سکتے ہیں۔ تندرستی کی دیوی کہتی ہے کہ ننگے پھرو۔

شرم کا دیوتا کہتا ہے کہ ستر ڈھانکو۔ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہوں۔ ایک سے زیادہ خدا کو ماننے والا ایسی باتوں کو مان سکتا ہے۔ مگر ایک خدا کو ماننے والا ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ توحید کا قائل اگر خدا سے ڈرتا ہے تو پھر اُس کو کسی اور کا ڈر نہیں۔ اگر وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو کسی اور کے آگے سر نہیں جھکا سکتا۔ توحید کے ماننے والے کے لئے ہر چیز کا ایک ہی رنگ ہے یعنی توحید کا رنگ۔ اُس کے ظاہر و باطن قول و فعل میں توحید ہے یعنی اُس کے قول و فعل میں تضاد یا ضد نہیں۔ اُس سے بھول کر بھی ایسی غلطی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ توحید اُس کی ذھنیت کا جزو بن گئی ہے ہم کو ہر وقت ہر کام کے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارے اس کام میں اور پچھلے کاموں اور باتوں میں توحید ہے۔ یا نہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ ہم مسلمانوں سے آج کل توحید عنقا ہے۔ ہم کو توحید پیدا کرنی چاہئے آیندہ چلکر میں بتاؤنگا کہ ہم توحید کس طرح پیدا کرسکتے ہیں۔ اِس کے نہ ہونے سے ہمارے تمام کام ایک دوسرے سے غیر وابستہ، پراگندہ اور بے معنی ہیں۔

توحید کے ماننے کا پہلا نتیجہ یہ تھا کہ مجبورًا تمام مسلمان بھائی بھائی ہوگئے۔ یہ اُن کا بھائی بھائی ہونا خون کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ ایمان نے اُن کو ایک کردیا تھا۔ اُن سب کو ایک جماعت المسلمین بنا دیا۔ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ٥ (الانبیاء۔ ۹۲) تحقیق کہ یہ امت ایک واحد امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں۔ پس میری عبادت کرو۔ پس اللہ واحد پر ایمان نے امت اسلامیہ کو ایک بنا دیا ہے اور اُس کی عبادت یعنی اُسکی مرضی کے پورا کرنے کے فعل نے ہمارے تمام کاموں میں توحید پیدا کردی ہے کیونکہ ہمارے تمام کاموں کا مقصد ایک ہی ہے۔ اس طرح سب مسلمان بھائیوں کی ایک جماعت ہے۔ جماعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک سردار ایک صدر ایک امام ایک امیر ایک لیڈر کے ماتحت ایک گروہ۔ بغیر امام یا امیر کے لوگوں کا گروہ جماعت نہیں کہلایا جاسکتا۔ اگر دلّی کے کمپنی باغ میں تین ہزار آدمی جمع ہوں تو وہ جماعت نہیں مگر جوں ہی کسی نے کہا کہ میں فلاں صاحب کو صدر تجویز کرتا ہوں اور کسی دوسرے نے تائید کردی اور کوئی اعتراض نہ ہوا تو پھر وہ گروہ ایک جماعت بنجاتا ہے اور رزولیوشن پاس کرسکتا ہے۔ اسلام میں جماعت پر اس قدر زور دیا ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مسلمان جماعت میں نہ ہوں مسلمان ہی نہیں۔ گویا جماعت میں ہونے کا نام ہی اسلام ہے۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ جماعت میں ہوں "علیکم جماعة المسلمین" جماعت کی اہمیّت پر اس قدر حدیثیں ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اور جماعت کے امام، سردار، امیر کی اطاعت اُس وقت تک فرض ہے کہ جب تک وہ اسلام کے خلاف حکم نہ دے۔ یہاں تک رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے کہ اگر تمھارا امیر حبشی بھی ہو جس کا سر سوکھی ہوئی منقّے کے برابر بھی ہو تو اُس کی اطاعت تمھارے اوپر فرض ہے۔ فرمایا کہ اگر تم میں سے دو آدمی سفر پر جاویں تو ایک کو امام یعنی لیڈر بنالو۔

اسلام نے ذمہ داری کی تعلیم پر بھی بڑا زور دیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک راعی یعنی گڈریا یا لیڈر ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ خلیفہ تمام مسلمانوں کا لیڈر ہے اور وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔ مرد اپنے اہل وعیال کا لیڈر ہے وہ اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے اور عورت اپنے گھر کی لیڈر ہے تو اُس کی ذمہ دار ہے اور نوکر اپنے آقا کے مال واسباب کا لیڈر ہے وہ اسکا ذمہ دار ہے غرضیکہ تم میں سے ہر ایک لیڈر ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے۔

آج جرمنی کے لیڈر ہٹلر نے انہیں تین بنیادی اصولوں کو لے کر یعنی توحید، جماعت اور امامت کو لیکر ہماری آنکھوں کے سامنے دو سال میں جرمنی کو غلامی کے گڑھے اور کمزوری اور بے بسی کی ذلت سے نکال کر آزاد۔ طاقتور اور قابل عزت بنا دیا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

افسوس کہ ہم تو اپنے اُن اصولوں کو جن کی تعلیم ہمکو ۱۳سو برس پہلے ملی بالکل بھلا دیں اور دوسری قومیں اُنہیں اُصولوں کی مدد سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیں۔ ملک کی تمام تحریکوں تجویزوں وغیرہ کو ایک نظام کے ماتحت بنا دینا یہ بھی ایک قسم کی توحید ہے۔ سب کو ایک رنگ میں رنگدینا یہ بھی توحید ہے۔ جرمنوں نے اپنی تمام تحریکوں اور تعلیمگاہوں۔ اپنی معاشرت اپنی تہذیب اپنے اقتصاد غرض اپنی ہر چیز کو ایک رنگ میں جس کو وہ نیشنل سوشلسٹ رنگ کہتے ہیں رنگ دیا ہے۔ ساری قوم ایک ہوگئی ہے ایک جماعت بن گئی ہے۔ ہماری اسلامی جماعت کا بنیادی اصول ایمان باللہ ہے جن کی ذہنیت کا یہ جزو ہو جائے وہ سب بھائیوں کی ایک جماعت ہے۔ جرمنوں کی جماعت کا بنیادی اصول "ایمان بالدم" یعنی خون پر ایمان ہے یہاں خون سے مراد رشتہ داری ہے۔ خون یعنی رشتہ داری یا وراثت اُن کی اجل یا Destiny کی بنیاد ہے جن کا ایک خود ہے ان کی اجل ایک ہے۔ وہ اپنی قوم اسی اصول پر بنا رہے ہیں اسی وجہ سے تو وہ یہودیوں کو اپنی قوم میں شامل نہیں کر سکتے کیونکہ یہودیوں کی اجل یعنی Destiny دوسری ہے۔ وہ جرمنوں کے ساتھ مل کر ایک جماعت نہیں بن سکتے۔ یہ ذکر میں نے سمجھانے کے لئے کیا۔ ہمارے اسلام میں اُن لوگوں کی جن کو "ایمان باللہ" نے ایک جماعت بنا دیا ہے ایک اجل یا Destiny ہے۔ یہی اصل قوم بن سکتے تھے۔ اسلامی حکومت میں بھی اصل حاکمیت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی۔ غیر مسلمان جزیہ دیکر ہماری حمایت میں رہتے تھے۔ غرض جرمن آج اسلامی اصولوں پر چل رہے ہیں اور دیکھئے کیا کر دیا ہے۔ یہ تمام باتیں میں نے عصمت میں اس لئے لکھی ہیں کہ اس کی پڑھنے والی زیادہ تر مسلمان عورتیں ہیں جن کے ہاتھ میں مسلمان بچوں کی پرورش اور تربیت ہے اگر میرے مضمون کی باتیں اُن کے دلوں میں گڑ جاویں تو وہ اگر چاہیں تو اپنے بچوں کو اس طرح کی تربیت دے سکتی ہیں کہ بچے دل میں یہ خواہش لے کر بڑھنے ہوں کہ وہ اُس اُمت کے اعضا ہیں جس کی اجل یا Destiny تمام عالم کی رہنمائی اور لیڈری ہے تاکہ اُن کے ہر ایک کام میں اور ان کے ہر فعل

میں اُسی آرزو کی جھک پائی جاوے۔ اگر مسلمانوں کی یہی اجل یا Destiny ہے تو وہ کوئی اور اجل یا Destiny اختیار کرکے ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔

عورت کی پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنی قوم کی اجل یا Destiny کے لئے تیار کرے۔ اسی لئے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ صرف اُسی ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے جو اپنی اجل پوری کرے یعنی مسلمان بچوں کو اس طرح اُٹھائے کہ مسلمان لوگ اپنی اجل کی طرف جاسکیں۔ اگر مسلمان عورت ایسا نہیں کریگی تو وہ اپنا فرض اپنی زندگی اپنی پیدائش کا مقصد اپنی اجل پوری نہیں کرے گی۔

میرے اس مضمون سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت گھر کی چار دیواری میں بند رہے۔ بلکہ اُس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے فرائض کو پورا کرنے کے لئے جو کچھ اُس سے ہو سکے کرے۔ بچوں کی پرورش اور تربیت آسان کام نہیں۔ ایک جاہل اور غیر تربیت یافتہ عورت اس کو ہرگز انجام نہیں دے سکتی۔ عصر سعادت میں اسلام زندہ تھا ہر مرد اور عورت کے رگ و ریشے میں اسلام موجود تھا۔ اُن لوگوں کی ہر حرکت بیخبری کی حالت میں بھی صحیح ہوتی تھی۔ سب پر اسلامی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اُن کو ہر چیز میں بقول شخصے "یا توئی یا خوئی تو یا بوئی تو" ہی نظر آتا تھا۔ اب ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہماری لڑکیوں کو خاص تعلیم اور تربیت اور ٹریننگ دی جائے تاکہ وہ اپنا بڑا فرض جیسا کہ چاہیئے انجام دے سکیں۔

میرے اس مضمون سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ عورتیں صرف بچے پیدا کرنے کی مشینیں ہیں۔ مشین کا کام تو صرف یہی ہے کہ کسی چیز کو پیدا کر دیا بس ختم۔ عورت کا بڑا کام تو یہ ہے کہ بچوں کو صحیح تربیت دیں۔ صحیح تربیت کے لئے تربیت گاہ کی فضا کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے جس گھر میں میاں بیوی کے جھگڑے ہوں گھر گندہ ہو ایک طوفان بے تمیزی ہر وقت بپا ہو بھلا اُس گھر میں بچوں کی کیا تربیت ہو سکتی ہے۔ گھر کا لیڈر ہونا آسان بات نہیں بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ ہر عورت گھر کو قوم کی تربیت گاہ نہیں بنا سکتی۔ جس گھر میں بیوی لونڈی یا قیدی ہو وہاں کا کیا ذکر جہاں بیوی میاں کی صاحبہ رفیقہ اور مشیر ہو اور میاں بیوی کی عزت کرے اُس سے محبت کرے وہاں کی فضا ہی میں تربیت موجود ہے۔

نہ میرے اس مضمون سے یہ ثابت ہے کہ مرد عورت سے افضل ہے یا عورت مرد سے۔ بعض باتوں میں دونوں یکساں ہیں بعض میں مرد عورت سے افضل اور بعض میں عورت مرد سے افضل۔ بعض عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں اور بعض مرد بعض عورتوں سے اس قسم کی بحثوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دل دماغ سے یا دماغ دل سے بڑھیا ہے انسان کے لئے دونوں ضروری ہیں اگر کوئی بھی کچھ دیر کام نہ کرے تو انسان کی زندگی کا خاتمہ ہے۔

پس یہ کہنے سے عورت کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اپنی قوم کے بچوں کی پرورش اور تربیت اس طرح کرے کہ وہ قوم اپنی اجل یا Destiny کی طرف جا سکے اسی میں اُس کی ترقی ہے۔ گویا کسی قوم کا اپنی اجل کی طرف جانا اُس قوم کی عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے اس کام کو انجام دینا اس طرح جس طرح کے چاہیئے مسلمان عورت کا سب سے بڑا فرض ہے اُس کی پیدائش اور زندگی کا یہی مقصد ہے۔

میں آیندہ مضامین میں اگر اللہ نے چاہا تو بتاؤں گا کہ یہ خدمت مسلمان عورت کس طرح انجام دے سکتی ہے۔ اس وقت صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ ہمارے تمام مدرسے گو بذات خود کیسے ہی اچھے ہوں ہم کو سمت مخالف میں لئے جا رہے ہیں۔ البتہ ہم کو پڑھنا لکھنا تو آجاتا ہے اور تاریخ جغرافیہ وغیرہ کی وہ باتیں جو ہم پڑھتے ہیں ہم یاد کر سکتے ہیں اور ریاضیات بھی سیکھ سکتے ہیں مگر ہماری قوم کی اجل اور Destiny میں اس تعلیم سے بالکل مدد نہیں ملتی بلکہ بالکل متضاد اور برعکس اثر پڑتا ہے یعنی آم کے درخت کے ساتھ سیب کے درخت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ لہذا ہماری موجودہ تعلیم ناقص نہیں بالکل نکمی اور بیکار اور نہایت مضر اور خطرناک ہے اور ہمارے لیڈروں کی مثال وہی ہے جو اُس مالی کی ہے جو سیب اور انگور اور چیری کی کاشت سے پورا واقف ہے اور وہ انہیں اصولوں سے آم کے پودے کی نگہداشت کر رہا ہے۔ اس آم کے پودے کا خدا حافظ +

(بقیہ صفحہ ۹۵)

حقیقی طور پر وہی حق ہے جو خود شوہر کا۔ کیونکہ شوہر اگر مالی ذرائع کا ذمہ دار ہے تو بیوی بھی ویسے ہی ضروری صیغہ ہائے زندگی کی ذمہ دار ہے اور حقیقت میں دونوں کی حیثیت میں فرق محض خیالی و وہمی ہے۔

یہ بھی صحیح ہے کہ تعلیم کی کمی یا دیگر حالات کی وجہ سے موجودہ صورت حالات اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ اُس میں تبدیلی کرنا آسان نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ موجودہ تعلیم یافتہ لڑکیاں پرانی لکیر کی فقیر بنی رہیں۔ موجودہ حالات ان کے لئے بڑی حد تک موافق ہیں اور اُن سے فائدہ نہ اُٹھانا آپ کا اپنا قصور ہے۔ ہمارے سامنے ایک خوشگوار قومی مستقبل ہے اور ہمیں ایسی مائیں بننا چاہیئے جن کا اثر قومی زندگی پر خوشگوار ہو نہ یہ کہ خیالی وہمی اور خود غرضی کے جذبات کی بنا پر ہم ہمیشہ خاندانی زندگی اور ملکی و قومی فلاح کی راہ میں روڑے اٹکاتے رہیں +

شہربانو

ماں اور بیٹا ہماری سوسائٹی میں

ہماری روایتیں، ادبیات اور مذہبی لٹریچر عورت کے روحانی وقار اور مذہبی مرتبہ کے بیانات سے لبریز ہیں اور ہم سنتے ہیں ماں کے پیر کے نیچے بہشت ہے! یہ ایسا خیال ہے جس کی صحت کے متعلق آج تک کسی نے شک نہیں کیا۔ نسوانیت کے نظریئے ہندوستانی روایات و لٹریچر میں ایسی دلفریب تصویروں کی صورت میں پیش کئے گئے ہیں کہ حقیقی زندگی میں ان تصویروں کی کوئی عملی صورت خواب میں بھی نظر نہیں آتی اور عورت کے ادبی روایتی اور مذہبی تصور اور ذاتی اور سماجی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔

ہماری سوسائٹی میں حقیقت یہ ہے کہ عورت کی اگر کوئی عزت ہے تو صرف ماں کی حیثیت سے یہی وجہ ہے۔ کہ عام ہندوستانی عورت کی سب سے بڑی تمنا یہی رہتی ہے کہ وہ درجہ مادریت پر جہانتک جلد ہو سرفراز ہو جائے۔ عورت لکشمی ہے۔ عورت دیوی ہے اور عورتوں کو بھی ان کے برابر حقوق ہیں۔ مگر یہ وقار و مرتبہ صرف روایتوں اور ادبیات کی حدود کے اندر بند ہیں حقیقی زندگی کی خاردار راہوں پر عورت کا روحانی وقار اسکے لئے مشعل ہدایت بننے سے مجبور ہے کیونکہ سماج کی بندشیں اُس کی راہ میں حائل ہو کر اس کی حیثیت محض رسمی اور خیالی بنا دیتی ہیں۔ لہٰذا ایسی حالت میں ہر عورت کا ماں بننے کے لئے بیچین ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ماں بننا تو یوں ہی عورت کی فطرت کا جزو ہے لیکن سماجی کیفیات جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے عورت کی فطرت کے ایک دوسرے جزو یعنی جذبہ حفاظت Protective instinct کو بھی ہیجان میں لاکر اسکی ماں بننے کی تمنا کو اور زیادہ تیز کر دیتی ہیں کہ عورت دیکھتی ہے کہ سماج و سائٹی میں اسکے لئے سوائے ماں کے اور کسی حیثیت سے کوئی جگہ نہیں ہے۔ محبت مادری کا جوش و تموج فطری کے علاوہ دفاعی جذبہ کے ماتحت بھی عمل میں آتا ہے کیونکہ مجبور و بیچاری و بے بس عورت اس کارزار عالم کی مصنوعی فضا میں اپنے لڑکے کے سوا اور کسی کو قابل اعتبار ہستی نہیں پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اُنہیں بیٹیوں کے مقابلہ میں بیٹوں سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔

مندرجہ بالا بحث ہماری سوسائٹی میں ماں اور بیٹے کے تعلقات پر ایک بڑی حد تک روشنی ڈالتی ہے موضوع بحث حد درجہ دلچسپ ہے اور ماں بیٹوں کے تعلقات۔ ماں کی محبت بیٹوں اور بیٹیوں سے انفرادی اور مجموعی طور پر اور موجودہ حالات کا اثر ہمارے قومی اور سماجی مستقبل پر ایسی بحثیں ہیں جن کا تجزیہ فائدہ اور دلچسپی سے خالی نہیں مگر خوف طوالت تفصیل کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ معمولی اور جزئی فرق اور اختلاف کے ماتحت ہندوستانی سوسائٹی میں ماں اور بیٹے کے تعلقات عام طور یہی ہیں کہ ماں بیٹے کو اپنے لئے مخصوص کر لینا چاہتی ہے اور طفلی سے پیری تک ہر عالم میں اسکی تمنا یہی رہتی ہے کہ اسکا بیٹا پہلے اُسکا رہے پھر کسی دوسرے کا ہو بیٹی کے ساتھ اسکے خیالات ایسے نہیں ہوتے بیٹی کو وہ دوسرے کی ملکیت سمجھتی ہے اور شادی ہونے پر اُسکی تمنا یہی ہوتی ہے کہ بیٹی شوہر کی ہو جائے اور شوہر اس کی بیٹی کا ہو کر رہے مگر بیٹے اور بہو کے ساتھ اسکے خیالات مختلف ہوتے ہیں وہ یہی چاہتی ہے کہ بیٹا پہلے اس کا رہے پھر بہو کا ہو۔ اور یہ ایسی عام حقیقت ہے کہ تفصیل کی محتاج نہیں اور جو خرابیاں اسکی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ مجبوری و بے بسی کا جو جذبہ عورت میں ان خیالات

کی پرورش کرتا ہے وہ ایک دائرے کی صورت میں گردش کرتا ہوا دوسری عورتوں کو بھی اس مجبوری و بے بسی کی حالت میں گرفتار کرا دیتا ہے عام طور پر لڑکے شادی ماں کی خوشنودی کے لئے اور اُس کو اپنے بیٹے کے چاند جیسے مکھڑے پر سہرا دیکھنے کا موقع دینے کے لئے کرتے ہیں۔ زندگی میں شادی کا کیا مقصد ہونا چاہیئے اور وہ انسانوں کو شادی کی بندھنوں میں جکڑنے سے پہلے کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ شادی کرتے وقت عام طور پر لڑکوں کے خیال سے یہ باتیں دور ہوتی ہیں ساس بہو کے جھگڑے۔ آپس کی نا اتفاقیاں آیندہ زندگی کو ناکامیاب بنا دیتی ہیں اور یہ صورت حال اب اتنی پختہ ہوگئی ہے کہ پڑھی لکھی لڑکیاں بھی ان حالات کو فطری سمجھ کر زندگی کی خرابیوں کے بھنور میں پھنس کر نکلنے کی کوشش نہیں کرتیں اور بیٹے کی محبت کے سامنے شوہر اور دوسروں کی محبت کو کمتر سمجھتی ہیں۔ خوش قسمتی سے انہیں تعلیم یافتہ شوہر بھی ملتے ہیں جو ان کو انکے حقوق دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ خود انہیں بھی یہ صلاحیت ہوتی ہے صورت حالات کو سمجھ کر بیٹے کی انتہائی محبت کے نتائج پر غور کر کے بڑی حد تک غیر فطری اور مصنوعی حالات کی بنا پر ہوتی ہے اپنی اولاد سے خواہ وہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں برابر کا برتاؤ کریں لیکن وہ اپنی صلاحیت کا استعمال نہیں کرتیں اور ملک و قوم کے حق میں اور خاندان والوں کے حق میں انصاف پسند اور فطری مائیں بننے کے بدلے وہ اپنی محبت کا سیلاب صرف خود غرضی اور اپنی عزت و حیثیت بڑہانے کے ماتحت جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے بیٹوں پر صرف کر دیتی ہیں۔

نتیجہ اسکا ظاہر ہے ساس بہو کے جھگڑے شوہر سے اختلافات (جنکو وہ جذبہ جاہلیت کے ماتحت ایک محبت کرنے والے شریک زندگی کے بدلے جابر سخت دل اور خود پسند حاکم خیال کرتی ہیں۔) اور اکثر حالتوں میں دوسرے بچوں کے درمیان ماں کی کمی و زیادتی محبت کی بنا پر حسد و نفاق کے جذبے پیدا ہوتے ہیں۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں ایسے واقعات سے جنہیں ماں باپ کی وہمی اور خیالی تفریق محبت نے اولاد کے درمیان خون کے دریا بہا دیئے ہیں۔

دوسری خرابی اس سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ ماں کی بچے سے بیجا محبت اس میں جذبہ خودداری، اپنی مدد آپ کرنے کی صلاحیت اور ملک و قوم کے لئے مفید بننے کی اہلیت فنا کر دیتی ہے اگر آپ ایک ہندوستانی نوجوان کا دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے جوانوں سے مقابلہ کریں گی تو یہی نتیجہ ظاہر ہوگا کہ دونوں میں زندگی کے مراحل طے کرنے کی اہلیت بڑی حد تک ایک دوسرے سے کم و بیش ہے۔ ایسے واقعات عام طور پر پائے جائیں گے کہ چودہ یا پندرہ برس کے سن تک کے بچے بھی اپنی ضروریات کے لئے ماؤں کی توجہ کے مستحق ہیں اور اس طرح کے مرزا پھویا ہماری سوسائٹی میں سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ملیں گے۔ ہمارے قومی انحطاط کی ایک بڑی وجہ ہمارے نوجوانوں میں خود اعتمادی اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت کی کمی ہے۔

میرے خیالات ممکن ہے بعض لوگوں کو غیر معمولی معلوم ہوں لیکن اگر ان پر غور کیا جائے گا تو وہ بے حقیقت ثابت نہ ہونگے۔ ہماری سوسائٹی کا ایک بڑا روگ یہ ہے کہ سمجھ رکھنے پر بھی لوگ اس کا استعمال کرنا نہیں چاہتے اور صورت حالات کو قسمت کا عطیہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں محبت کا جذبہ اولاد کے لئے یکساں دیا ہے اور بیٹے و بیٹی کی تفریق کی وجہ وہی ہے جس کا تجزیہ میں اوپر کر چکی ہوں۔ ماں باپ کا جیسا بیٹے پر حق ہے وہی حق بیٹی پر بھی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے (کہ بیٹا) اقتصادی حیثیت سے ماں باپ کے لئے زیادہ مفید ہے لیکن اگر بیٹی بھی سمجھدار شوہر رکھتی ہے تو اقتصادی حیثیت اس کی بیٹے سے کم نہیں ہوسکتی کیونکہ شوہر کے مال پر اُس کا بھی

(بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

نکاح دُختران اِسلام

بیٹی کی پیدائش پر عزیز و اقارب اور والدین کو جو فکر پیدا ہو جاتا ہے وہ صرف بیٹی کے مستقبل کی خوشگوار آئندگی کا خیال اور خوف ہوتا ہے کہ اس کے نصیب اچھے ہوں اور اس کا پالا کسی شریف النفس خاندان کے فرد سے پڑے تاکہ بیٹی خوش بخت زندگی بسر کر سکے۔ ورنہ اولاد تو کیا بیٹا اور کیا بیٹی دونوں ایک ہی شجر کے ثمر ہوتے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ بیٹی کی زندگی کی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھ میں دینی پڑتی ہے۔ اور نہ صرف بیٹی کی عزت و عصمت کا پاسبان ایک غیر شخص ہوتا ہے بلکہ والدین کی ننگ و ناموس بھی بیٹی کی بدولت دوسرے کے اختیار میں ہو جاتی ہے۔ بس اسی بات کا خوف و ہراس بیٹیوں سے نفرت دلانے کا باعث ہوتا ہے۔ کہ یا خدا اس عزت و آبرو کی گاڑی کے پاسبان اسے سلامت روی سے منزلِ مقصود تک پہنچانے والے ثابت ہوں۔

لڑکی کے سنِ بلوغت کو پہنچنے کا زمانہ والدین کے لئے اور بھی سوہانِ روح بن جاتا ہے کہ کسی طرح جلدی نکاح کے بارِ عظیم سے سبکدوش ہو جائیں (جو کہ اکثر محض فرض خیال کر کے یا ایک دنیاوی رسم سمجھ کر ادا کیا جاتا ہو) دراصل یہی وقت ایک غریب معصوم لڑکی کے مُستقبل کی بہتری فلاح و بہبودی اور اُس کی زندگی کو تباہی و بربادی سے بچانے یا سوچنے سمجھنے کا ہوتا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ اکثر بعض بچارے بھولے کہوں یا کوتاہ بین ناتجربہ کار والدین اِنتخاب بَر کے وقت بالعموم اس بات کا خیال مُطلق نہیں رکھتے۔ کہ لڑکی لڑکے کی طبیعت میں خیالات اور معاشرت میں زمین و آسمان کا فرق نہ ہو۔ شادی کا مقصد محض ایک فرض یا کنبہ داری کا بھرم اور لاج نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ شادی کا مقصد تو حقیقی زندگی کی رُوحانی مسرّت و شادمانی و فلاح دارین ہے جس پر دونوں فریق کی زندگی اور موت کا انحصار ہوتا ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہندوستان کی ۹۰ فیصدی شادیاں محض ناکام ثابت ہو رہی ہیں اکثر بچاری معصوم لڑکیوں کی زندگیوں کی تباہی و بربادی کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ کمخواب میں گاڑھے کا پیوند لگایا جاتا ہے۔ اور لڑکی کی جس ماحول میں پرورش ہوتی ہے یا جیسی اُس کی تعلیم و تربیت ملتی ہے یا جس معاشرت میں لڑکی نے آنکھ کھولی اور جوان ہوئی اُسکا لحاظ شریک زندگی تلاش کرتے وقت نہیں رکھا جاتا۔ فریضۂ نکاح کی ادائیگی کی عُجلت میں اکثر ہم سنی تک کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اور جس بات پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور بنظر احسن دیکھا جاتا ہو وہ صرف مادی چمک دمک یعنی دولتمندی اور ظاہری جاہ وحشم ہے۔

دولتمند روپیہ پیسہ والے رشتوں میں خواہ سیرت کے اور دوسرے پہلوؤں کے ہزاروں ذاتی نقائص کیوں نہ موجود ہوں لیکن دولت کی چمک کے آگے ماند نظر آتے ہیں۔

مگر بہنیں اہل نظر کے نزدیک انسان کا شرف دولتمندی اور ظاہری جاہ وحشم نہیں ہونا چاہئے بلکہ انسان کی کسوٹی "انسانیت" ہے انسان کی بزرگی اُسکے کریکٹر میں مُضمر ہے۔ بیشک جس انسان کی سیرت اعلیٰ اور مقدس ہے وہ جنگل بیابانوں میں رہ کر اور بحالت افلاس بھی اشرف وممتاز ہوسکتا ہے اور جس انسان کی سیرت میں نقائص ہیں وہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھا کر اور محلوں میں بس کر بھی حیوان مطلق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے مادّی شرف واحترام کو ہر وقت زوال کا خطرہ ہے اس کو چور ڈاکو ایک منٹ میں فقیر بنا سکتے ہیں۔ اور اسکے عالیشان محلوں کو زلزلہ کی ایک جنبش یا آگ کا ایک شعلہ نیست ونابود کرسکتا ہو لیکن جن خوش قسمت افراد کے حصے میں سیرت اعمال کی دولت آئی ہے وہ ہمیشہ ممتاز واشرف ہیں دنیا میں ان کی بزرگی اور اچھے اعمال وخصائل کو کسی غنیم کا خطرہ نہیں ان کے خزائن نہ لوٹے جاسکتے ہیں اور نہ اُن کی روحانی عمارت کو زلزلہ وغیرہ سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹیاں نادار ومفلس اشخاص کے نکاح میں دے دی جائیں۔ نہیں بلکہ امارت وخوشحالی کے علاوہ جو بات غور وفکر اور توجہ کے قابل ہے وہ انسان کی اعلیٰ سیرت اور عمدہ کریکٹر ہے۔ جسے انتخاب بر کے وقت ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ دوسرے ہم سنی کا خیال رکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔

عصمتی بہنیں حضور نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ پہ غور فرمائیں نکاح فاطمۃ الزہرا کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے بھی درخواست کی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان سے فضیلت میں بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ مگر حضورؐ نے یہ جواب فرمایا کہ فاطمہ رض کمسن ہے۔ یہ رشتہ میرے خیال میں ٹھیک نہ ہوگا" علاوہ ازیں اور بھی بڑے بڑے امیروں رئیسوں کی درخواستیں رد کردیں پھر حضرت علی رض ایسے بیکس اور تنگ دست کو اپنی عاطفت میں لے لینا منظور فرمالیا۔ حضرت رسول اکرم خود جیسی روحانی دولت سے مالامال تھے ویسے ہی اپنے ہونے والے داماد کو اعلیٰ سیرت کا مالک دیکھنا چاہتے تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ دولت دنیا سے قطعًا بے نیاز تھے۔ ہاں اخلاق واعمال کا خزینہ ان کا اپنا تھا توکل ورضا۔ قناعت اور شجاعت ان پر فدا تھے اور ان کے پاس صبر وقناعت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

یہی وہ اُسوۂ حسنہ ہے جس کی اُمت مرحومہ کو ضرورت شدید ہے۔ اور اسی اسوۂ حسنہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے خانگی تعلقات میں کشیدگی ظہور میں آرہی ہے۔ آجکل کے والدین انتخاب شوہر یعنی بیٹی کے شریک زندگی کی تلاش میں اس کی سیرت کی بجائے اس کی صورت ودولت کو دیکھتے ہیں اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکثر معصوم لڑکیاں سیرت اعمال اور اعلیٰ اخلاق اور عمدہ صفات سے کورے اشخاص کی زوجیت میں آکر ساری عمر والدین کے حسن انتخاب کو دعائیں دیتی ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کے نکاح میں ارباب نظر کے لئے یہ بیش قرار نکتہ ہے کہ لڑکی کے نکاح کے سلسلہ میں لڑکے والوں کی مادّی چمک دمک کا لحاظ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ لڑکے کے کریکٹر کا خیال رکھنا سب سے ضروری ہے کیونکہ انسان کا امتیاز اُسکا کریکٹر ہے۔ بیشک اجناب رسول مقبول نے اپنے جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا کو حضرت علی رض کی زوجیت میں دیکر گویا اپنی امت کے لئے روشنی کا غرابت آفریں مینار قائم کردیا۔ نکاح دختران اسلام کے سلسلہ میں حضور رسول مقبول کے اسوۂ حسنہ کی امت مرحومہ کو پیروی کرنے کی سخت ضرورت ہی۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپورتھلہ

تاتاری شادی

ٹوکیو میں جس قدر بھی تاتاری مقیم ہیں ان سب سے قریب قریب ہماری ملاقات ہے۔ عیدین کے موقع پر تو ہمیشہ ان لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے ویسے بھی یہ لوگ اپنے قومی جلسوں اور تقریبوں میں ہمیں یاد رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک تاتاری شادی میں ہم شریک ہوئے اور اسی شادی کے حالات حوالہ قلم کر رہی ہوں۔

شادی کا بلاوا ایک بجے دن سے تھا اور نکاح کے بعد کھانے کی دعوت تھی۔ اس تقریب کے لئے ایک وسیع عمارت میں چند کمرے کرائے پر لئے گئے تھے۔ وہیں جملہ مہمان مع دولہا دلہن کے جمع ہوئے۔ ڈھائی بجے تک سب مہمان جمع ہو چکے تھے۔ کل نفوس جن میں مرد عورت بچے بالے شامل تھے نوّے کے قریب ہوں گے۔ مہمانوں میں جرمن۔ جاپانی۔ ہندوستانی سب ہی شریک تھے۔

ایک بڑے کمرے میں کھانے کی میزیں چنی ہوئی تھیں۔ ڈھائی بجے کے عمل میں نوشاہ کی والدہ اور کچھ رشتہ دار آتے ہوئے نظر آئے۔ دلہن کی رشتہ دار عورتوں نے سمدھنوں کا مہمانوں سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد سامنے کی میز پر سمدھنوں کو بٹھایا گیا اور اُسی میز پر جس قدر مہمان بیٹھ سکے بیٹھے۔ باقی دیگر میزوں کے گرد جا بیٹھے۔ چند منٹ میں آگے دولہا دلہن اور پیچھے نوجوان لڑکے لڑکیوں کی دوہری قطار خراماں خراماں آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ سب سماں بڑا دلفریب تھا۔ دلہن سفید ریشم کے یورپین لباس میں ملبوس تھی۔ سر برہنہ تھا البتہ سفید جالی کی دہری نقاب جو پیروں سے کہیں زیادہ نیچے لٹک رہی تھی پشت پر پڑی ہوئی تھی۔ اس جالی کا اوپر کا حصہ جھالر کی شکل میں گُدھی سے اوپر سر پر بندھا ہوا تھا۔ سفید کپڑے کے مصنوعی پھولوں کی تین لڑیاں بھی سر پر بندھی ہوئی تھیں۔ بال یورپین طرز پر ترشے ہوئے تھے۔ جالی کی نقاب کا بڑا حصہ جو پشت پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا ایک ایک سرا دو چھوٹے چھوٹے لڑکے پکڑے کھڑے تھے اور یہ لڑکے دولہا کے رشتہ دار تھے۔ دلھن کا ایک ہاتھ دولہا کے ہاتھ میں تھا دوسرے ہاتھ میں ایک خوشنما گلدستہ تھا جس میں کارنیشن کے سفید و زرد گلابی پھول اور نہایت باریک خوبصورت پتیاں تھیں۔ اسی گُلدستے میں پتلے پتلے سفید ریشم کے فیتے پیروں تک لٹک رہے تھے۔ غرضیکہ یہ گلدستہ نہایت خوبصورت تھا۔ دولہا خاکی سوٹ زیب تن کئے ہوئے تھا اس کے سینہ پر سفید کپڑے کا مصنوعی پھول لگا ہوا تھا۔ دلہن کے پیچھے جن لڑکے لڑکیوں کی قطار تھی ان سب کے سینوں پر بھی سفید مصنوعی پھول لگے ہوئے تھے۔ تاتاری دوستوں نے بتایا کہ ان لڑکے لڑکیوں نے دلہن بنانے اور اُس کے ہر کام میں مدد کی ہے اس لئے یہ دلہن کے پیچھے کھڑے ہیں اور یوں ہی انکو پھول ملے ہیں۔

دولھا دلہن قاضی صاحب کے روبرو آکر کھڑے ہوگئے۔ اول قاضی صاحب نے اپنے بیگ میں سے ایک تحریر نکالی اور اُسے پڑھ کر دولھا دلہن کو سنایا۔ یہ نکاح نامہ تھا۔ قاضی صاحب نے پہلے دلہن سے دریافت کیا اُس نے لفظ رضا کہکر قبولیت کا اظہار کیا۔ بعدازاں دولھا سے دریافت کیا اس نے بھی اسیطرح اپنی قبولیت کا اظہار کیا اس کے بعد دلہن کے باپ اور وکیل سے نکاح نامہ پر دستخط کرائے گئے۔ پھر دولھا کی طرف سے دو آدمیوں کے دستخط کرائے گئے۔ گویا نکاح نامہ اور اُس کی نقل پر چار چار آدمیوں کے دستخط ہوئے علہ نکاح ختم ہونے پر ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی گئی اس دعا میں دولھا دلہن بھی شامل تھے۔ پھر قاضی صاحب نے قرآن شریف کی سورۃ پڑھ کر ترکی زبان میں خطبہ پڑھا اس خطبہ میں ہم صرف الفت و محبت کے الفاظ سمجھ سکے۔ قاضی صاحب کے بعد دولھا دلہن کے قریبی رشتہ داروں نے مختصر سی تقریریں کیں۔ ان میں بھی الفت و محبت کا ذکر تھا۔ اسی دوران میں دولھا کی بہن نے دلہن کے منہ پر جالی کا چھوٹا حصہ سر پر سے ڈالدیا تھا۔ دعا کے ختم ہونے پر اُسے پھر پُشت پر اُلٹ دیا۔

مہر ڈیڑھ ہزار ین تھا دولھا اچھا خاصہ خوش حال ہے۔ ہمارے تاتاری احباب نے یہ بتایا کہ عام طور سے ڈیڑھ ہزار ین کا مہر ہوتا ہے۔ غریبوں میں اس سے کم بھی ہوتا ہے۔ اس رقم میں سے پانسو ین دولھا پہلے ادا کر دیتا ہے۔ اسی رقم میں سے دلہن والے شادی کی دعوت اور دوسرے اخراجات اُٹھاتے ہیں۔ مہر کی باقی رقم دولھا پر فرض رہتی ہے جو وہ بعد میں اپنی سہولت سے ادا کرتا رہتا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی طرح بعض نا دہند تاتاری ایسے بھی ہوتے ہیں جو بقیہ رقم کی ادائیگی کا نام نہیں لیتے۔ دلہن کے جوڑے کی رقم اس کے علاوہ ہے۔ اس شادی میں دوسو ین دلہن کے جوڑے کے لئے دیئے گئے تھے۔ زیور تاتاریوں میں پہنا نہیں جاتا اس لئے اس کا کوئی جھگڑا نہیں۔ البتہ دلہن کے ہاتھ میں سونے کا ایک گول چھلّا ضرور تھا۔

تقریباً آدھ گھنٹہ تک دولھا دلہن مع لڑکے لڑکیوں کی جماعت کے کھڑے رہے۔ نکاح کے بعد دلہن کے والد نے سب سے پہلے کاغذ میں بندھے ہوئے کچھ سکّے قاضی صاحب کی نذر کئے۔ پھر ان کی بیوی کو جو قاضی صاحب کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بعدازاں اس میز پر جس قدر معمّر عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں سب کو ایک ایک پڑیا دی یہاں تک کہ دولھا کی ماں کو بھی ایک پڑیا دی گئی۔ نکاح کے وقت دلہن کی والدہ اور والد آب دیدہ ہوئے۔ پھر دولھا دلہن اُسی راستہ سے اور اُسی صورت سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے روانہ ہوئے اور ان کے پیچھے لڑکے لڑکیوں کی قطار چلی۔ دولھا دُلہن کے لئے بڑے کمرے کے متصل ایک کمرہ آراستہ تھا۔ اسی میں ان دونوں کے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ دولھا دلہن اسی کمرے میں جا کر کھڑے ہوگئے اور سب مہمان ایک ایک کرکے کمرہ میں گئے۔ اور دولھا دلہن کو مبارک باد دے کر مصافحہ کیا۔ دلہن

علہ اس شادی کے ایک ہفتہ بعد ہمیں تاتاریوں کی ایک دوسری شادی میں شرکت کا موقع ملا۔ اس میں نکاح نامہ پر پہلے دلہن سے دستخط کرائے گئے پھر دولھا سے اور بعد میں دیگر حضرات سے ✦

نہایت خندہ پیشانی مہمانوں سے خوشی خوشی ہاتھ ملا رہی تھی علیٰ ہذا دولھا۔

جب سب دولھا دلہن سے مِل چکے تو پھر اپنی اپنی نشستوں پر آبیٹھے اور کھانا شروع ہوا۔ اس روز پہلی مرتبہ تاتاری پلاؤ کھایا۔ بہت لذیذ تھا گوشت اور میوہ موجود تھا۔ پلاؤ میں نمکین اور شیریں دونوں مزے تھے۔ اس کے علاوہ اور کئی قسم کا کھانا تھا۔ کھانے کے بالکل آخر میں تاتاری کیک جس کا نام "چک چک" ہے ایک بڑی کشتی میں جما ہوا میز پر لایا گیا۔ قاضی صاحب نے ایک بڑی چھری سے کاٹا اور تمام مہمانوں کو کھلایا گیا۔ یہ کیک دیکھنے میں بڑا خوبصورت ہوتا ہے اور مزے میں بھی نہایت عمدہ کیک کی لمبائی گز بھر کے اندر ہوگی اسی کے مطابق چوڑا اور اونچا تھا۔ کیک کھانے کے بعد ایک صاحب نے مہمانوں کے سامنے ایک کشتی پھرائی اور سب مہمانوں نے کچھ نہ کچھ نقد رقم اس کشتی میں ڈالی اور کھانا ختم ہوا۔

کھانے کے بعد دولھا دلہن مع لڑکے لڑکیوں کی جماعت کے دکان پر تصویر اُتروانے گئے۔ چھ ساڑھے چھ بجے واپس آئے۔ پھر دولھا دلہن کی تصویر مع تمام مہمانوں کے کھینچی گئی۔ اب دولھا دلہن بڑے کمرے میں سمدھنوں والی میز پر بیچ میں برابر کرسیوں پر بیٹھے۔ اور چائے فواکہات سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ چائے کے دوران میں ایک شخص نے کھڑے ہوکر بہت سے تار اور خطوط پڑھے جو عزیزوں دوستوں کی طرف سے مبارکباد کے وصول ہوئے تھے اور وہ شادی میں شرکت نہ کرسکتے تھے۔

ایک میز پر بہت سے تحفے موجود تھے۔ اور یہ سب کپڑے تھے یہانتک کہ دو اور کوٹوں کا کپڑا بھی تحفوں میں آیا تھا۔ یہ تحفے دلہن کے والدین بھائی بہن بہنوئی بھانجے بھانجیوں اور شادی کرانے والے شخص کی طرف سے تھے۔ دولھا کو دلہن نے سوٹ کا کپڑا قمیص وغیرہ دیا تھا دلہن کے بہنوئی نے بھی ہم زلف کو قمیص ٹائیاں وغیرہ دی تھیں۔ دولھا کی اماں اور پھوپی کو بھی جوڑا دیا گیا تھا۔ اسیطرح دولھا کی طرف سے دلہن کو کپڑے تحفے میں آئے تھے اور شادی کروانے والے شخص نے بھی دولھا دلہن کو جوڑا دیا تھا۔ ہر تحفہ ایک بکس میں بند تھا اور اُس بکس پر دینے والے کا نام لکھا ہوا تھا۔

چائے کے بعد ناچ گانا ہوا۔ تاتاری لڑکیاں کبھی خود ناچتی تھیں کبھی گاتی تھیں۔ ان کے اکثر ناچ تاتاری تھے۔ بعض یورپین ناچ بھی ناچے گئے۔ جن میں کبھی دو لڑکیاں ملکر ناچتی تھیں۔ کبھی ایک لڑکا ایک لڑکی اور کبھی بھائی بہن ملکر ناچتے تھے۔ کچھ تاتاری مرد سارنگی اور بیلا بجا رہے تھے۔ مرد بھی ناچ رہے تھے حتیٰ کہ فرطِ مسرت سے دلہن کے باپ نے بھی ناچنا شروع کردیا۔ دلہن اکثر ناچ گانے پر تالیاں بجا رہی تھی۔ آخر میں دلہن کی بہنوں نے کھڑے ہوکر بڑی غم سوز آواز میں تاتاری الوداع گائی۔ باوجود سمجھ میں کچھ نہ آنے کے دل پر اثر ہوا۔ اس دفعہ دلہن کے بھی آنسو بہہ نکلے۔ دولھا صاحب قریب ہی بیٹھے تھے انہوں نے دلہن کی تسلی کی۔ رات کے دس بجے تک شادی کا جلسہ رہا۔

مسز برلاس

خواتین عہد سلف

کبھی ہندوستان کو ناز تھا مسلم خواتین پر — کہ اِن کے دم سے تھی بزمِ وطن کی جلوہ سامانی
وہ اِس دنیا کی حوریں، وہ ستارے چرخِ عصمت کے — مٹا دیتی تھی داغِ معصیت تک جن کی تابانی
جنہیں قدرت نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا تھا — نزاکت گُل کی جن کو دی تھی اور جگنو کی لمعانی
تدبّر جن کی فطرت میں تھا دولت جن کے قدموں میں — جو شاہوں کو سکھا دیتی تھیں آئینِ جہاں بانی
ترحّم جن کی خلقت میں، تبسم جن کی عادت میں — گناہوں میں مُروّت دل میں اُلفت کی فراوانی
اگر وہ رزم میں اُتریں تو بن کر شیرِ نر اُتریں — اگر وہ بزم میں آئیں تو ہو کر مریم ثانی
جو کی تصنیف تو جوہر دکھائے فنِ انشا کے — جو مضمون تھا وہ یکتا تھا جو فقرہ تھا وہ لاثانی
مقرر مثلِ آئینہ کھڑے خاموش تکتے تھے — لبِ معجز نما سے جب کبھی کی گوہر افشانی
کبھی نکلیں تو پروانہ کی صورت چارہ سازی کو — جو گھر آئیں تو آ کر بن گئیں شمعِ شبستانی
انہیں کی ذات تو سکین و بے کس کا سہارا تھی — اِنہیں کے دم سے تو آراستہ تھا قصرِ سُلطانی
انہیں کی وجہ سے چرچے تھے گھر گھر علم و صنعت کے — انہیں کی وجہ سے تھا قوم میں کچھ جوشِ ایمانی
یہی مردوں کے دل سے دُور کرتی تھیں کدورت کو — نہ دیکھی جاتی تھی اِن سے کسی کی خانہ ویرانی
بچا لیتی تھیں بہنیں سلطنت کو اک اشارے سے — منا کر روٹھے شہزادوں کو دم بھر میں بآسانی
کہاں ہے اب جہاں آرا کہاں ہے گلبدن بیگم — کہاں ہے چاند بی بی کا درخشاں عہدِ نسوانی
کوئی بھی آہ اب باقی نہیں اس اُجڑے گلشن میں — یہ کلیاں خاک ہونے کو ملی تھیں خاک مدفن میں

محمود۔ اسرائیلی

نہایت خندہ پیشانی مہمانوں سے خوشی خوشی ہاتھ ملا رہی تھی علی ہذا دولھا۔

جب سب دولھا دلہن سے مل چکے تو پھر اپنی اپنی نشستوں پر آ بیٹھے اور کھانا شروع ہوا۔ اس روز پہلی مرتبہ تاتاری پلاؤ کھایا۔ بہت لذیذ تھا گوشت اور میوہ موجود تھا۔ پلاؤ میں نمکین اور شیریں دونوں مزے تھے۔ اس کے علاوہ اور کئی قسم کا کھانا تھا۔ کھانے کے بالکل آخر میں تاتاری کیک جس کا نام "چک چک" ہے ایک بڑی کشتی میں جما ہوا میز پر لایا گیا۔ قاضی صاحب نے ایک بڑی چھری سے کاٹا اور تمام مہمانوں کو کھلایا گیا۔ یہ کیک دیکھنے میں بڑا خوبصورت ہوتا ہے اور مزے میں بھی نہایت عمدہ کیک کی لمبائی گز بھر کے اندر ہوگی اسی کے مطابق چوڑا اور اونچا تھا۔ کیک کھانے کے بعد ایک صاحب نے مہمانوں کے سامنے ایک کشتی پھرائی اور سب مہمانوں نے کچھ نہ کچھ نقد رقم اس کشتی میں ڈالی اور کھانا ختم ہوا۔

کھانے کے بعد دولھا دلہن مع لڑکے لڑکیوں کی جماعت کے دکان پر تصویر اتروانے گئے۔ چھ ساڑھے چھ بجے واپس آئے۔ پھر دولھا دلہن کی تصویر مع تمام مہمانوں کے کھینچی گئی۔ اب دولھا دلہن بڑے کمرے میں سمدھنوں والی میز پر بیچ میں برابر کرسیوں پر بیٹھے۔ اور چائے فواکہات سے مہانوں کی تواضع کی گئی۔ چائے کے دوران میں ایک شخص نے کھڑے ہوکر بہت سے تار اور خطوط پڑھے جو عزیزوں دوستوں کی طرف سے مبارکباد کے وصول ہوئے تھے اور وہ شادی میں شرکت نہ کر سکتے تھے۔

ایک میز پر بہت سے تحفے موجود تھے۔ اور یہ سب کپڑے تھے یہاں تک کہ دو اور کوٹوں کا کپڑا بھی تحفوں میں آیا تھا۔ یہ تحفے دلہن کے والدین بھائی بہن بہنوئی بھانجے بھانجیوں اور شادی کرانے والے شخص کی طرف سے تھے۔ دولھا کو دلہن نے سوٹ کا کپڑا قمیض وغیرہ دیا تھا دلہن کے بہنوئی نے بھی ہم زلف کو قمیض ٹائیاں وغیرہ دی تھیں۔ دولھا کی اماں اور پھوپی کو بھی جوڑا دیا گیا تھا۔ اسیطرح دولھا کی طرف سے دلہن کو کپڑے تحفے میں آئے تھے اور شادی کروانے والے شخص نے بھی دولھا دلہن کو جوڑا دیا تھا۔ ہر تحفہ ایک بکس میں بند تھا اور اُس بکس پر دینے والے کا نام لکھا ہوا تھا۔

چائے کے بعد ناچ گانا ہوا۔ تاتاری لڑکیاں کبھی خود ناچتی تھیں کبھی گاتی تھیں۔ ان کے اکثر ناچ تاتاری تھے۔ بعض یورپین ناچ بھی ناچے گئے۔ جن میں کبھی دو لڑکیاں ملکر ناچتی تھیں۔ کبھی ایک لڑکا ایک لڑکی اور کبھی بھائی بہن ملکر ناچتے تھے۔ کچھ تاتاری مرد سارنگی اور بیلا بجا رہے تھے۔ مرد بھی ناچ رہے تھے حتیٰ کہ فرط مسرت سے دلہن کے باپ نے بھی ناچنا شروع کر دیا۔ دلہن اکثر ناچ گانے پر تالیاں بجا رہی تھی۔ آخر میں دلہن کی بہنوں نے کھڑے ہوکر بڑی غم سوز آواز میں تاتاری الوداع گائی۔ باوجود سمجھ میں کچھ نہ آنے کے دل پر اثر ہوا۔ اس دفعہ دلہن کے بھی آنسو بہہ نکلے۔ دولھا صاحب قریب ہی بیٹھے تھے انہوں نے دلہن کی تسلی کی۔ رات کے دس بجے تک شادی کا جلسہ رہا۔

مسز برلاس

خط و کتابت کے وقت جدید خریداری نمبر ضرور لکھیئے۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوسکے گی۔ منیجر

خواتین عہد سلف

کبھی ہندوستان کو ناز تھا مسلم خواتین پر — کہ ان کے دم سے تھی بزم وطن کی جلوہ سامانی
وہ اِس دنیا کی حوریں، وہ ستارے چرخ عصمت کے — مٹا دیتی تھی داغ معصیت تک جن کی تابانی
جنہیں قدرت نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا تھا — نزاکت گُل کی جن کو دی تھی اور جگنو کی لمعانی
تدبّر جن کی فطرت میں تھا دولت جن کے قدموں میں — جو شاہوں کو سکھا دیتی تھیں آئین جہاں بانی
ترحّم جن کی خلقت میں، تبسم جن کی عادت میں — گناہوں میں مُروّت دل میں اُلفت کی فراوانی
اگر وہ رزم میں اُتریں تو بن کر شیر نر اُتریں — اگر وہ بزم میں آئیں تو ہو کر مریم ثانی
جو کی تصنیف تو جوہر دکھائے فنِ انشا کے — جو مضمون تھا وہ یکتا تھا جو فقرہ تھا وہ لاثانی
مقرر مثل آئینہ کھڑے خاموش تکتے تھے — لب معجز نما سے جب کبھی کی گوہر افشانی
کبھی نکلیں تو پروانہ کی صورت چارہ سازی کو — جو گھر آئیں تو آکر بن گئیں شمع شبستانی
انہیں کی ذات تو سکین و بےکس کا سہارا تھی — انہیں کے دم سے تو آراستہ تھا قصرِ سلطانی
انہیں کی وجہ سے چرچے تھے گھر گھر علم و صنعت کے — انہیں کی وجہ سے تھا قوم میں کچھ جوش ایمانی
یہی مردوں کے دل سے دُور کرتی تھیں کدورت کو — نہ دیکھی جاتی تھی اِن سے کسی کی خانہ ویرانی
بچا لیتی تھیں بہنیں سلطنت کو اک اشارے سے — مناکر روٹھے شہزادوں کو دم بھر میں بآسانی
کہاں ہے اب جہاں آرا کہاں ہے گلبدن بیگم — کہاں ہے چاند بی بی کا درخشاں عہد نسوانی
کوئی بھی آہ اب باقی نہیں اس اُجڑے گلشن میں — یہ کلیاں خاک ہونے کو ملی تھیں خاک مدفن میں

محمود اسرائیلی

نسوانی نصاب تعلیم

از کپتان نصیر الدین احمد صاحب

گذشتہ اشاعت کے آگے

نسوانی زندگی کا مذہبی پہلو

مسلمانوں کے دو گروہ فی زمانہ ہمیں دو مختلف الخیال لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ایک ایسے علما اور مسلمانوں کا گروہ کہ جو حصول علم کو ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے فرض تو مانتے ہیں لیکن علم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم سے مراد خصوصاً عورتوں کے لئے "مذہبی علم ہے"؛ دوسرا گروہ اُن روشن خیال لیڈیز اور جنٹلمین کا ہے کہ جو زندگی کے کسی دنیوی پہلو کو مذہب کے رنگ میں نہیں دیکھنا چاہتے بلکہ جن کی خواہش یہ ہے کہ جب خانگی، معاشرتی یا سیاسی معاملات کی بحث ہو تو مذہب کو ان سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے، مذہب مذہب ہے اور اس کی حدود ہی میں رہنے دینا چاہئے کیونکہ ہر مسئلہ زندگی کو مذہب کی روشنی میں دیکھنا ترقی کے منافی اور وقتی تہذیب کے خلاف ہے۔ اگر پہلا گروہ مسلم قوم کے جمود و سکوت کا ذمہ دار ہے تو دوسرا گروہ قلیل التعداد سہی لیکن اپنے خیالات کی نشر و اشاعت میں کامیاب ہو جانے پر مسلم سوسائٹی کے شیرازہ کو درہم برہم کر دے گا اور دنیا میں اسلام کی بھی وہی گت بن جائے گی جو عیسائیت کی یوروپ میں ہے جدید گروہ کی لا مذہبیت ہمیں اس خیال کے گروہ کی ایک مثال "عصمت" ہی کے صفحات پر مل چکی ہے، کتاب "پردۂ تعلیم" پر تنقید کرنے والی خاتون گو روزانہ تلاوت کلام اللہ کرتی ہیں، حدیث و قرآن شریف کو مولویوں سے کہیں زیادہ سمجھتی ہیں، حد سے زیادہ آزاد خیال بھی نہیں ہیں۔ اسلام سے ہٹنا بھی نہیں چاہتیں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی بھی دل سے خواہاں ہیں لیکن جس طرح ترقی یافتہ یوروپ نے عیسائیت کو گرجے کی دیواروں میں محفوظ کر رکھا ہے اور مذہب کو اپنے لئے عیسائی کہلانے، گرجوں میں گانا گانے اور پادریوں کی شاندار پریڈ کے لئے محدود کر دیا ہے، اسی طرح یہ خاتون بھی چاہتی ہیں کہ کلام اللہ کو روزانہ پڑھنے کے لئے رکھا جائے اور حدیث کو پڑھ چکنے کے لئے لیکن اپنی معاشرتی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے "قرآن و حدیث دونوں کو بالائے طاق رکھدیا جائے" "قرآن کے حوالے کی ضرورت ہے اور نہ حدیث کے"۔ بغیر ان دونوں کے حوالے کے "قوم من حیث المجموع" اپنے مفاد" کے لئے جو فیصلہ چاہے کرے، اُن کا خیال ہے کہ جب مسلمان مردوں نے عورتوں پر ظلم کرنے کے لئے قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا تو ہم روشن خیال لوگ بھی اس ظلم کا بدلہ لینے کے لئے قرآن و حدیث کے احکام کی کیوں پرواہ کریں؟ وہ اپنی قوم کے تعلیم یافتہ لوگوں کی "پست ذہنیت"، کی تشریح اس طرح فرماتی ہیں کہ "ان کے دماغ پر مذہب کا بے حد رنگ چڑھا ہوا ہے

اور ہر ایک چیز کے جانچنے کے لئے ان کے پاس ایک ہی معیار (یعنی مذہب اور تعلیم قرآن وحدیث) باقی رہ گیا ہے" وہ اس "پست ذہنیت" کو اعلیٰ بنانے کا یہ علاج بتاتی ہیں کہ ہم بھی یوروپ کے عیسائیوں کی طرح اپنے مذہب کو ایک کھلونا بنالیں اور "اس" پالیسی" کو کام میں لانا سیکھ لیں کہ جس کے ذریعہ جب کبھی کسی معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی "ضرورت کے لئے ہمیں احکام قرآن وحدیث کے خلاف کرنا ہو تو ہم مذہب کے معیار کو "پست ذہنیت" سے تعبیر کرکے جو چاہیں کریں اور جب کسی قوم سے جنگ کی نوبت آئے تو اپنے پرچم اسلامی کو لہرائیں اور کہیں "آؤ مسلمانو، اسلام، مذہب، قرآن وحدیث کے لئے لڑو اور مذہب جو معاشرت، سیاست اور اقتصادیات کی جان وروح ہے اُس کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں دیدو، گھر اُجاڑدو، بچے قربان کردو" ـــ بلاشبہ یہ ہے تعلیم جو ہمیں اعلیٰ ذہنیت رکھنے والے یوروپ سے مذہب کے استعمال کے لئے ملتی ہے، ممکن ہے رازق صاحب کو ان خاتون کے "متعلق غلط فہمی ہوئی" ہو لیکن مجھے ان کی ہمخیال بہنوں سے روزانہ واسطہ پڑتا ہے اور اسکا یقین ہے کہ قوم میں ایسی ذہنیت کے لوگ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ بحیثیت قوم تو ہم مسلمان ضرور کہلائیں لیکن اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے اسلام کے احکام کی پیروی کو اپنی خواہشات کے تحت میں رکھیں جس طرح دقیانوسی مسلمان اور مولویوں نے اپنی ذاتی اغراض کے لئے احکام شرع کی پائمالی جائز رکھی ہے اسی طرح یہ اعلیٰ ذہنیت والے اپنی معاشرتی وسیاسی ضروریات کے لئے "قرآن حدیث" کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھتے، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ان دونوں کی ذہنیت میں کیا فرق ہے؟ اور کیا دقیانوسی خود غرض گروہ سے نکلکر اس بر خود غلط جدید گروہ میں شامل ہونے والے کی ذہنیت میں کوئی خاص فرق نمایاں ہو سکیگا اور کیا جو اس دقیانوسی گروہ کا نتیجہ ہوا ہے وہی اِس جدید گروہ کا بھی نہیں ہوکر رہے گا؟ آپ خود غور کیجئے اور فیصلہ کریجئے۔

قدیم گروہ کی کوتاہ نظری

اب اس گروہ کو لیجئے کہ جو علم سے مراد صرف علم مذہبی لیتے ہیں اور مذہبی علم کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب کے چند مسائل سے واقفیت ہوجائے۔ اس گروہ کے علماء کو یہ تسلیم ہے کہ اسلام دین ودنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس نے اپنے پیرؤں کو صرف روحانی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ مادی دنیا میں ترقی کرنے کے اصول بتائے، اسلام نے ایک دنیادار کا درجہ جو اپنے ہر شعبہ زندگی میں مذہبی اصولوں کو اپنا معیار بناتا ہے اس عبادت گذار سے جو صرف روحانیت کی طرف مائل ہو کہیں زیادہ رکھا ہے، اپنے بیوی بچوں کے لئے دیانتداری سے روزی کمانا بہترین عبادتوں میں سے ایک شمار کیا گیا ہے، ایسی حالت میں مذہبی علم کے ایسے محدود معنی تسلیم کرلینا کہ جو راہ نجات وبہشتی زیور تک ختم ہوجائے کہاں تک جائز ہے اگر اسلام دین ودنیا کے مسائل پر حاوی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا ودنیا کے مسائل کا علم مذہبی علم نہ کہلائے اور دیانتداری سے روزی کمانے اور زندگی گذارنے کے طریقوں کی تعلیم کو مذہبی تعلیم نہ کہا جائے، اگر ایسا ہے تو پھر علم کو محدود کردینا چاہتے ہیں اور روشن خیال طبقہ قرآن وحدیث کو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم قرآن وحدیث کے سایہ میں رہ کر ترقی کرسکیں؟ اگر ممکن ہے تو ہمیں فوراً ایسا نصاب تجویز کرلینا چاہئے کہ جس کے ذریعہ اگر موجودہ دقیانوسی مسلمانوں اور روشن خیال لیڈیز وجنٹلمین کی نہیں تو آیندہ نسلوں کی ذہنیت کو تو "خیرالامور اوسطہا" کی طرف مائل کرسکیں تاکہ ضروریات

قوم و ملک بھی پوری ہوسکیں اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے بھی بے نیازی نہ ہونے پائے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ قرآن و حدیث کو ہماری ترقی کی رہبری کے قابل نہ سمجھا جائے۔ اگر ایسا ہے تو کوئی آئے اور ثبوت کرے تاکہ ہم غریب دنیا دار جن کو اس دنیا میں رہنا ہے اور جو آسمانی سلطنت و حکومت اور فردوس بریں کے حور و قصور کے وعدوں پر زیادہ توجہ نہیں کرنا چاہتے اور دنیوی ترقی کو اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں مذہب کی آڑ لینا چھوڑ دیں اور ایک دیانتدار صاف منش اور صاف گو انسان کی طرح یہ طے کرکے اعلان کرسکیں کہ ہم کو کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے، ہمارا ملک، ہماری معاشرت، ہماری سیاست، ہماری تہذیب اور ہمارا تمدن ہمارا مذہب ہے اور بس!!

اسلامی اور یوروپین تہذیب کا مقابلہ:۔ لایئے ترقی کے لئے ہم مذہب کو معیار نہ بنائیں اور ہر مسئلہ کو مذہب ہی کے رنگ میں دیکھنا چھوڑ دیں لیکن کیا اس سے بھی انکار کیا جاسکتا ہے کہ جب تک ہم کسی نظام کے تحت میں کام نہ کریں ترقی نہیں کرسکتے، اگر ہم کسی نظام کو اپنا نصب العین نہ بنالیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جو جس کے جی میں آئے گا کرے گا اور ترقی کے بجائے ایک انتشار پیدا ہوجائیگا ہم کو اپنے لئے ایک نظام منتخب کرنا ہو تو جدید یا قدیم کسی ایک مستند نظام کی مثال کی ضرورت ہوگی، اور مختلف نظاموں کی چھان بین کے بعد جو نظام ہماری ضروریات کے لئے سب سے بہتر ہو اُسکا انتخاب کرلینا ہوگا۔ جب ایک دفعہ کسی نظام کی برتری کے ہم قائل ہوجائیں تو ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ہم اُس کے ہر اصول اور قانون کی سچائی سے پابندی کریں، کوئی نظام کتنا ہی اچھا یا برا ہو اگر اُسکے پیرو اُسپر صدق دل سے کاربند رہیں تو وہ اُن لوگوں سے ہمیشہ زور آور رہیں گے کہ جو یا تو بلا کسی نظام کے کام کرتے ہیں اور یا پھر اپنے نظام پر کاربند نہیں ہیں دنیا کے تمام قدیم مذاہب اور اقوام نے جن نظاموں کو نسوانی زندگی کے لئے قائم کیا اُن کے مطالعہ کی زحمت گوارہ فرمایئے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ عورت کو کسی بھی نظام کے تحت میں قانوناً وہ حقوق نصیب نہیں ہوئے جو اسلام اور بانیٔ اسلام نے عورت کو بلا تشدد و درخواست کے عطا کردیئے، جدید یوروپین اقوام نے باوجود اپنی شاندار ترقی کے آج تک عورت کو پائمال رکھا، انگریزوں نے جو چند سیاسی حقوق دیئے وہ تہذیب و ترقی کی بنا پر نہیں بلکہ عورت کے جبر و تشدد نے خود حاصل کرلئے۔ انگریزوں کی تہذیب کی ثناخواں خواتین اور مردوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے کہ اُن کے انکی اعلیٰ ذہنیت رکھنے والے دوستوں نے عورت کے حقوق کی ادائیگی اپنی اعلیٰ تہذیب و حق شناسی کے ذریعہ کی یا اُن کی مضبوط عورت نے اپنے خونیں مظاہروں اور اپنی تعدادی قوت اور جنگ کے زمانہ کی خدمات کے زور سے حاصل کرلیں، یہ سب ہوتے ہوئے بھی انگریز عورت کو آج بھی وہ حقوق حاصل نہیں ہوئے جو ایک مسلم عورت کو اسلام نے تیرہ سو برس پہلے سے دے رکھے ہیں۔ مثال کے طور پر روزانہ زندگی کے ایک عام واقعہ یعنے مرد کے جابر و ظالم ہونے کے لئے لیجئے (انگریز عورت اپنے خاوند کے ظلم و جبر سے چھٹکارہ پانے کی قانوناً مجاز نہیں، یا تو وہ اُسکے ہمراہ رہکر ظلم برداشت کرے اور یا علیحدہ رہکر زندگی گذارے، عورت علیحدہ تڑپتی رہے اور مرد بدچلن) ہوجائے لیکن نہ عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور نہ مرد۔ ایک دوسرے سے یک لخت قطع

تعلق کرنے کے لئے یا تو عورت کورٹ میں جاکر اپنے مرد کو بدچلن ثابت کرنا پڑتا ہے اور یا مرد "چشم دید گواہی پیش کرکے" اپنی عورت کو بے عصمت ثابت کرتا ہے، عموماً عورت کو اپنے جابر مرد سے نجات پانے کے لئے "سچی یا جھوٹی" عصمت فروشی کرنا پڑتی ہے اسکے مقابلہ میں مسلم عورت کو اسلام اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ظلم کا ثبوت دیکر اُس سے علیحدگی اختیار کرسکتی ہو اور اُس کو اجازت ہے کہ وہ کسی مرد سے نکاح کرلے، اگر ہندوستان میں مرد نے اپنے خود ساختہ قانون کے ذریعہ اسکے حق خلع کو غصب کرلیا ہے تو یہ مرد کا ظلم ہے نہ کہ قانون اسلام کی کمزوری، خدا کا شکر ہے کہ آج پھر ایک مرد ہی نے اس عورت کے حق کی واپسی کے لئے قانونی مطالبہ کردیا ہے تو کیا ان تمام باتوں پر غور کرتے ہوئے ہم مسلمان اپنی نسوانی زندگی کے لئے اس زندہ و اعلیٰ معیار یعنی اسلامی تہذیب کو اپنا رہنما بنائیں یا یوروپ کی اُس نسوانی تحریک کو جو قانوناً اس قدر خام و ناقص ہے لیکن جس کے ذریعہ عورت "مردانہ وار" ہر طرح کے کام کرتی ہے اور جس کا نتیجہ دیکھ کر خود یوروپ کے سلیم العقل اور دور اندیش لوگ عورت کو "زنانہ وار" کام کرتے دیکھنے کے پھر خواہش ظاہر کر رہے ہیں۔ جبر و قوت سے حاصل کئے ہوئے حقوق حدود واجبی سے نا آشنا ہو سکتے ہیں لیکن عقل و فراست، حق پرستی و دور اندیشی کے ذریعہ جو حقوق عطا کئے گئے ہیں ان میں ضرور اعتدال قائم رکھا گیا ہے تاکہ آزادی کے معنی اوباشی نہ ہو جائیں، قرآن و حدیث کی دی ہوئی آزادی اور یوروپ کی بے لگام "فریڈم" (آزادی) میں یہ ہی نمایاں فرق ہے۔ جو تعلیم یافتہ خواتین اور مرد اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرت اور اسلامی پردے کے معنی نہیں سمجھتے ہیں اُنہیں جلد سے جلد کوشش کرکے ان کے معنی سمجھ لینا چاہیئے ورنہ نتیجہ خراب ہوتا نظر آرہا ہے۔ اس تشریح کے بعد ہر ذی ہوش کے سمجھ میں آجانا چاہیئے کہ جس نظام کی بنیاد جبر و تشدد پر ہو اور وہ نظام ابھی نامکمل بھی ہو اُس کو ہم اپنی رہبری کے لئے ایسے نظام پر کس طرح ترجیح دے سکتے ہیں کہ جس نظام کی خوبیوں سے ہم اپنی قدیم تاریخ کے ذریعہ واقف ہیں اور جو ہماری ضروریات کے لئے ابھی تک ناکافی ثابت نہیں کیا جاسکا ہے، اگر آج مسلمان مرد اپنی غفلت و خود غرضی سے عورت کے حقوق غصب کئے ہوئے ہے تو مسلم عورت کو "مسلم تہذیب" کو "مردہ" لکھنے یا "عیسائی اور آریہ ہوکر دوسری قوم کے لئے کارآمد ہو جانے کو" ترجیح دینے کی ضرورت ہی اور نہ اپنے تعلیم یافتہ مردوں کی زندگی کے ہر مسئلہ کو "مذہبی رنگ" میں دیکھنے سے منع کرنے کی، عورت کو تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی اخلاقی قوت کو کام میں لائے اور مردوں سے اپنے اسلامی حقوق طلب نہ کرے بلکہ زبردستی چھین لے، اگر مسلم عورت کی کاہلی جاہلی رسم پرستی، اور بیجا شرم اس کی اجازت نہیں دیتی تو اُسے چاہیئے کہ وہ اپنی یوروپین بہنوں کی مضر نقالی کرنا چھوڑدے اور یوروپین تحریکوں کو مُنہ نہ چڑائے۔"

ہمارے اسکول اور مذہبی تعلیم — ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ گورنمنٹ اسکولوں میں مذہبی تعلیم نہ دی جائے اور ہر گورنمنٹ اسکول اس پر عامل بھی ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ مذہبی تعلیم کے مخالف ہیں بلکہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کس کس مذہب کی تعلیم کا بندوبست کرے، ہندو، مسلمان، پارسی، عیسائی، سکھ سب ہی گورنمنٹ اسکولوں میں پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں یہ ہی بہتر سمجھا گیا ہے کہ کسی مذہب کی بھی تعلیم اسکول میں نہ ہو۔ مذہب کی تعلیم کا بندوبست ذاتی طور پر گھر ہی میں کرلیا جائے، فرقہ دارانہ اسکول مثلاً اسلم، آریہ سماج یا مشن اسکولوں میں کہیں بھی ایسا نہیں کہ صرف ایک ہی مذہب کے لڑکے تعلیم پاتے ہوں، ان اسکولوں میں ہر مذہب کے لڑکے پڑھتے ہیں لیکن مذہبی تعلیم صرف ایک مذہب کی سب کو دی جاتی ہی، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکے جو اپنے مذہب سے واقف نہیں لیکن دوسرے مذہب کی بھی کوئی خاص عزت دل میں نہیں رکھتے عموماً مذہب ہی کی طرف سے بے پرواہ نہیں ہو جاتے بلکہ اپنے مذہب کی جھوٹی حمایت کے لئے دوسرے مذاہب سے تعصب کا برتاؤ جائز

قرار دے لیتے ہیں، اس خراب نتیجہ سے متاثر ہوکر بعض حضرات جن کی مہارت کا دارومدار بی۔ ٹی اور ایم۔ ای ڈی کورس کی کتابوں یا یورپین ماہرین تعلیم کی آراء اور نظریوں کی تقلید پر ہے، مقامی حالات اور نفسیاتی کیفیات کے مطالعہ کی زحمت نہ گوارہ فرماکر یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ مذہبی تعلیم ہماری سیاسی و اقتصادی ترقی کے سد راہ اور ہماری موجودہ فرقہ وارانہ ذہنیت اور ہندو مسلم نفاق کی ذمہ دار ہے، یہ خیال درست نہیں بلکہ مذہب کی صحیح تعلیم کے فقدان سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اگر ہماری لڑکیوں کے سامنے مذہب کو صحیح معنوں میں پیش کیا جائے اور ان کی ذہنیت کو تعصب غلط روایات کے اثر سے محفوظ کر دیا جائے تو بہت جلد وہ دن آسکتا ہے۔ کہ ہماری نسلیں اپنی ماؤں کے زیر اثر ان زہر آلود خیالات سے متنفر ہو جائیں گی کہ جو آج قومی اور ملکی مفاد کے خلاف ہیں، جدید طریقہ تعلیم کے نقائص میں صحیح مذہبی تعلیم کا فقدان ایک بہت بڑا نقص ہے جس کا خمیازہ مرد بھگت رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں نسوانی نصاب تعلیم میں مذہبی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ روزے نماز کے مسائل کو برزبان کر لینا کافی مذہبی تعلیم نہیں کہا جا سکتا، روزے نماز کے مسائل عملاً سکھائے جاسکتے ہیں، مذہبی تعلیم کا خاص منشا احکام و صحیح روایات کے ذریعہ حقوق العباد کی صحیح تعلیم ہونا چاہیئے۔ دوسرے مذاہب کی عزت، اپنے مذہب کی پابندی، دوسروں کے حقوق کو اپنی غرض پر ترجیح دینے کے فوائد حق و باطل کی تمیز اور دیگر ایسی ہی ضروری صفات مذہب کے زیر اثر جس قدر جلد ذہن نشین ہو جاتی ہیں وہ کسی اور طرح ممکن نہیں، ہماری وہ مذہبی کتابیں جو بچوں کے درس کے لئے تصنیف کی گئی ہیں اس قسم کی تعلیم کی ضرورت کو پورا نہیں کرتیں، ہم ابتدائی تعلیم کے لئے ایسی کتابیں منتخب کر سکتے ہیں جن کے مضامین جہاں زبان کی تعلیم کے کام آئیں وہاں مذہبی تعلیم بھی اُن ہی کے ذریعہ ہوتی جائے، اس طرح درسی کتابوں کی تعداد جو ہر درجہ کی طالبات کے لئے فی زمانہ وبال جان ہوتی رہی ہے کم ہو جائے گی۔

ہم کوئی ایسی اسکیم پیش نہیں کرنا چاہتے کہ جو بہت مفید اور عالمگیر تو نظر آئے لیکن جس کو فوراً عملی جامہ پہنانا مشکل ہو، ہماری یہ غرض بھی نہیں ہے کہ تمام ہندوستان کی لڑکیوں کو تعلیم یافتہ بنا دینے کی کوئی تجویز پیش کریں۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ فی الحال جتنی بھی لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں یا آیندہ پاسکیں گی کم از کم اُن کو صحیح تعلیم یافتہ بنا کر نکالا جائے تاکہ ناقص طریقہ پر ابتدائی تعلیم حاصل کی ہوئی لڑکیاں اپنے گھر بار کے کاموں میں پھنس کر پھر جاہل مطلق نہ ہو سکیں اور مڈل و میٹرک کے بعد ایک تعلیم یافتہ لڑکی سلیقہ شعار بیوی اور ذمہ دار ماں بن سکیں اور اعلیٰ تعلیم کے بعد تو ایک عورت گھر اور خاندان، ملک و قوم کے لئے ایک ایسا نمونہ ہو کہ جو سمجھ داروں کو اعلیٰ تعلیم کی طرف دوڑائے اور ناسمجھوں کو اپنی جہالت پر چار چار آنسو رلائے، اسپر لا مذہب ہونے کا الزام آسکے اور نہ اُس کو گھر بگاڑ پھوہڑ کہہ سکے، اعلیٰ تعلیم اگر عورت پر الزام لگانے والوں کے منہ نہ بند کر سکے تو وہ اعلیٰ تعلیم نہیں۔ میرے سامنے اعلیٰ تعلیم کے دو نمونے موجود ہیں دونوں لڑکیاں بی اے ہیں، دونوں نے مذہبی تعلیم بھی حاصل کی ہے، لیکن ایک کو صحیح مذہبی تعلیم کے ساتھ مذہبی تربیت بھی ملی ہے اور دوسری کو درسی مذہبی تعلیم اور بی اے کی ڈگری نتیجہ جو کچھ بھی ہوا ہے وہ عصمت کے صفحات پر موجود ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی ہماری جاہل عورتوں کے مقابلہ میں لائی جاسکیں۔ میں نے اکثر بڑے بڑے "تعلیم یافتہ" لوگوں کی زبانی یہ سُنا ہے کہ "غلط تعلیم سے جہالت بہتر ہے" مگر میں اس رائے سے کبھی بھی اتفاق نہیں کر سکا ہوں۔ اگر کوئی تعلیم یافتہ لڑکی کسی وقت ناتجربہ کاری کی گفتگو کرتی ہے تو ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں، اُسکا دماغ روشن ہے اور آج نہیں تو کل وہ صحیح راستے پر آجائیگی، ہمیں نصاب خراب ہو یا اچھا زمانہ تعلیم کا جاری رکھنا ضروری ہے، تعلیم خراب ہو یا ناقص جہالت سے ہر طرح اچھی ہے، نصاب کو مناسب کر لینے کی تجویز بہتر کو بہترین بنانے کے لئے ہے۔ نصاب کے نقائص ظاہر کرنے سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جب تک مناسب نصاب نہ مرتب ہو سکے لڑکیوں کو پڑھانے ہی کی مخالفت کی جائے مجھے اجازت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا ورنہ

کم از کم اُن خاتون کی زندگی کے حالات کو جن کو بی، اے کے ساتھ صحیح مذہبی تعلیم بھی دی گئی ہے پیش کرکے اُس کے جو اثرات رونما ہو رہے ہیں اُن سے آپ کو آشنا کرتا تاکہ آپ کو ایک زندہ مثال کے ذریعہ یہ معلوم ہو سکتا کہ مغربی تہذیب، اسکول اور کالجوں کی تعلیم، اور موجودہ روش کی پیروی نصابِ تعلیم کے ناقص ہوتے ہوئے بھی مذہب کے زیر اثر کس طرح مسلم عورت کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے اور کس طرح وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو مذہب کو مغربی نظر سے دیکھنا سیکھ گئی ہیں اپنے زہریلے نمونے پیش کرکے اعلیٰ زنانہ تعلیم کے سدِراہ ہو رہی ہیں اپنے مختصراً مذہبی تعلیم کی ضرورت پر بحث کرکے اُس کے چند پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے۔ اسکے اور بہت سے پہلو ہیں جن کو بخوف طوالت نظر انداز کئے دیتا ہوں۔ اگر کوئی دلچسپی لینے والی بہن یا بھائی دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہیں تو خالی از منفعت نہ ہوگا، جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلم ہی نہیں ہر ہندوستانی عورت کا بغیر اپنے مذہب کے زیر اثر جدید طریقوں پر تعلیم پانا مشرقی معاشرت کو غارت کر دے گا اور ہماری عورت کی مشرقی خصوصیات افسانہ بن کر رہجائینگی۔ ہندوستانی عورت کے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے۔ مکمل آزادی پانے اور اپنے تمام حقوق حاصل کر لینے کے بعد بھی مشرقی رہنا ممکن ہے اور یہ مغربی آزادی کی تقلید اور نقالی کے ذریعہ نہیں مذہبی حدود ہی میں رہ کر ہو سکتا ہے۔ (باقی)

خاص موقعہ کے لئے

رابرٹ نے تعجب کی نظر سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ "کیوں کیا بات ہے؟ کیا تمھارے پاس کافی ریزگاری نہیں؟" "ریزگاری تو کافی ہے مگر" یہ کہتے ہوئے ایمی نے ابروؤں پر بل ڈالکر اپنے منی بیگ میں پھر ہاتھ ڈالا "مگر یہ پھٹ گیا ہے اسی لئے پیسے اکثر استر میں چلے جاتے ہیں" یہ کہہ کر اُس نے بیگ میں ایک جھٹکے کے ساتھ ہاتھ ڈالا اور چھناچھن کر کے کچھ پیسے بیگ کا ساتھ چھوڑ کر سڑک پر نظر آئے۔

"بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ نیا بیگ جو میں نے تمہیں سالگرہ کے موقعہ پر دیا تھا وہ تم کیوں نہیں استعمال کرتیں" "مگر رابرٹ تم کس طرح امید کر سکتے ہو کہ میں اِس قدر عمدہ بیگ روزانہ استعمال کے لئے نکال لوں۔ وہ تو میں نے خاص موقعوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے"

"ایمی میں تمھاری اِس عادت سے بہت پریشان ہوں نئی نئی چیزیں خرید کر رکھ لینا اور پرانی کو استعمال کر کے اپنی وقعت کھونا عقلمندی نہیں ورنہ اگر تم کو اُس کا استعمال کرنا نہ تھا تو میں نے ناحق خریدی"۔

"نہیں رابرٹ وہ بہت خوبصورت بیگ ہے اور میں اُسے بہت پسند کرتی ہوں مگر یہ بھی تو خیال کرو کہ وہ کتنا اچھا ہے اور اگر خاص موقعوں پر میں اِسے اپنے ساتھ رکھوں گی تو وہ کتنا اچھا معلوم ہوگا"

"خیر" رابرٹ نے ایک بیزارادا سے کہا۔

(۲)

دوسرے دن پھر وہی قصہ نکل کھڑا ہوا۔ بات یہ ہوئی کہ ایمی باورچیخانہ میں چھریاں صاف کر رہی تھی کہ رابرٹ آگیا۔ اور بیوی کو مشغول دیکھ کر کہنے لگا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم آج اتوار کو انہیں صاف نہ کرو تمہیں کھانا بھی زیادہ ہی پکانا ہوگا میرا خیال ہے کہ تم بہت تھک جاؤگی"

"بیشک!" ایمی نے صاف کرتے ہوئے جواب دیا "مگر میں ان داغدار چھریوں کو کس طرح میز پر رکھ سکتی ہوں"

"لیکن ان پرانی چیزوں کو کیوں استعمال میں رکھا جائے۔ وہ چمکتی ہوئی چھریاں کہاں گئیں۔ جو چچا نے ہمیں شادی کے موقعہ پر دی تھیں"؟

"جانتیں کہاں؟ رکھی ہیں الماری میں! مگر رابرٹ سوچو تو سہی کہ اگر ہم اپنی بہترین چیزیں روزانہ استعمال کریں تو پھر وہ بھی داغدار ہو جائیں گی۔ ان کو تو میں نے خاص موقعوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے"

"پھر وہی خاص موقعہ!! کاش کہ میرا وجود بھی کوئی خاص موقعہ ہوتا!" مگر اب زیادہ بحث کرنا فضول تھا کیونکہ کھانا تیار تھا اور رابرٹ اس بات کے خلاف تھا کہ کھانے کا وقت بدمزگی میں گزرے۔

(۳)

"ایمی" رابرٹ نے اخبار رکھتے ہوئے کہا "کل سنیچر ہے۔ آج آفس میں ذکر تھا کہ رائل ٹاکیز ہاؤس میں بہت اچھا فلم آیا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کل تم شام کو خالی ہو سکو گی"

"رابرٹ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں کل نہ جاسکوں گی کیونکہ مجسٹریٹ صاحب کی بیوی کل چائے پر آرہی ہیں"

"عجیب مصیبت ہے بھئی۔ انہیں معلوم ہے کہ مجھے صرف اسی دن چھٹی ہوتی ہے پھر آنا چہ معنی دارد؟"

"رابرٹ وہ تم سے بھی تو ملنا چاہتی ہیں اور اتوار کو وہ آ نہیں سکتیں۔ انہیں اپنے اسٹور کے بارے میں تم سے کچھ مدد لینی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جب انہوں نے اتنی بڑی آدمی ہو کر مجھ سے منہ پھوڑ کر کہا کہ میں سنیچر کو آؤں گی تو میں سوائے اسکے کیا کہتی کہ چائے یہیں پینا؟"

"اچھا تو خاص موقعہ آگیا" رابرٹ نے چھیڑ کی ہنسی ہنس کر کہا "اب نئی پیالیاں اور نئے چمچے نکلیں گے۔ بہترین پلیٹیں بہترین میز پوش بہترین سب چیز"

"ابھی تو تم مجھے چھیڑ لو۔ مگر جب میں ان کے سامنے عمدہ چیزیں سجاؤں گی تو تم دیکھنا۔ اور میرا تو کیا یہ تمہاری ہی عزت افزائی ہے"

(۴)

"اگر ہمیشہ ایسی ہی سجاوٹ رہے تو کتنا اچھا معلوم ہو" رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی تعریف کرتی ہوئی آنکھیں اپنی خوبصورت چھوٹی سی بیوی اور سجی ہوئی چائے کی میز پر پڑ رہی تھیں جس پر نہایت خوبصورت کڑھا ہوا میز پوش پڑا تھا چمکتے ہوئے چائنا کے خوبصورت برتن رکھے ہوئے تھے۔ خوشبودار کیک اور سینڈوچ کی پلیٹ رکھی تھی۔

"ہاں!" ایمی نے فخمندانہ مسکراہٹ سے کہا "اب تمہیں یقیناً میری رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ خاص چیزوں کو خاص موقعوں کے لئے حفاظت سے رکھنا کتنا اچھا ہوتا ہے۔

"مگر ایمی اگر ہم کبھی کبھی اپنی بہترین چیزوں کا لطف اٹھایا کریں۔ تو کیا حرج ہے آخر ہم نے ان کو اپنے ہی لئے خریدا ہی اور ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے بہت زیادہ اہم ہیں"

"بیشک۔ مگر یہ برتن بہت قیمتی ہیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی ٹوٹ جائے تو پھر ہمارے پاس دوسروں کے سامنے رکھنے کے لئے کوئی بھی عمدہ سٹ نہیں"

زیادہ بحث فضول تھی۔ رابرٹ کو یقین ہو چلا تھا کہ ایمی سے اس بارے میں زیادہ بحث کرنا بیکار تھا وہ کبھی اس سے اتفاق نہ کر سکتی تھی۔

ایک گھنٹہ بعد ایمی نے بار بار گھڑی دیکھنی شروع کی۔ چار کے بجائے پانچ بجنے والے تھے مگر مہمان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"کیا بات ہے ایمی ابھی تک وہ نہیں آئیں"۔ رابرٹ نے باورچیخانہ کے دو تین چکر لگانے کے بعد کہا "میرے خیال میں چائے بنا لیں" "ہاں چائے بنا لو" "مگر انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ٹھیک چار بجے آجاؤں گی"۔ ایمی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ رابرٹ بڑبڑا کر "اور ابھی تک نہیں آئیں"

"میرے خیال میں کوئی خاص ہی بات ہو گی جبھی نہیں آسکیں۔ کیا عجب کہ آتی ہی ہوں"۔ رابرٹ نے اپنی بیوی کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھکر کہا۔ چھ بج گئے مگر مہمان ندارد"

"ایمی میرے خیال میں ہم لوگ چائے پی لیں۔ چھ بج گئے۔ کب تک انتظار کریں"

"ہاں بہتر ہے وہ کس طرح امید کر سکتی ہیں کہ ہم ان کی انتظار میں بھوکے بیٹھے رہیں گے"۔ یہ کہہ کر ایمی نے خوبصورت پیالیاں ہٹانی شروع کیں اور چاندی کا گلدان بھی اٹھا کر الماری میں رکھ دیا۔

"امی اگر آج کی شام کے لئے یہ چیزیں یونہیں رہنے دو تو کیا حرج ہے۔ اگر وہ نہ آئیں تو نہ سہی ہم دونوں ہی ان خوبصورت پیالیوں میں چائے پی لیں گے۔ ورنہ کم از کم یہ میز پوش تو رہنے دو۔ یہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے"۔

"رابرٹ تم جانتے تو ہو نہیں۔ یہ کڑھائی بہت نازک ہے اور بہت دفعہ دھلنے سے اِس کا رنگ اُڑ جائے گا" یہ کہہ کر امی نے میز پوش ہٹا لیا۔ روزانہ کی بڑی بڑی پیالیاں میز پر لگا دیں اور دونوں نے چائے شروع کی۔

رابرٹ دوسری پیالی شروع کر رہا تھا کہ دروازہ کی گھنٹی زور سے بجی۔ رابرٹ تو دیکھنے کے لئے باہر گیا اور اندر امی کے ہوش خطا ہو گئے۔ کیونکہ باہر سے مجسٹریٹ صاحب کی بیوی کی آواز آ رہی تھی۔ اور چشم زدن میں وہ سامنے موجود تھیں "آپ لوگ مجھے معاف کریں میں بہت ہی سخت شرمندہ ہوں۔ سچ مچ بہت ہی سخت شرمندہ ہوں۔ کیا کروں راستہ میں موٹر سے حادثہ ہو گیا۔ اور میں دیکھنے کھڑی ہو گئی۔ اس میں ایک بچہ کے چوٹ آ گئی۔ اس کو پھر اپنے ساتھ ہسپتال لے گئی۔ جب گھڑی دیکھی تو بہت ہی افسوس ہوا۔ آپ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی انتظار کی"۔

"نہیں ایسی کیا تکلیف" رابرٹ نے خوش گفتاری سے کہا "آپ آرام سے بیٹھیں۔ ابھی آپ کے لئے چائے بناؤں"۔

مگر امی کی کچھ عجب کیفیت تھی۔ اُس کے بس میں نہ تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ سما جائے۔ اِس قدر عمدہ اور خوبصورت انتظام کرنے کے بعد اس حالت میں پایا جانا بیشک قابل افسوس تھا۔ کیونکہ عمدہ عمدہ پیالیاں تو سب الماری میں رکھ دی گئی تھیں اور معمولی پیالیاں میز پر تھیں۔ امی نے الماری کھول کر ایک عمدہ پیالی نکالی اور اپنے مہمان کے آگے رکھی۔

"پیاری" مسز ملوری (مجسٹریٹ صاحب کی بیوی) نے کہا "آپ تکلف نہ کریں۔ میں تو اپنا گھر سمجھتی ہوں۔ یہ کیک و سینڈوچ آپ ہی نے بنائے ہیں بہت عمدہ ہیں۔ میں آپ سے بغیر پوچھے اِن کو لینے کی جرأت کروں گی"! انہوں نے ہنس کر کہا رابرٹ نے کیک کاٹ کر ان کے آگے رکھا اور چائے شروع ہوئی۔ وہ تو بڑی خیریت ہوئی کہ رابرٹ کے ہنسی مذاق نے موقع کو سنبھال لیا۔ اور مجسٹریٹ صاحب کی بیوی بہت خوش خوش رخصت ہو گئیں۔ ورنہ امی کی چُپ اور رنجیدہ صورت نے تو تمام معاملہ بگاڑ دیا تھا۔

جب رابرٹ مسز ملوری کو دروازہ تک پہنچا کر واپس آیا تو اُس نے امی کو آنسوؤں میں پایا۔

"یہ حماقت پر حماقت ہے امی۔ اتنی ذرا سی بات ہے۔ اور اُس پر رونا۔ اب آئندہ سے تم وعدہ کرو کہ ہم دونوں کی موجودگی کو بھی خاص موقعہ سمجھا کرو گی۔ اور اپنی بہترین چیزوں کو صرف دوسروں کے لئے نہ رکھوں گی۔

"یقیناً۔ مجھے بہت بڑا سبق اس وقت حاصل ہو گیا"۔

آنسہ رضیہ دلشاد بیگم۔ اجمیر

(ترجمہ از لیڈیز جرنل)

سفرنامۂ ایران

سلسلہ کے لئے نومبر ۳۴ کا پرچہ ملاحظہ ہو

از محترمہ ایس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ

طہران سلطنت ایران کا دارالخلافہ بہت وسیع اور شاندار شہر ہے آبادی تقریباً سوا تین لاکھ کی ہے اس شہر کی مرمت و صفائی گویا از سرِ نو کی گئی ہے پرانے مکانات اور بازار گرا کر جدید طرز کے دوکانات و مکانات تعمیر کئے گئے ہیں اور سڑکیں بھی نہایت خوبصورت بنی ہیں ہر چوراہے سہ راہے کے وسط میں پارک اور پھلواریاں بنا دی گئی ہیں اور پھلواریوں کے درمیان بجلی کے بڑی بڑی لیمپ نصب ہیں وسط شہر میں ایک بڑی سی کھلی جگہ ہے جس کو میدان توپخانہ کہتے ہیں اس کے گرد عالیشان سرکاری عمارات بنی ہیں مثلاً صدر دفتر پولس شہر۔ آمینہ یعنے باہر کی پولس۔ صدر دفتر میونسپل کمیٹی۔ دفتر پارلیمنٹ۔ ڈاکخانہ تارگھر۔ شاہی دملی اور کوآپریٹو بنک وغیرہ ہیں۔ میدان کے چاروں کونوں پر موٹروں کے اڈے ہیں جہاں موٹر اور لاریاں ہر وقت کرائے پر موجود رہتی ہیں۔ اِس شہر کے تمام بازار اور سڑکیں اسی میدان میں آکر ختم ہوتی ہیں۔ میدان سے طرف جنوب محلات شاہی اور شہنشاہ کے دفتر وزارت خارجیہ واقع ہیں جن کے باغات اور عمارات قابل دید ہیں۔ اسی جانب شاہی محلات میں قصر گلستان بھی ہے جس کی نمایش اکتوبر میں مہمانوں کے لئے کی گئی تھی میدان توپخانہ سے جانب شمال ایک سڑک جاتی ہے جس پر غیر ملکی سفارتخانے ہیں۔ لیکن ان عمارتوں سے بڑی عمارت انگریزی و جرمن سفارتخانہ کی ہے جس کے احاطہ میں بھی بڑے خوشنما باغیچے بنے ہوئے ہیں یہاں کا باغ ملی بھی قابل دیکھنے کے ہے۔ بہر طور ہم لوگ جس مکان میں جا کر اُترے وہ آرام دہ نہ تھا۔ صبح اٹھ کر دوسرا مکان محلہ خیاباں ماشین میں لیا گیا۔ میں نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ چلئے اعتلا الدولہ صاحب کے یہاں جا کر ٹھیریں اُن سے وعدہ ہے قیام مشہد مقدس میں انکی اہلیہ صاحبہ و صاحبزادی صاحبہ سے ملاقات ہوئی تھی اور ان لوگوں نے اصرار کیا تھا کہ جب طہران جانا ہو تو ہمارے یہاں قیام کیجئے گا۔ یہ لوگ سرکاری ملازم ہیں اس وقت اعتلا الدولہ صاحب پنشن پاتے ہیں ان کے بڑے صاحبزادے وزیر کے دفتر میں معاون ہیں لیکن پروفیسر صاحب نے کہا کہ کیوں کسی کو تکلیف دوں دوسرے دن صبح جب صاحب لالہ زار جانے لگے تو میرا بھی ارادہ ہوا کہ جا کر مسز ڈاکٹر نظام الدین صاحبہ سے مل آؤں کیونکہ وہ جلد ہی جانے والی تھیں دو ایک روز کا معاملہ تھا اس سبب سے ہوٹل ہی میں ٹھیر گئی تھیں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کل چلنا اور خود چلے گئے جب آئے تو کہا کہ آغا سیف آزاد ایڈیٹر "ایران پاستان" نے کل چاء پر بلایا ہے چنانچہ دوسرے روز سہ پہر کو ہم لوگ تیار ہوئے بچوں کو سیر کے لئے باہر بھجوایا اور ہم دونوں آغا سیف آزاد کے یہاں پہنچے۔ ان کا مکان نہایت عالیشان جیسے کسی نواب کا محل ہو اور نہایت خوبصورت آئینہ کاری کے کام کا بنا ہوا ہے وسیع احاطہ چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں قرینے قرینے

درخت اسقدر خوبصورت کہ بیان سے باہر۔ نہایت پر تکلف کمرہ میں لیجا کر ہم لوگ بٹھائے گئے۔ چند لمحہ کے بعد ان کی صاحبزادی جو کہ نہایت نیک مزاج و نیک سیرت اور ایسی منتظم اتنی سی عمر میں ہیں کہ سارا انتظام خانہ داری تنہا کرتی ہیں۔ ان سے ملکر بیحد طبیعت خوش ہوئی دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر وہ دوسرے کمرہ میں لے گئیں یہ کمرہ بھی قیمتی سازوسامان سے آراستہ وسط میں قدآدم تصویر اعلیٰحضرت رضا شاہ پہلوی کی لگی ہوئی تھی جس پر احترام کے خیال سے مخملی پردہ پڑا تھا کچھ دیر کے بعد آغا سیف آزاد ہاتھوں میں گلاب کے بڑے بڑے پھول لئے ہوئے آئے ایران کا گلاب مشہور عالم ہے پھول لڑکی کو دے کر کہا کہ مہمانوں کے آگے لے جاؤ چنانچہ ایک پھول مجھ کو ایک پروفیسر صاحب کو دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازمہ جسے دیکھ کر دھوکہ ہوتا تھا کہ یہ بھی کوئی بیگم ہے ہاتھوں میں چار و ناشتہ کی سینی لے کر آئی۔ ناشتہ میں وہاں انگور اور خربوزوں کا ہونا لازمی ہے وہ لوگ ہم لوگوں کی طرح خربوزہ چھیلکر پھانکیں کرکے نہیں کھاتے صرف بیچ سے دو ٹکڑے کرکے اوپر سے تخم وغیرہ صاف کرکے اس طرح کاٹتے ہیں۔ کہ اُسی میں ٹکڑے رہتے ہیں کانٹے سے اٹھا اٹھا کر (جسے وہ لوگ چنگال کہتے ہیں) کھاتے ہیں۔ غرضکہ آٹھ بجے شب کو ان کی کبھی نہ بھولنے والی محبت و مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ لوگ دروازہ تک پہونچانے آئے۔ وہاں سے دُرونشکار پر بیٹھ کر لالہ زار یعنے گرانڈ ہوٹل جہاں مہمانوں کا قیام کرایا گیا تھا گئے۔ مسٹر و مسز نظام الدین صاحبہ سے ملاقات کی اس وقت وہ لوگ اُسی کمرہ میں تھے جو ہم لوگوں کا رہ چکا تھا ایک ایرانی خاتون فاطمہ خانم جو وزارت معارف سے متعلق ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ غرضکہ دیر تک باتیں کرنے کے بعد گھر آئی مسز نظام صاحبہ صبح ۲۲ راکتوبر کو اصفہان ہوتے ہوئے ہندوستان روانہ ہونے والی تھیں۔ بائیس اکتوبر کو میں کہیں نہیں گئی بچوں کو سیر کے لئے بھجوایا والدہ ماجدہ کی تنہائی کے خیال سے میں نہ گئی۔ ۲۳ راکتوبر کو پروفیسر صاحب ناشتہ سے فراغت کرکے ارباب کنجرو کے یہاں گئے۔ میں بچوں کو لے کر حمام گئی طہران کا حمام مشہور ہے یوں تو سارے ایران میں حمام ہے مگر طہران کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ غالباً ہماری بہنیں یہاں کے حمام کے حالات سے کم واقف ہوں گی۔ کیونکہ آج کل ہندوستان میں حمام میں کوئی بی بی نہیں جاتی برخلاف اسکے یہاں قاعدہ یہ ہے کہ کسی کے مکان میں غسل کرنے کا انتظام نہیں شاذونادر کوئی متمول وہ بھی شوقین اور آرام طلب ایسا ہوگا جس کے مکان میں باضابطہ حمام بنا ہوا ہو ورنہ غریب اور متوسط لوگ تو حمام کا خرچ پورا نہیں کر سکتے اس میں کافی رقم خرچ ہوتی ہے اس لئے عام طور سے یہ قاعدہ ہے کہ ہر محلہ میں کم از کم ایک حمام ہوا کرتا ہے جس میں تمام محلے کی بیبیاں اور بچے آکر غسل کیا کرتے ہیں کسی میں بڑوں کا ایک قران کسی میں نیم قران یعنے دس پیسے اور پانچ پیسے اور بچوں کے پانچ یا دو پیسے لیتے ہیں۔ مردوں کے لئے علیحدہ انتظام ہے۔ یہ مکان مثل تہ خانہ گہرا ہوتا ہے اس کی سیڑھیاں نیچے کو جاتی ہیں پہلے ایک کمرہ ملتا ہے جس میں فوارہ یا حوض بنا ہوتا ہے جو کہ زمین سے اونچا نہیں ہوتا اس کے برابر ہوتا ہے اور چاروں طرف پشتے بنے ہوتے ہیں۔ جس پر چٹائیاں بچھی رہتی ہیں اور ایک پانی پینے کا فلٹر یا گھڑا ایک گلاس اور سماوار چار کی کیتلی۔ پیالیاں۔ حقہ وغیرہ کا سامان رہتا ہے وہاں ایک عورت بیٹھی رہتی ہے جو بیبیاں غسل کرنے آتی ہیں وہ غسل سے پہلے اور غسل کے بعد وہاں کپڑے بدلتی ہیں

یا چا رحقہ پیتی ہیں۔ وہ عورت اس لئے رہتی ہے کہ سبھوں سے پیسے لے اور کپڑوں وغیرہ کی حفاظت کرے۔ اس کے بعد ایک دوسرا دروازہ جس کے اندر ایک عالیشان کمرہ ہوتا ہے اس میں دو بڑے بڑے چار ساڑے چار گز لانبے ڈہائی تین گز چوڑے اور ڈیڑھ دو گز گہرے حوض بنے ہوتے ہیں ایک میں گرم ایک میں ٹھنڈا پانی رہتا ہے اس میں تین چالیس عورتیں بچے ایک ساتھ غسل کرنے ہیں کوئی جسم میں جھانوا کرتی ہیں کوئی مہدی لگائے بیٹھی ہیں۔ کوئی کنگھی کرتی ہیں کسی کو غسل کرتے کرتے بھوک معلوم ہوئی تربوز لے زمین پر رکھ کر توڑا اور کھانے لگیں غرضکہ ایک عجب دلچسپی کی جگہ ہے چار پانچ گھنٹے حمام میں ہی گذر جاتے ہیں کیسی ہی سردی کیوں نہ ہو حمام میں مطلق تکلیف نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہم لوگ حمام سے آئے اور دوپہر کو کھانا وغیرہ کھا کر آپس میں صلاح ہوئی کہ شاہزادہ عبد العظیم چلنا چاہیئے۔ چنانچہ پانچ بجے موٹر پر روانہ ہوئے وہاں پہونچے تو زوروں کی بارش ہوئی جس کی وجہ سے سخت پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ یہہ قصبہ طہران سے چارمیل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے تین ہزار کی آبادی ہے باغات بکثرت ہیں آراضی زرخیز اور پانی پہاڑی بہت بارونق قصبہ ہے بازار وسیع ہے جس میں ہر قسم کی دوکانیں اعلیٰ درجہ کی ہیں شام کے وقت زیادہ چہل پہل رہتی ہے۔ وسط میں شاہ عبد العظیم (پسر امام رضا) کا بہت عظیم الشان مقبرہ ہے اسی کے اندر سلطان ناصرالدین قاچار سابق شہنشاہ ایران کی قبر بھی ہے اور اس پر ان کا مجسمہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے جیسے خود شاہ تاج اور فوجی لباس پہنے لیٹا ہوا ہے۔ طہران اور قصبہ شاہ عبد العظیم کے درمیان چھوٹی ریل بھی ہے اور موٹر لاریاں بھی چلتی ہیں۔ بارش کے سبب ہم لوگ وہاں کچھ خرید نہ سکے حالانکہ طہران کی نسبت وہاں چیزیں ارزاں ہیں۔ چنانچہ اس روز جلد گھر واپس چلے آئے۔ صبح ۲۴ر اکتوبر تھکن کے باعث دیر تک سوتی رہی اور اس روز گھر ہی پر رہی۔ ہم لوگوں کی ہمسائی بہت اچھی تھیں ان کے یہاں اکثر بہنیں باتیں کیا کرتیں۔ وقت گذرجاتا ہے انسان کی بات یاد رہتی ہے۔ ۲۵ر اکتوبر کو بھی کہیں جانے کا قصد نہ تھا لیکن اتفاق سے اس دن راستے میں پروفیسر صاحب سے اور آغا اعلاء الدولہ کے چھوٹے صاحبزادے سے ملاقات ہوگئی انہوں نے شکایت کی اور وعدہ یاد دلایا کہ خراسان میں وعدہ تھا کہ طہران آئیں گے تو آپ کے یہاں ٹھیریں گے تعجب ہے کہ کس وجہ سے آپ لوگوں نے ایفائے وعدہ نہ فرمایا جب سے اخباروں میں آپ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی ہم لوگ روز انتظار کیا کرتے ہیں۔ اب انہیں انکار کرتے نہیں بن پڑا۔ چنانچہ اسی وقت وہ اپنے گھر لے گئے۔ اور وعدہ لیکر چھوڑا کہ شب کو خانم اور بچوں کو لائے گا۔ اب انہوں نے آکر مجھ سے سارا واقعہ کہا اور ساتھ ہی کہا کہ شام کو چلنا ہوگا میں وعدہ کر آیا ہوں۔ لہذا سر شام ہی میں نے تیاری کی اور نماز پڑھ کر روانہ ہوئے ان کا مکان ہم لوگوں کے مکان سے دور تھا ہم لوگ شہر سے دور ٹھیرے تھے اور ان کا مکان وسط شہر خیابان امین الدولہ میں واقع ہے۔ جیسے ہی ہمارے آنے کی اطلاع ہوئی ہاتھوں ہاتھ سب لے گئیں اور نہایت خاطر سے ایک کمرہ میں لاکر بٹھایا جو کہ نہایت صاف ستھرا وصوفیا نہ تھا جب ہم بیٹھ چکے تو ایک بقچہ لاکر آگے رکھا جس کے اندر چادریں تھیں اس طریقہ سے میں محض ناواقف تھی لیکن سمجھ گئی کہ برقعہ اتار کر اوتار کر یہ اوڑھنے کو دیا ہے۔ چنانچہ برقعہ اتار کر چادر اوڑھ لی جلدی سے اُن

لوگوں نے میرا برقعہ تہہ کر کے اُسی بقچہ میں رکھدیا۔ اس کے بعد کیک اور کچھ اعلیٰ قسم کے بسکٹ لیکر ملازمہ آئی اور انہوں نے کھانے کے لئے اصرار کیا کھانے کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں وہاں نہ ٹھیرنے کی بڑے زوروں پر شکایت ہوئی۔ میں کیا جانتی تھی کہ خراسان کے چند دنوں کے قیام میں یہ لوگ اتنی محبت کرنے لگیں گے جب دس بج گئے تو میں نے اجازت چاہی تو معلوم ہوا کہ بغیر کھانا کھائے اجازت نہ ملے گی۔ آخر مجبوراً کھانا پڑا۔ گو تکلفات سے کھانے بری تھے پھر بھی بہت لذیذ اور خوش ذائقہ۔ غرضکہ کھانے کے بعد اجازت مانگی تو اس شرط پر اجازت مل سکی کہ کل صبح معہ کل سامان کے چلے آئیں اور جب تک طہران میں رہے یہیں رہیں آخر اخلاقاً اس شرط کو بھی منظور کرنا پڑا تب اجازت ملی اور گیارہ بجے گھر پہنچی۔ صبح ۲۶ر اکتوبر اُٹھ کر جانے کی تیاری کرنے لگی خیال کیا کہ سامان یہیں رہے جب طہران سے جاؤں گی اُس وقت یہاں سے لے جاؤں گی۔ اتنے میں وہی چھوٹے صاحبزادے خود آ گئے اور کہا کہ آپ لوگ اب تک تشریف نہیں لے گئے وہاں انتظار ہو رہا ہے۔ جلدی سے ہم لوگ جانے لگے تو انہوں نے کل سامان لے جانے پر اصرار کیا آخر معہ سامان کے ہم لوگ چلے گئے دیکھا کہ بڑے اور منجھلے صاحبزادے دروازہ پر منتظر ہیں اس وقت تک کسی نے کھانا تک نہ کھایا تھا جیسے ہی ہم لوگ اندر پہنچے مثل سابق ہم لوگوں کے لئے بقچہ آیا۔ یہ ان کے یہاں رسم ہے چونکہ جس وقت وہ لوگ باہر نکلتی ہیں تو صرف اپنا لباس جو کہ انگریزی فراک سے ملتا ہوا ہوتا ہے پہنے رہتی ہیں دوپٹہ کے بجائے برقعہ اوڑھ لیتی ہیں جب برقعہ اُتارتی ہیں دوپٹہ اوڑھتی ہیں مہمانی میں تو ڈوپٹہ ساتھ نہیں لے جاتیں اس وجہ سے میزبان بی بی اس طرح کی چادر خاص مہمانوں کے لئے اپنے یہاں رکھتی ہیں مہمان بی بی اپنا برقعہ اتار کر وہ چادر اوڑھ لیتی ہیں۔ ورنہ انہیں برقعہ سمیت ہی بیٹھنا پڑتا ہے۔ میں نے کہا اس کی ضرورت نہیں ہم لوگوں کا لباس ایسا ہے کہ چادر کی ضرورت نہیں رہتی یہ کہہ کر میں نے برقعہ اُتارا تو ان لوگوں کو دیکھ کر تعجب ہوا اور تعریف کے پُل باندھ دیئے نام پوچھا کہ اس کو کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا "ساری" یہ ہندوستانی لباس ہے۔ پھر دسترخوان بچھا کھانا کھایا گیا اور شام تک تو ہم لوگوں کے لئے دو منزلے کے اوپر کمرہ درست کر دیا گیا جس میں آرام کی کل چیزیں موجود تھیں ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ بستر موجود تھا دن بھر بات چیت میں گذرا شب کا کھانا کھا کر ہم لوگ اوپر گئے پوری منزل ہم لوگوں کے لئے مخصوص تھی۔ صبح اُٹھ کر نماز پڑھی ابھی بیٹھی تھی کہ ملازمہ سماوار دودھ شکر روٹی پنیر سب لا کر رکھ گئی چار بجے نیچے آئے۔ ۲۷۔ اکتوبر بھی دن بھر ان بیبیوں کی صحبت میں ہنسی خوشی گذرا۔ ۲۸۔ اکتوبر کو میرا ارادہ کوہ بی بی شہربانو جا کر دیکھنے کا تھا صبح ناشتہ وغیرہ سے فراغت کر کے نیچے آئی۔ اُسی روز طہران سے روانہ ہونے کا بھی قصد تھا لیکن اُن لوگوں کی محبت نے اور ایک روز رُکنے پر مجبور کر دیا اس روز ہم لوگوں کے لئے ایک خاص قسم کا ایرانی کھانا پکایا گیا جس کو آش آرد کہتے ہیں سہ پہر کو مرزا ابوالقاسم ان کے چھوٹے صاحبزادے کے ہمراہ میں اور پروفیسر صاحب اور بچے موٹر پر روانہ ہوئے قصبہ شاہ عبدالعظیم سے جانب شمال شرق وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ واقع ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اسکی چوٹی پر حضرت بی بی شہربانو حرم محترم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا مزار مبارک ہے کوئی نصف میل

کی چڑھائی ہے جس پر سفید گنبد ہے اور وہیں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ پہاڑ پر چڑھنے کا رستہ بنا ہوا ہے اور ایک پانی کا چشمہ بھی ہے پہاڑ کے نیچے کی زمین آباد ہے باغات بھی بکثرت ہیں ایک قہوہ خانہ اور مسافروں کے لئے سرائے بھی ہے۔ بڑی مشکلوں سے ہم لوگ پہاڑ پر چڑھے بچوں کی وجہ سے زیادہ زحمت ہوئی لڑکیاں تو پریشان ہوگئیں آدھ گھنٹہ میں کہیں اوپر پہنچے منہ دھویا وضو کیا مسجد میں نماز پڑھی پھر کچھ دیر سیر کی جو گنبد نیچے سے اس قدر چھوٹا نظر آتا تھا اوپر جاکر دیکھا تو بہت بڑا تھا لیکن جب نیچے آئے تو وہی کیفیت تھی اُترتے وقت بڑی آسانی سے اترے بلکہ ڈھلوان ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ پیچھے سے کوئی دھکیل رہا ہے۔ جب واپس آئے تو دیکھتے ہیں کہ صاحب خانہ کی بہن صاحبہ ہم لوگوں سے ملنے آئی ہیں غرضکہ ملکر طرفین کو خوشی ہوئی پھر ہندوستان کے طرز معاشرت پر گفتگو ہوتی رہی جس کو کہ وہ لوگ بڑی دلچسپی سے پوچھتی اور سنتی رہیں۔ بچاری نے ہم لوگوں کی خاطر اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا۔ ان لوگوں کی خاطر سے ایک روز اور زیادہ ٹھیر گئی چار روز وہاں قیام رہا ایسی خاطر و مدارات سے پیش آئیں کہ میں شرمندہ ہوگئی اپنے گھر کی طرح آرام ملا ان کی چھوٹی صاحبزادی نجم الملوک کی محبت تو میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی بڑی صاحبزادی بدر الملوک بھی بہت مہربان تھیں ایران کی مہمان نوازی بھی مشہور ہے۔ مردوں میں پروفیسر صاحبؒ کی بھی ایسی ہی خاطر ہوئی ۹ اکتوبر ہم لوگوں کی روانگی تھی موٹر لاری وغیرہ کا انتظام ایران گورنمنٹ کی طرف تھا۔ صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر نیچے آئی اس روز وہ سب کی سب ہم لوگوں کے چلے جانے کے خیال سے رنجیدہ تھیں نجم الملوک نے ایک ایک رومال اپنے ہاتھ کا بنا اور ایک ایک بٹوا یادگار کے طور پر ہم سبھوں کو دیا بچوں کو گڑیوں کے کپڑے دئے مجھے بھی مسافرت میں جو ممکن ہوسکا نشانی سبھوں کو دیں اس کے بعد منجھلی صاحبزادی فخر الملوک کے ساتھ بازار گئی اور سماوار اور وہاں کا مشہور حلوہ جسے گز کہتے ہیں اور چیزیں خرید کر واپس آئی پانچ بجے موٹر آگئی اسباب لدنے لگا اسوقت کی ان لوگوں کی حالت قابل بیان نہیں۔ بچے بوڑھے اس طرح دلگیر تھے کہ جیسے کوئی عزیز چھوٹ رہا ہو ان کی ہمشیرہ صاحبہ سے اگرچہ نئی ملاقات تھی لیکن یہی حالت ان کی بھی تھی ماں میں الگ افسوس کر رہی تھیں بجنہ خانم کی کیفیت تو احاطۂ تحریر سے باہر ہے ہم لوگوں کو قرآن مجید کے سایہ کے نیچے رخصت کیا، باہر اعتلاء الدوالہ اور ان کے تینوں صاحبزادے پروفیسر صاحب سے اسی طرح رخصت ہو رہے تھے اس طرح گلے لگا کر آبدیدہ ہوئے کہ جیسے اپنے فرزند کو کوئی رخصت کرتا ہو اور فرمایا آغائے طاہر بھول نہ جانا غرضکہ جبتک ہم لوگوں کی کار آنکھوں سے اوجھل نہ ہولی دروازہ سے نہ ہٹے خراسان کی نسبت طہران میں بہت قلیل عرصہ تک قیام کرسکی گرچہ وہ لوگ لاکھوں میل دور ہیں لیکن ان کی کبھی نہ فراموش ہونے والی محبت دل میں موجود ہے۔ غروب آفتاب کے وقت روانہ ہوئے تھے آٹھ بجے کے قریب ایک قصبہ میں کچھ دیر ٹھیر کر چار پلی نماز پڑھی اس کے بعد پھر روانہ ہوگئے گیارہ بجے شب کو جاکر قم میں پہنچی اسوقت کل شہر پر خاموشی طاری تھی دکانیں بند تھیں۔ لوگ سو رہے تھے ہم سب بھی جاکر سو رہے صبح علی الصباح اٹھ کر سبھوں نے چار پلی پل ٹوٹا ہوا تھا موٹر سے جانا مشکل تھا۔ کرایہ کی گاڑی منگالی گئی تاکہ وہ ندی سے لے جائے چنانچہ گاڑی پر ہم لوگ شہر دیکھنے گئے۔

(باقی)

خوبصورتی کا تعلق غسل سے

ازمحترمہ امۃ الحفیظ مؤلفہ صنعت و حرفت

مغربی سائنس دان کہتے ہیں کہ ٹب میں غسل کرنا بجائے اسکے کہ سر پر دوبار لوٹے پانی کے ڈال لئے جاویں بدرجہا بہتر ہے اس خیال کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ مشرقی ملکوں میں اور خاص طور پر ہندوستان میں نہانے کا مقصد صرف جسم کی میل کچیل کو دھوڈالنا ہی سمجھا جاتا ہے لیکن نہانے کا مقصد کچھ اور ہی ہے۔ نہانے سے صحت اور تندرستی کی گارنٹی ہوتی ہے۔ تروتازگی محسوس ہوتی ہے۔ خون کا دوران اپنی اصلی رفتار سے ہوتا ہے کام میں دل لگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جلد میں ہزاروں لاکھوں چھوٹے چھوٹے مسام ہوتے ہیں جن کی راہ سے زہریلے مادے جسم کے اندر سے خارج ہوتے رہتے ہیں اسی کو ہم لوگ پسینہ کہتے ہیں۔

پسینہ کیا ہے؟ زیادہ حصہ پانی کا نمکین مادے اور کچھ حصہ چکناہٹ کا۔ ہوا لگنے سے پانی کو خشک کردیتا ہے نمکین اور چکنے مادے جسم کی کھال پر خشک ہوجاتے ہیں۔ ان ہی کو نہانے کے دوران میں پاک اور صاف کردیا جاتا ہے

غسل خوبصورتی صحت اور تندرستی کا نہایت ہی مفید طریقہ ہے۔ گرم پانی میں غسل کرنا مسامات کو خوب کھول دیتا ہے جس کی وجہ سے پسینہ بھی نکالتا ہے جتنا زیادہ پسینہ نکلے گا اتنے ہی زیادہ زہریلے مادے جسم کے اندر سے خارج ہونگے۔ ٹھنڈے پانی کا غسل گوشت اور پوست کو مضبوط اور طاقتور بناتا ہے غسل سے زیادہ سے زیادہ فائدے اٹھانے کے لئے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ دل کو تسلی اور آرام ہو اور اُسکے بعد کوئی خاص مرحلہ بھی درپیش نہ ہو۔

صبح کو ضرورت سے غسل کیا جائے توشام کو صحت اور تندرستی کی خاطر دلجمعی اور تسلی کے ساتھ ضرور غسل کرو۔ ایسا کرنے سے دن بھر کی تھکان کوفت اور پریشانی اس طرح غائب ہوجائے گی جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔

اگر تم کو کام کاج خود کرنا پڑتا ہے تب توشام کو نہانا اور بھی ضروری ہے سب کام دن میں ختم کرنے کے بعد پہلے نیم گرم اور پھر ٹھنڈے پانی کے ٹب میں خوب دیر تک بیٹھو اور پانی کو اپنے جسم پر ڈالتی رہو۔ اسکے خاطر خواہ اور فائدہ مند نتیجہ سے تم خود ہی حیران رہ جاؤ گی۔

اگر شام کے بعد کھانا پکانے کا یا کوئی اور خاص کام جس سے کہ تھکن اور کوفت ہونے کا ڈر ہو نہ ہو تو نہانے کا وقت چار اور پانچ بجے کے قریب موزوں ہوگا کیونکہ اس وقت میاں کے دفتر سے اور بچوں کے سکول وغیرہ سے واپس گھر آنے کا وقت ہوگا۔ ان کی غیر موجودگی میں تم یہ کام سکون اور دلجمعی سے کرسکو گی اگر کسی وجہ سے یہ وقت موزوں نہ ہو تو پھر رات کو سب کام

کاج ختم کر چکنے کے بعد سونے سے قبل بہترین وقت ہے ایسا کرنے سے رات کو نیند بھی تسلی بخش آتی ہے اور دن کے کام کاج کی کوفت بھی مفقود ہو جاتی ہے۔

غسل گرم ہو یا سرد اسکے متعلق مختلف ڈاکٹروں کی مختلف رائیں ہیں۔ ٹھنڈا غسل ان کے لئے جن کو سردی پکڑنے کا اندیشہ نہ ہو یا جو ٹھنڈا پانی برداشت کر سکتی ہوں بہترین ہے کیونکہ ٹھنڈا غسل راحت بخشنے والا ہوتا ہے ٹھنڈک کی وجہ سے خون کی رفتار دھیمی ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے "دل کی دھڑکن" وغیرہ کی شکایت نہیں رہتی اسکی وجہ سے خون کا دوران زیادہ گہرائی میں ہوتا ہے۔ اگر تمہاری طبیعت کا میلان ٹھنڈا غسل کرنے کو نہ ہو تو ایک دفعہ تجربہ کر کے دیکھو اگر غسل کے بعد فرحت محسوس ہو اور طبیعت کھلی کھلی ہو جاوے تو اسی کو جاری رکھو اور اگر معاملہ اس کے برعکس معلوم ہو تو پھر نیم گرم غسل یا جس قسم کا طبیعت کو پسند ہو کرو۔

بعض طبیعتیں ٹھنڈا پانی دیکھ کر ہی ٹھنڈک محسوس کرنے لگ جاتی ہیں معلوم ہو کہ پانی کی ٹھنڈک صرف چند منٹ کے لئے محسوس ہوگی۔ پھر جب خشک تولیہ سے اپنے جسم کو رگڑ و گی یا خشک کرو گی تو سب سردی مفقود ہو جائیگی۔ کپڑے پہنتے وقت اور بعد میں ایسی فرحت محسوس کرو گی کہ میں اپنی کم علمی کی وجہ سے لفظوں میں اس کا خاکہ کھینچنے سے قاصر ہوں لیکن اگر کپڑے پہننے کے بعد بھی زیادہ دیر تک سردی کا اثر محسوس کرو یا دوسرے لفظوں میں دانت بجتے ہوں تو پھر ٹھنڈے پانی سے اجتناب لازم ہے۔ یا اسکا اثر مفقود کرنے کے لئے تھوڑا گرم دودھ یا ایک پیالی چائے کی پی لینے کے بعد بالکل جاتا رہے گا۔

صبح کو ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ٹھنڈا غسل کر کے دیکھو دن بھر طبیعت کیسی بشاش اور خوش خوش رہتی ہے۔ ایک پرانا مقولہ ہے "صبح اُٹھنا تندرستی زیادتی عمر اور بشاشت کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن میرا تجربہ یہ ہے کہ صبح اٹھنا پھر ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔

میرے اس لکھنے سے یہ مطلب ہرگز نہ نکالیں کہ ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے ہی غسل کرتی رہو۔ معلوم ہو کہ ٹھنڈا پانی نہلانے دھونے پاک صاف ہونے کے لئے بہت اچھا نہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے نیم گرم پانی اور صابن سے بدن کو خوب اچھی طرح پاک اور صاف کر لو پھر بعد میں ٹھنڈے پانی کے ٹب میں بیٹھ کر اس سے لطف اُٹھاؤ۔

گرم پانی کا غسل: کام کرتی کرتی تھک گئی ہو۔ جسم میں درد ہو رہا ہو تو اس حالت میں گرم غسل مومیائی کا درجہ رکھتا ہے گرم پانی کا غسل عام طور پر دن بھر کا کام کاج ختم کرنے کے بعد شام کو کرنا چاہئے گرم پانی کی وجہ سے خون کا دوران اوپر کو یعنی اندرونی حصوں سے بیرونی حصوں کو ہو جاتا ہے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد تو کبھی بھول کر بھی گرم پانی میں غسل مت کرو۔ ایسا کرنے سے خون کا دوران جو کہ معدے کی طرف کو ہوتا ہے بیرونی حصوں میں یعنی جسم کی سطح کی طرف کو ہو جائے گا اور کھانا ہضم ہونے میں جو امداد خون سے ملتی ہے

وہ نہ مل سکے گی۔ اسکا نتیجہ بدہضمی وغیرہ شکایات .... کا ہونا لازمی ہے۔

اگر رات کو سونے سے قبل غسل کرنے کی خواہش ہو یا دن کی مصروفیت اور وقت نہ مل سکنے کی وجہ سے رات کو غسل کا وقت مقرر ہو تو اس وقت بھی بہت گرم پانی سے غسل مت کرو۔ اسکے لئے بہترین غسل کے پانی کا درجہ حرارت جسم کے درجہ حرارت کے قریب قریب ہو یعنی ۹۸ درجے فارن ہائیٹ یا اس سے ایک آدھ درجہ کم وبیش۔

اگر طبیعت بہت پراگندہ ہے۔ تو غسل کے پانی میں چند قطرے کسی خوشبو کے ملا کر نہانے سے طبیعت خوشگوار ہو جائے گی۔ مغربی ملکوں میں غسل کے پانی میں عموماً خوشبوئیں یا نہانے کے نمک ملانے کا عام رواج ہے اس میں شک نہیں کہ یہ خوشبوئیں خوبصورتی اور صحت کے لئے کافی مفید ثابت ہوتی ہیں طبیعت کو سکون اور فرحت اگر میسر نہ ہو تو زندگی کی اصل جان مفقود ہو جاتی ہے۔

آج کل بازار میں نہانے کے خوشبودار نمک رنگین تریوں کی شکل میں ملتے ہیں۔ لونڈر۔ گلاب چنبیلی۔ جونسی خوشبو پسند ہو اُسی خوشبو میں بسے ہوئے مل جاتے ہیں۔ یہ خوشبودار نمک عموماً سوڈا بائی کارب اور نشاستہ کا مرکب ہوتے ہیں غسل کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے بعد میں ٹیلک یعنی پف یا وڈر جسم پر مل لو۔

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے کہ مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ یارکا ٹکٹ آنے پر ۱۵ فروری تک مضمون نگاروں کو واپس کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ فروری کے بعد ضائع کر دیے جائیں گے

سہیلی کے نام۔ عورت کی محبت۔ مردوں کے مظالم کی ایک روح فرسا تصویر۔ کہانی۔ اپیل بخدمت دردمندان قوم۔ بی تختو کی کہانی۔ مونگ کی دال کا حلوہ۔ واقعہ۔ شکستہ دل کی آواز۔ زلزلوں کی اقسام۔ جہانگیری چوڑیاں۔ بادشاہ کا خواب نصیحت۔ تعلیم خانہ داری میں مفید ہے۔ مسلمان خاتون کا سب سے بڑا اور اہم فرض۔ سنڈریلا۔ مرد و عورت۔ آزادی نسواں۔ آہ وہ زمانہ (ترجمہ) لاعلمی۔ رخصت (ترجمہ) نظم مبارکبادی۔ سپاسنامہ۔ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔ مسودہ قانون فسخ نکاح۔ ہندوستان کو مشترکہ ملکی زبان کی ضرورت۔ تل کے لڈو۔ تعلیم نسواں پر گہری نظر۔ ابر رحمت کا ظہور۔ تتلی کے جنازہ پر (نظم) نسیمہ کی سرگذشت۔ وید اور گائے کے گوشت کا نظارہ۔ وقت کی پابندی۔ (ترجمہ) دعا (ترجمہ) ایک یتیم لڑکی کی عید۔ (نظم) تیری یادیں۔ ہندو عورتوں کے دردناک حالات۔ تلاش حق۔ لاپروائی دربار علوی کا ایک منظر (نظم)، خاتم النبیین۔ عید کا چاند۔ مضمون نگاری کا صلہ۔ دور جدید کی عورت (نظم)، مذہب اور شاعر۔

اڈیٹر

کتابوں کی حفاظت

کم وبیش ہر تعلیم یافتہ بہن کو کتابیں جمع کرنے اور ایک چھوٹا سا کتب خانہ بنانے کا شوق ہوتا ہے لیکن بہت کم بہنیں ہوں گی جنہیں کتابوں کو اچھی حالت میں رکھنے کا سلیقہ یا طریقہ آتا ہو۔ اس لئے انہیں بسا اوقات مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیڑا یا پھپھوندی لگ کے قیمتی اور نایاب کتابوں کا ناس ہوجاتا ہے یا سیل کی بُو پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے کتابیں جمع کرنے اور ان کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے کافی سلیقے اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ اِس لئے مفصلہ ذیل چند باتیں بہنوں کو مفید مطلب معلوم ہوں گی۔

زہریلی گیس کتابوں کے لئے سخت مضر ہوتی ہیں۔ ان کے تاثرات سے کتابیں بہت جلد گل جاتی ہیں۔ جو بہنیں کارخانوں کے نزدیک یا گنجان آبادی کے درمیان رہتی ہوں ان کے لئے یہ بات بہت مشکل ہے کہ وہ کتابوں کو ہمیشہ کھلی اور تازہ ہوا میں رکھ سکیں لیکن وہ بہت کچھ ایسی بچاؤ کی تدابیر اختیار کرسکتی ہیں کہ مسموم ہوا کتابوں پر اپنا اثر نہ کرنے پائے۔

جو قیمتی کتابیں ہوں ان کے لئے Book Cases بک کیس جنمیں شیشے کے کواڑ لگے ہوں مہیا کرنے ضروری ہیں۔ یہ کتابوں کی سیل وگرد وغبار سے بچانے اور ان کی جلدوں کو گھسوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ الماریاں خواہ دیوار میں بنی ہوئی ہوں یا علٰحدہ لیکن اندر سے ان کی سطح بالکل ہموار اور پالش ہوئی ہوئی ہونی چاہئے۔ تاکہ رگڑ لگ کے کتابوں کی جلدوں کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ کھردری الماریوں سے بہت جلدی کتابوں کے کنارے گھس جاتے ہیں اور اگر کپڑے یا چمڑے کی جلد بندی ہو تو بعض دفعہ وہ پھٹ کر ناقابلِ مرمت ہوجاتی ہے۔

اگر ممکن ہو تو لائبریری والے کمرے کا رُخ شمال کی جانب ہونا چاہئے۔ کیونکہ اِس طرح دھوپ کی ایک مناسب مقدار کمرے میں رہے گی۔ ورنہ دھوپ کی زیادتی سے یا تو جلدوں کا رنگ اُڑ جاتا ہے اور یا جگہ جگہ بدنما دھبّے پڑ جاتے ہیں۔ نیز ورقوں کا رنگ بھی ہلکا بادامی ہوجاتا ہے۔ اگر ایسا کمرہ مہیا نہ ہوسکے تو پھر حتی الامکان کتابوں کو دھوپ کی تیزی سے بچانے کی کوشش کریں۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر ایسا رنگ کرائیں جس سے دھوپ کی تیزی کم ہوجائے یا بھاری پردوں سے دھوپ کا بچاؤ کریں۔

چوتھی اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ کتابوں کو سیل سے محفوظ رکھیں اس سے کتابوں میں پھپھوندی لگ جانیکا اندیشہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بدنما دھبے پڑ جاتے ہیں اور بدبو آنے لگتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً کتابوں کو

دھوپ دیدیا کریں۔ اور اگر مکان نیا بنا ہوا ہو تو قیمتی کتابیں دیواروں میں بنی ہوئی الماریوں میں رکھنے سے احتراز کریں کیونکہ نئے مکان کی دیواریں چند مہینے گذر جانے پر بھی پورے طور سے خشک نہیں ہوتیں۔

سال میں کم از کم ایک دفعہ کتابوں کی پورے طور سے دیکھ بھال مندرجہ ذیل طریقے پر کریں۔

(۱) ہر ایک کتاب علیٰحدہ علیٰحدہ جھاڑیں۔ لیکن احتیاط رکھیں کہ جو گرد آپ کتاب پر سے جھاڑیں وہ اندر ورقوں پر نہ جمنے پائے۔

(۲) جھاڑ چکنے کے بعد ہر ایک کتاب کو احتیاط سے دیکھیں اگر کوئی ورق پھٹ گیا ہو تو اُسے باریک کاغذ کی چیپی سے جوڑ دیں۔ بعض دفعہ کتابوں کے کونوں پر سے چمڑا یا کاغذ رگڑ کھا کے پھٹ جاتا ہے جو نہایت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے رنگین کاغذوں کے تکونی شکل کے ٹکڑے کاٹ کر خوبصورتی کے ساتھ چڑھالیں۔ یا بازار سے انگریزی بنے بنائے کورنرز Corners منگا کر چڑھائیں۔

(۳) پرانی کتابیں جن پر چمڑے کی جلد بندھی ہوئی ہو ان پر تھوڑا سا موم روغن ایک نرم کپڑے سے ملیں۔ اس کے کسی مخمل کے ٹکڑے سے جلد کو رگڑیں۔ لیکن یہ عمل صرف ان ہی کتابوں کے ساتھ کرنا چاہئے جن کی جلدیں بالکل سادی ہموار سطح کی ہوں نقش و نگار بنی ہوئی جلدیں اس طرح خراب ہو جائیں گی۔

(۴) بعض دفعہ پرانی کتابوں میں کیڑا لگ جاتا ہے۔ جو کہ کتابوں کے لئے نہایت خطرناک چیز ہے۔ پس جن کتابوں میں کیڑا لگ گیا ہو ان کو دوسری کتابوں سے فوراً علیٰحدہ کر دیں۔ اور کسی ٹین کے ڈبے کو لے کر اس میں ایک کپڑا ایتھر Ether یا ایتھلین ڈی کلورائڈ Ethylenede Chloride میں بھگو کے بچھا دیں۔ اور کتاب کو اس کے اندر بند رکھ کر ڈھکنا مضبوطی کے ساتھ بند کر دیں۔ کم از کم چوبیس گھنٹے کے بعد کھولیں اور کچھ دیر کھلی ہوا میں رکھا رہنے دیں۔ صرف ایک ہی دفعہ ایسا کرنا کافی نہیں۔ بلکہ تین ہفتے تک ہر ہفتے اسی عمل کو دہرائیں۔ یہاں تک کہ کیڑوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

(۵) پھپھوندی لگی ہوئی کتابوں کو کسی خشک جگہ میں چند دن تک رکھیں۔ اور الماری میں رکھنے سے پیشتر اطمینان کر لیں کہ الماری بھی بالکل خشک ہو۔

(۶) جھینگروں یا بعض دوسرے کیڑوں کے لئے کوئی بھی کیڑے مارنے والا پوڈر کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ کتابیں الماری میں رکھنے سے پہلے الماری کو جھاڑن سے خوب اچھی طرح جھاڑ کر کسی اینٹی پیسٹک کریم کی پالش کر لینی مفید ہوتی ہے۔

(۷) کتابوں کو رکھنے میں بھی کافی احتیاط ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کتابوں کو زبردستی ٹھونسنے سے جلدوں کے خراب ہونے اور رگڑ کھانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کسی ہوئی رکھی ہونے سے کتابیں اکڑ جاتی ہیں جس سے ان کی وضع میں فرق آجاتا ہے۔ اسلئے کتابیں اتنی ہی تعداد میں رکھیں کہ وہ بآسانی رکھی جاسکیں۔

اسما محمد سعید دہلی



دوپہر کا ناشتہ — اٹلی کے باشندے کوئلہ اور بجلی کا خرچ گھٹا کر جنگ میں مدد دے رہے ہیں *



مس میری اولڈ فیلڈ
مشہور انگریز مصور آجکل ھندوستان کی
سیر کررہی ھیں *



ریڈیو سے کرۂ ھوائی کی ناپ تول کرنے کا نیا آلہ
روزانہ ھوائی جہاز میں ۱۰۰۰۰ فٹ
کی بلندی پر کام کرتا ھے *



بجلی کے ذریعہ کاشت کی جاتی ہے • بجلی کی بھٹی میں فولاد تیار کی جاتی ہے • چھت پر کام کرنے کے لئے بجلی کا سوئچ بورڈ •

صفائی

صفائی بھی عجب چیز ہے۔ ستھرا گھر اور صاف چیزیں دیکھکر دل کس قدر خوش ہوتا ہے۔ جب ہم کہیں جاتے ہیں تو گھر میں قدم رکھتے ہی ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس گھر والوں کی طبیعت کس قسم کی ہے۔ اگر صفائی پسند طبیعت ہو گی تو اس کا اثر دروازے میں داخل ہوتے ہی ظاہر ہو جائے گا۔ اگر گھر میلا اور چیزیں گندی ہو نگی تو ملنے سے پہلے ہی طبیعت ایک حد تک متنفر ہو جائے گی۔

بدقسمتی سے ہمارے پسماندہ ملک کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہاں صفائی شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔ اول تو میونسپلٹی ہی اس کی فکر نہیں کرتی کہ شہر کا کیا حال ہے۔ مہتر برائے نام ضرور نوکر ہیں اور وہ صبح شام دو ایک ہاتھ سڑکوں پر مار دیتے ہیں اور چھوٹ موٹ نالیوں کو دھوتے ہیں۔ لیکن بڑے سے بڑا شہر بھی آپ کو ایسا نہیں ملیگا کہ دیکھکر آپ کا دل خوش ہو جائے۔ گلیاں ہیں تو ایسی کہ دیکھتے ہی متلی ہونے لگتی ہے۔ گلیوں میں اول تو نالیاں ہوتی ہی نہیں۔ اور اگر قسمت سے کہیں ہوئیں بھی تو اُن میں نیلا نیلا چوڑا ایسا جما ہوا ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ ایک طرف جانور سڑکوں کو خراب کرتے ہیں اور دوسری طرف بعض بدتمیز حیوان' جن کو بعض دفعہ محض اخلاقاً انسان کا خطاب دیا جاتا ہے' جہاں چاہتے ہیں کوڑا کرکٹ اور گندہ پانی پھینک دیتے ہیں۔ اگر ہزار میں دو چار کو یہ باتیں ناگوار بھی گزرتی ہیں تو وہ اُن سے لڑائی مول لیکر کیوں اپنی جان کو عذاب میں ڈالیں۔

چھوٹے بڑے سب شہروں میں صفائی اور صحت کے انتظام ہی کے لئے میونسپلٹیاں بنائی گئی ہیں۔ مگر جس بے دلی سے ان فرائض کی رسمی خانہ پُری کی جاتی ہے اس سے کون ناواقف ہے۔ اگر کسی ممبر میونسپلٹی کی طبیعت ذرا صفائی پسند واقع ہوئی تو ان کی گلی مقابلتاً زیادہ صاف ہو گی اور بس۔ ورنہ یہ بھی نہیں۔ جب شہروں کا یہ حال ہے تو ہندوستان کے اَن گنت گاؤں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ بے چارے گاؤں کے رہنے والے' جو اپنی بدقسمتی اور حکام کی بے حسی کی وجہ سے' بالکل جاہل اور صحت و صفائی کے اصول سے محض نابلد ہیں۔ اور ایسے گھروں میں رہتے ہیں جو مرغیوں کے ڈربوں سے بھی بدتر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کی بیماریاں آئے دن ہندوستان میں پھیلتی رہتی ہیں۔ وباؤں کے حملے اس شدت سے ہوتے ہیں کہ ہر سال لاکھوں آدمی اُس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ پُرانے زمانے میں جن بیماریوں کے نام بھی کبھی سننے میں نہ آتے تھے اب اُن کی یہاں مستقل رہائش ہے۔ یوروپ کے ملکوں میں ہر قسم کی وبائی اور دوسری بیماریوں سے بچنے کی ایسی تدبیریں کی گئی ہیں کہ وہ اب اِن ملکوں سے ناپید ہو گئی ہیں۔ چنانچہ چیچک' ملیریا' پلیگ' کالرا اور ایسی اور بہت سی بیماریاں وہاں سے بالکل معدوم کر دی گئی ہیں۔ برعکس اس کے جب کوئی مرض ایک مرتبہ ہمارے ملک میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر یہاں سے نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ یہاں کی ہر بات اس کی نشو و نما کے موافق ہے۔

اب ذرا ہمارے گھروں کی طرف توجہ کیجئے۔ شہر کی صفائی کے معاملے میں ایک حد تک ہم عورتیں مجبور ہیں۔ لیکن ہم نہایت آسانی سے اپنے اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھ سکتے ہیں۔ ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ اکثر غریب اور متوسط طبقے سے زیادہ امراء کے ہاں گندگی اور غلاظت ہوتی ہے۔ جہاں خدا کے فضل سے بہت سے نوکر' ہر قسم کا

سامان اور بڑی بڑی کوٹھیاں ہوتی ہیں۔ وجہ کیا؟ یہ کہ بیگم صاحبہ سے اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوسکتی کہ نوکروں کو زبان سے صفائی کی تاکید کردیں۔ اور بات دراصل یہ ہے کہ محض زبان سے کہنے سے نوکر جس طرح صفائی کرنی چاہیئے ہرگز نہیں کرتے۔ جب تک صاحبِ خانہ اُس میں دلچسپی نہ لے اور نگرانی نہ کرے کام اچھی طرح نہیں ہوتا۔ اور جب گھروالی کو پرواہ نہیں تو نوکروں کی کیا بلا کو غرض پڑی ہے کہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں۔

اب رہ گئے متوسط اور غریب طبقے کے لوگ تو اُن کو یہ بہانا بھی ہے کہ انھیں کھانا پکانا اور دوسرے کام کیا کم ہیں کہ ہر وقت جھاڑو لئے صفائی کرتے رہیں۔ اگر کسی نے ہمت کرکے کہا کہ ذرا گھر صاف ستھرا رکھا کرو تو اُس کو اپنا دُکھڑا سنانا شروع کر دیا۔ بہن تم کیا جانو کس مصیبت میں ہوں۔ بچّوں کی دیکھ بھال، میاں کا کام، سینا پرونا، کھانے کی دیکھ بھال، سب کو کھلانا۔ اِسی مصیبت میں گرفتار رہتی ہوں۔

مگر باوجود ان سب واقعی اور فرضی عذروں کے ہر عورت کا فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنے گھر کی صفائی کا خیال رکھے۔ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ شوہر کے دل میں گندی اور پھوہڑ عورت کی قدر ہرگز نہ ہوگی۔ عام طور پر مردوں کی طبیعت صفائی پسند ہوتی ہے۔ اور آجکل کے تعلیم یافتہ لوگ خاص طور پر گھر کو صاف ستھرا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جب وہ گھر کو گندی اور خراب حالت میں دیکھتے ہیں تو اُن کی طبیعت متنفر ہو جاتی ہے۔ اور وہ گھر میں بہت کم رہتے ہیں۔ اس سے جو شکایات ان کو بیویوں کو ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہیں۔

آیئے یہ بھی دیکھ لیں کہ گھر کی صفائی کرنے کے کیا کیا کام کرنے ضروری ہیں۔

صبح اُٹھکر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے گھر کی صفائی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی لڑکا یا عورت نوکر ہے تو اُسے تاکید کردیجے کہ وہ سب کمروں اور برآمدوں وغیرہ میں صبح ہی جھاڑو دے۔ اور پھر اپنے سامنے میزیں، کرسیاں، طاق، کارنس، اور سب متفرق چیزیں ایک جھاڑن سے صاف کرائیے۔ بہتر ہے کہ خود بھی تھوڑا بہت کام اس کے ساتھ کیا جائے ہر چیز کا ایک ٹھکانا ہونا چاہیئے۔ رات میں کوئی چیز جگہ سے بے جگہ ہوگئی ہو تو اُس کو اُس کی جگہ رکھیئے۔ لوٹے کٹورے صبح یا شام کو دن میں ایک مرتبہ ضرور منجھوانے چاہئیں۔ گھڑوں صراحیوں کو اندر باہر سے دھولینا چاہیئے۔ استعمال کے پانی کے لئے سب سے اچھی چیز حام ہے۔ لیکن اگر حام نہ ہو تو پانی نکالنے کے لئے ڈونگے ہونے چاہئیں۔ بشرطیکہ پانی نکالتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ ہاتھ اندر نہ ڈوبے۔ لمبی ڈنڈی کے ڈونگے زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ صحن کے ایک کونے میں ایک کنستر ہونا چاہیئے جس میں کوڑا کرکٹ ترکاری کے چھلکے وغیرہ ڈال دیئے جائیں۔

غسل خانے کی صفائی بھی بہت ضروری ہے۔ نہانے کے لئے ایک حام جس میں پانی گرم ہوسکے ہونا چاہیئے۔ اور ہر روز بلاناغہ غسل خانے کو دھونا چاہیئے۔ اکثر لوگ بلاتکلف ناک اور منہ کی غلاظت گھر بھر میں جہاں چاہے ڈال دیتے ہیں اسے دیکھ کر طبیعت بہت ہی متنفر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق بچّوں اور نوکروں سب کو تاکید ہونی چاہیئے کہ کوئی ایسا نہ کرے اور جو کوئی اس قسم کی گندگی پھیلائے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

پاخانے کو دونوں وقت فنائل ڈال کر پانی سے دُھلوانا چاہیئے۔ اور موری کو ہر وقت صاف رکھنا چاہیئے۔ اوپر سے کھُلی ہوئی موری بہتر ہے۔ اگر مجبوری سے موری کا کوئی حِصّہ بند ہو تو صفائی کا یہ طریقہ ہے کہ ایک طرف سے بہت سا پانی ریلے کے ساتھ بہا دیا جائے جو کچھ کوڑا ہوگا نکل جائے گا۔ کبھی کبھی اندر بانس ڈال کر صاف کرانا بھی ضروری ہے۔

شام کے وقت پھر ایک مرتبہ نظر ڈال لیں اور جو چیز ذرا بھی میلی ہو اُسے صاف کرادیں۔ بے ترتیب چیزیں ٹھکانے سے رکھ دیں۔ مہینے میں ایک مرتبہ گھر کا کل سامان نکال کر دھوپ میں ڈالنا چاہیئے۔ کمروں وغیرہ کی دیواریں جھڑوائی جائیں۔ جالے ضرور لوائے جائیں۔ کواڑوں کو تیل اور پانی ملا کر صاف کرانا مفید ہے۔ سال میں ایک مرتبہ سفیدی ضرور کرانی چاہیئے۔ یہ نہ صرف صفائی کے لئے ضروری ہے بلکہ اِس سے مکان کے جراثیم وغیرہ بھی مر جاتے ہیں۔

اب سب سے زیادہ مشکل اور اہم **باورچی خانے کی صفائی** ہے۔ عام طور پر پکانے والی عورتیں اِس بارے میں بہت پریشان کرتی ہیں۔ آپ ان کو تاکید کرتی ہیں کہ کوڑا چھلکے ایک طرف ڈالو۔ باورچی خانے میں کیچڑ نہ ہونے دو۔ برتن صاف رکھو، اور وہ اس کے برعکس کرتی ہیں۔ لیکن ان کو مجبور کرنا چاہیئے۔ اور اگر نہ مانیں تو الگ کر دیا جائے۔ جو عورتیں اپنے ہاتھ سے پکاتی ہیں ان کو باورچی خانے کی صفائی زیادہ سہل ہے۔ کیونکہ انسان خود ایک کام آسانی سے کر سکتا ہے۔ لیکن دوسرے سے ایسا کرانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

صبح شام دونوں وقت، ورنہ ایک وقت ضرور ہی باورچی خانہ کی زمین کو دھونا چاہیئے۔ اِسی وجہ سے وہاں موری کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جنس تمام مہینہ کے شروع میں اکٹھی منگا لینی چاہیئے۔ اسے احتیاط کے ساتھ ڈبوں کنستروں میں رکھنا چاہیئے۔ اگر جنس کے لئے ایک کوٹھری علیحدہ ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ مجبوری کی حالت میں باورچی خانے ہی میں کسی الماری میں سب ڈبے رکھ دئے جائیں۔ چیز نکالنے کے بعد کنڈی لگا دیں۔ برتن دھونے کے لئے اگر الگ جگہ بنی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ کسی بڑے برتن میں سب برتن دھو کر اور پانی اکٹھا کر کے موری میں ڈال دیا جائے اور اس کی تاکید رکھنی چاہیئے کہ جھوٹے برتن صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک بے دُھلے نہ پڑے رہیں۔ بلکہ کھانا کھانے کے فوراً بعد دُھوڈالے جائیں۔ برتن پونچھنے کے لئے دُھلے کپڑے کی صافی ہو جسے استعمال کرنے کے بعد دھوپ میں ڈال دینا چاہیئے۔ اگر الماری میں برتن رکھ دئے جائیں تو اچھا ہے۔ ورنہ کسی ٹوکرے میں رکھ کر اوپر سے کوئی برتن یا کپڑا اڑھا نک دینا چاہیئے۔ لکڑیاں جلنے کی وجہ سے باورچی خانے میں جالے بہت لگتے ہیں۔ دوسرے تیسرے دن جالے لوانے چاہئیں۔

مکھیاں جس قدر ہمارے ملک میں ہیں اُتنی شاید ہی کہیں ہوں۔ ان سے بچنا مشکل تو بہت ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ اگر سارا مکان اور بالخصوص باورچی خانہ بالکل صاف رہے گا، کھانے پینے کی چیزیں کھلی نہ پڑی رہیں گی تو مکھیاں زیادہ نہیں آئیں گی۔ باورچی خانے میں کھڑکیوں اور دروازوں پر چقیں ڈالنی چاہئیں۔ اور صرف باورچی خانے ہی میں نہیں بلکہ کمروں کے دروازوں پر بھی ان کا ہونا ضروری ہے۔ مزید احتیاط کے لئے اگر ممکن ہو تو دن میں ایک مرتبہ کونوں میں فلٹ کر کے مکھیوں کو نکالدیں۔ جس قدر گھر میں گندگی ہوگی اُسی قدر زیادہ مکھیاں ہوں گی اور جتنی زیادہ صفائی ہوگی اتنی کم مکھیاں ہوں گی۔ گھر میں کسی جگہ ایسا نہ ہو کہ پانی کھڑا رہے۔ ورنہ مچھر بہت پیدا ہوتے ہیں اور ان سے ملیریا پھیلتا ہے۔ ویسے بھی مچھر رات کا سونا اور دن کو کام کرنا حرام کر دیتے ہیں۔

اگر چند دن تک کوشش کر کے گھر کو خوب صاف کر لیا جائے تو روزانہ کی صفائی میں بہت کم دِقّت پڑتی ہے۔ اور بعد میں یہ مصیبت نہیں ہوتی کہ جب کسی خاص موقعہ پر صفائی کی جائے تو گھر میں سے ٹوکروں کوڑا اور منوں کباڑ نکلے۔ اور صفائی کرتے کرتے نوکر اور گھر والے سب پریشان ہو جائیں۔

اگرچہ گھر کی صفائی کرنا گھر والی ہی کا فرض ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک گھر کا ہر فرد تھوڑا بہت

صفائی کا خیال نہ رکھے گا وہ اکیلی کچھ نہیں کر سکتی۔ سب کی مجموعی بے پرواہی اور بے احتیاطی سے گھروں کی حالت بہت خراب رہتی ہے اور مکمل صفائی اور سلیقہ ہونا ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ وہ عام طور پر بہت خوشی سے اس کام میں شریک ہوتے ہیں اور اسے کھیل سمجھتے ہیں۔

پاندان کی صفائی۔ جن بہنوں کو پان تمباکو کی عادت ہے میں اُن سے التجا کرتی ہوں کہ وہ پاندان، پانوں کی لگنی اور صافی، پانوں وغیرہ کا صاف طور پر خیال رکھا کریں۔ میلے اور گندے پاندان سے جس قدر گھن آتی ہے اُس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ بعض مرتبہ پانوں کی صافی میں ایسی بو آتی ہے کہ اگر اسے سونگھا جائے تو یقیناً متلی ہو جائے۔ پیک تھوکنے کے لئے دو چار اُگال دان گھر میں ہونے چاہئیں۔ ہرگز جگہ جگہ پیک تھوک کر اپنے گھر اور چیزوں کو گل رنگ نہ کریں۔

جسم کی صفائی۔ ہفتہ میں کم از کم ایک دفعہ سر دھونا چاہئے۔ مرد تو ہمیشہ سر دھو سکتے ہیں لیکن عورتوں کو بالوں کی زیادتی کی وجہ سے روز سر دھونا مشکل ہے۔ اگر روز نہانے کا معمول کر لیا جائے تو سبحان اللہ۔ ورنہ ہفتہ میں دو تین مرتبہ نہانا تو لازمی ہے۔ اگر نہاتے وقت کان میں تھوڑا سا پانی ڈال لیا جائے تو تھوڑی دیر بعد گرم گرم پانی نکل آتا ہے اور کان میں پھنسی وغیرہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ دن میں ایک مرتبہ سر میں کنگھی کرنی چاہئے۔ دیر دیر میں بال صاف کرنے سے بال کمزور ہو کر گرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ہمارے پاک مذہب میں جہاں اور باتوں کا خیال ہے وہاں صفائی کا خیال بھی بدرجہ اتم رکھا گیا ہے۔ پانچ مرتبہ نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اور بدن کا ہر وہ حصہ جو کھلا رہتا ہے (یعنی ہاتھ، چہرہ، باہیں، پاؤں) ضرور دھوئے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ناک منہ صاف کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر کپڑے پاک نہ ہوں تو بھی نماز نہیں ہوتی۔ دراصل پاکی اور صفائی دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں۔ اس لئے جو لوگ نماز کے پابند ہیں وہ عام طور پر صاف رہتے ہیں۔ میل کے جم جانے سے مسام بند ہو جاتے ہیں جو صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ ناخنوں کو آٹھویں دن کاٹنا چاہئے۔ انتہائی فیشن پرست لوگوں میں اب لمبے لمبے ناخن رکھنے کا مرض چل پڑا ہے۔ خدا کی پناہ۔ دیکھ کر بھی کوفت ہوتی ہے۔ میں نے ایسی عورتوں کے جن کے بہت چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے بڑے بڑے نوکیلے ناخن دیکھے ہیں۔ خدا جانے یہ ان لوگوں کو کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے تو دیکھ کر ہی سخت کوفت ہوتی ہے۔ میری یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنے بچوں کو کیسے لیتی ہوں گی اور اپنے اُن نوکیلے ناخنوں سے اُن کو کیسے بچاتی ہوں گی۔

دانتوں کی صفائی۔ سب سے زیادہ خطرناک چیز دانتوں کا گندہ رہنا ہے۔ آجکل پائیریا کا مرض ہندوستان میں بہت عام ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ محض دانتوں کی صفائی کی طرف سے غفلت ہے۔ کھانا کھا کر ضرور دانت صاف کرنے چاہئیں۔ رات کو سوتے وقت بھی ضرور دانت صاف کر کے سونا چاہئے۔ دانت صاف کرنے کے لئے سب سے عمدہ چیز مسواک اور اُس کے بعد برش ہے۔ لیکن برش کی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ گندہ برش دانتوں کو دُگنا خراب کر دیتا ہے۔ گرم پانی سے برش کو خوب دھونا چاہئے۔ اور سخت برش کا استعمال بہتر ہے۔

پائریا بڑا برا مرض ہے۔ اس کے علاوہ دانتوں کی خرابی کی انواع و اقسام کی بیماریاں، بخار، جگہ جگہ درد، معدہ کی خرابی اور ایسی اور بہت سی تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پائریا کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ سارے دانت نکال دئے جائیں۔ اس وجہ سے جو بہنیں خدا کی رحمت سے اس مرض سے محفوظ ہیں ان کو بطور شکر نعمت ہی کے اپنے

دانتوں کی قدر کرنا چاہئے اور بہت احتیاط سے صاف کرنا چاہئے۔

کپڑوں کی صفائی۔ اپنے کپڑے بھی صاف رکھنے ضروری ہیں۔ ہفتہ میں دو دفعہ تو کپڑے ضرور ہی بدلیں۔ اگر استطاعت نہیں ہے تو فرض نہیں کہ دھوبی ہی دھوئے بلکہ گھر ہی دھوئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح بستر، چادر، غلاف، دسترخوان، میزپوش، چاندنی دری بھی صاف رہنی چاہئے۔ میلی "چاندنی" (ان دو لفظوں کا استعمال کیسا عجیب معلوم ہوتا ہے) بچھی ہوئی بہت بُری لگتی ہے۔ عام طور پر دہلی والوں کا دستور ہے کہ چاندنی خواہ زمین کی رنگت ہو مگر ہو ضرور۔ میرے خیال میں یہ اچھا ہے کہ انسان کھرے پلنگ پر بیٹھ جائے بہ نسبت اس کے کہ ایسی دریوں یا "چاندیوں" پر بیٹھے۔

اب سب صفائیوں کی جڑ یعنی **دل کی صفائی** کے بابت کچھ عرض کروں گی جس شخص کا دل صاف ہے اسمیں بہت کم بُرائیاں پائی جائیں گی۔ جو دل حسد، بغض، کینہ اور لالچ سے پاک ہوگا وہی دل صاف ہے۔ جو آدمی دوسروں کی عزت، دولت اور آسائش سے جلتا ہے، جو ہر ایک سے خواہ مخواہ بُرائی کرتا ہے، جو ذرا سی بات کو مدت تک یاد رکھ کر دل میں باتیں پکاتا ہے، جسے ہر وقت روپے پیسے کی فکر رہتی ہے اور چاہتا ہے کہ ہر چیز مجھے ہی حاصل ہو جائے وہ کبھی آسودہ اور مطمئن نہیں رہ سکتا۔ جس کا دل صاف نہیں اُسے ہرگز کبھی آرام میسر نہیں ہوگا۔ لالچ، حسد، بغض و کینہ سے انسان دین و دنیا دونوں میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ نہ اُسے دنیا میں چین ملتا ہے نہ آخرت میں، اس لئے اپنے دل کو ہمیشہ ایسے خیالات سے پاک رکھنا چاہئے۔

وہ شخص جو گناہ کرتا ہے بے شک گناہ گار ہے۔ لیکن وہ شخص بھی تقریباً اتنا ہی گنہگار ہے جو بُرے خیالات دل میں پکاتا رہتا ہے گو کسی وجہ سے اُن کو انجام دینا اس کی قدرت میں نہ ہو۔

مسز صالحہ عابد حسین

آنسو

دوست کے آنسو! اُف وہ قیمتی قطرات اشک! تمہیں کچھ معلوم ہے۔ تمہاری حیات کے آخری لمحوں میں تمہاری پیاری آنکھوں سے جو دو قطرے موتیوں کی طرح ڈھلے تو میں نے کس جوش الفت سے والہانہ محبت کے ساتھ اُنہیں اپنے ہونٹوں سے جذب کرلیا۔ کیا کوئی اِن آنسوؤں کی قیمت دے سکتا ہے۔ کیا میری زندگی کی موجودہ مسرت بخش گھڑیاں بھی ان دو آخری آنسوؤں کی یاد بھلا سکتی ہیں۔

اُف میری دوست! دُنیا کی رنگین لطافتیں زندگی کا پُرجوش ہنگامہ نئے نئے لطیف احساسات کی فراوانی انسان کمزور انسان کو محو و مصروف کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایام گذشتہ کی ہلکی سی جھلک کے سوا کچھ بھی دل میں باقی نہیں رہتا لیکن تمہاری یاد تمہارے مقدس آخری آنسوؤں کی یاد میرے دل میں ایک مستقل شعلے کی طرح بھڑکتی رہتی ہے۔ آہ میں اُنہیں نہیں بھلا سکتی کبھی نہیں بھلا سکتی۔

اُف وہ آنسوؤں کے قیمتی قطرے۔ زندگی کے لبریز جام کے آخری قطرے مجھکو اپنی لطیف و مسرور گھڑیوں میں بھی یاد آجاتے ہیں تو ایک آہ کے سوائے میرے پاس اس کا کچھ علاج نہیں رہتا۔

مہر مسز عبدالجبار بنگلور

ریل کا سفر

ایک مرتبہ میری بنارس والی ہمشیرہ بے حد بیمار ہوئیں اور ان کا تار وصول ہوتے ہی مجھے بنارس جانا پڑا۔ اس سفر میں مجھے ایسی تکلیفوں کا مقابلہ کرنا پڑا جو بیان سے باہر ہیں۔ مکان سے سوار ہو کر جب اسٹیشن پہنچی تو تانگہ والے نے کافی فاصلہ پر اُتارنا چاہا وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا کہ ہم پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ریلوے نے اسٹیشن کی حد میں سواری لانے پر محصول مقرر کر دیا ہے۔ ہر سواری پر فی پھیرہ دو پیسے طلب کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ریلوے کی حد کے باہر سواریوں کو اُتارنا شروع کر دیا ہے تاکہ پبلک خود چیخ پڑے اور ٹھیکہ کے توڑ وانے کی کوشش کرے۔ چار ناچار ہم کو بھی اُترنا پڑا۔ اگرچہ بے حد ناگوار رہا۔ ہم نے دریافت کیا کہ یہ مصیبت کتنے روز سے درپیش ہے۔ اس نے جواب دیا کہ پندرہ روز سے اور صاحب ایک آپ ہی پر یہ مصیبت نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان۔ ہندو۔ انگریز۔ امیر و غریب سب ایک ہی ناؤ پر سوار ہیں۔ یہ بات سُن کر مجھکو بہت افسوس ہوا کہ اس تکلیف کو اُٹھاتے ہوئے اتنے روز ہو گئے اور کسی اخبار میں ریلوے کے اس رویّہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کی گئی۔ یہ سوچتے ہوئے زنانخانہ کی طرف مُڑنے لگی تو مجھ سے کہا گیا کہ زنانخانہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ عرصہ سے عورتیں مردانہ راستہ سے اسٹیشن پر آتی جاتی ہیں۔ بہ ہزار مجبوری میں نے بھی اُسی طرف قدم بڑھایا۔ وہاں پہنچی تو حقیقت میں ضعیف و لاچار عورتوں کو مردوں کے غول میں دھکّے کھاتے ہوئے دیکھا۔ ریل آچکی تھی بدشواری میں بھی اسی مجمع کو چیرتی پھاڑتی ریل تک پہنچی ریل میں مسافروں کی عام طور سے یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم آرام سے سوتے چلے جائیں۔ خواہ دوسروں کو تکلیف ہو یا راحت۔ عورتوں میں یہ مرض زیادہ پایا گیا ہے۔ نیچ قوم سے تو خدا ہی بچائے۔ بہن صاحبہ نے مراد آبادی برتنوں کی فرمائش لکھ بھیجی تھی کچھ تو ان کا سامان تھا کچھ اپنی ضرورت کی چیزیں جسکی وجہ سے سامان زیادہ ہو گیا تھا بمشکل تمام میرے شوہر نے زنانہ درجہ میں سوار کرایا اور تمام سامان بحفاظت رکھوا دیا ورنہ دوسری عورتوں کی چیخ پکار میں اتنی جلدی سوار ہونا دشوار تھا۔ اتنے میں ریل چل پڑی۔ سفر کرنے کا مجھے یہ پہلا اتفاق تھا۔ میرے شوہر کو سرکاری ضرورتوں کی وجہ سے چھٹی نہ مل سکی تھی۔ اور ہمشیرہ صاحبہ کی علالت کے تار کی وجہ سے بہت پریشان تھی اس لئے اپنے ماموں زاد بھائی کو جس کی عمر پندرہ سال کی تھی ہمراہ لیکر بنارس جانے کا قصد کیا تھا۔ گاڑی چلنے پر جب سکون ہوا تو میرے دماغ میں لکھنؤ کے اسٹیشن پر گاڑی بدلنے کی دقتوں کا خیال آیا اور ٹائم ٹیبل میں یہ دیکھکر کہ وہاں دو گھنٹے ملیں گے دل کو اطمینان ہوا اور میں نے یہ طے کیا کہ "سلمہ بی" کا ہاتھ میں پکڑ لوں گی "ٹپن میاں" کو محمد حافظ گود میں لے لیں گے "آبن صاحب" محمدی بوا کے پاس ہیں اور قلی کو سامان دیکر اُس کا نمبر نوٹ کر لوں گی۔ اب میں اطمینان کے ساتھ ہم سفروں سے گفتگو کر رہی تھی اور بچے

خوش وخرم اسٹیشنوں، پلوں، دریاؤں، اور سبزہ زاروں کی سیر کرتے ہوئے ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں میں چلے جارہے تھے۔ آخر قریب ساڑھے آٹھ بجے شب کے ہم لکھنؤ آپہنچے۔ گاڑی رُکی تو محمد حافظ نے قلی کیا۔ جس کا نمبر میں نے نوٹ کرلیا اور سامان اُتار کر اُس کو شمار کرادیا اور کہا کہ ہمیں بنارس کی گاڑی میں بٹھا دو۔ قلی نے جو ہمیں بغیر مرد کے دیکھا تو پیر پھیلانے شروع کردیئے۔ کہنے لگا ۲ر فی عدد دینا ہوگا۔ میں نے کہا کہ قاعدہ کے موافق ۱ر فی من دیا جائے گا۔ ہم دوسرا قلی کرنا چاہتے تھے تو کوئی دوسرا نہ آتا تھا۔ جب ہم زیادہ دیر تک پریشان ہوتے اور میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو سامنے ہی ایک کمرہ پر اسٹیشن ماسٹر لکھا نظر آیا۔ میں نے محمد حافظ سے کہا کہ سامنے کے کمرہ میں جاؤ اور اسٹیشن ماسٹر سے کہو کہ (۸۱) نمبر کا قلی ہمیں پریشان کررہا ہے نہ خود سامان اُٹھاتا ہے اور نہ دوسرا قلی کرنے دیتا ہے۔ اُس نیک بخت اسٹیشن ماسٹر نے آکر اُس کو ڈانٹا پھر کیا تھا قلی کان دبائے سامان لیکر چلدیا۔ سچ ہے کہ جوتے کا یار جوتے سے باز آیا۔ مگر اس نے اپنے جلے دل کے یوں پھپھولے پھوڑے کہ ایک ٹکٹ چیکر سے جاکر کچھ کانا پھوسی کردی۔ تھوڑی دور چلتے ہی ٹی ٹی ای آن وارد ہوا۔ اور کہنے لگا کہ آپ کو کہاں جانا ہے۔ ہم نے کہا کہ "بنارس" پھر ٹکٹ طلب کئے تو محمد حافظ نے ۲½ ٹکٹ نکال کر اُن کو دکھائے۔ اتنے ٹکٹ دیکھکر سامان کو تو کچھ نہ کہا مگر ڈھائی سال کے بچے کا ٹکٹ مانگا۔ ہم نے کہا کہ یہ بچہ ابھی ٹکٹ کے قابل نہیں کیونکہ اِسکی عمر صرف ۲½ سال کی ہے۔ اسپر اُس نے اپنی حکومت جتاتے ہوئے کہا کہ اِس بچے کی عمر ۳½ سال کی ہے۔ اِس کا ٹکٹ ڈبل چارج کیا جائے گا۔ اب قلی بولا کہ صاحب بابو جی کو پان کھانے کے واسطے دو روپیہ دیدیجئے۔ ورنہ تمہارے اوپر کئی روپیہ پڑجائیں گے۔ میں نے کہا کہ بچہ تین سال کا نہ سہی چار سال کا سہی ہمارے مرد بنارس اسٹیشن پر ہوں گے اُن سے جو چاہنا لینا۔ اُس پر اُس نے کہا خیر میں بھی اِسی گاڑی سے بنارس جارہا ہوں۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ چاہے ڈاکٹر کی فیس دیکر بچہ کی عمر کا معائنہ ہی کرانا پڑے مگر اس ملعون کو ایک پیسہ نہ دوں گی۔ بنارس جانے والی گاڑی دوسرے پلیٹ فارم پر تیار کھڑی تھی۔ قلی اور ٹکٹ چیکر کے جھگڑے میں افسوس کہ وقت ختم ہوچکا تھا۔ دوسرے یہ کہ بنارس ہندوؤں کی تیرتھ گاہ ہے یوں بھی اہلِ ہنود بکثرت جاتے ہیں اور اس زمانہ میں تو کسی میلہ کی وجہ سے اور بھی زیادہ اژدھام تھا۔ گاڑی ایسی ڈٹی ہوئی تھی کہ دور سے دیکھ کر دم گھٹتا تھا۔ بہزار دقت و پریشانی سامان رکھوایا اِسکے بعد بچوں کو سوار کرایا۔ عورتوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ سوار ہوتے وقت وہ مجھے پیچھے کو دھکا دیئے دیتی تھیں۔ میں سوار ہونے ہی پائی تھی کہ ریل نے سیٹی دیدی اور وہ چل پڑی "محدی بوا" گھبراکر کسی غیر آدمی کو بچہ دیکر چلتی گاڑی میں سوار ہوگئیں۔ اتنے میں گاڑی اور بھی زیادہ تیز ہوگئی اور وہ اُس شخص سے بچے کو نہ لے سکی۔ میری نگاہ جو محدی بوا پر پڑی تو وہ گھبرائی ہوئی کھڑکی سے جھانک رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ بچہ کہاں ہے تو وہ کچھ جواب نہ دیتی تھیں اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اب تو میری پریشانی کی انتہا نہ تھی۔ آخر اُنہوں نے کہا کہ میں نے سوار ہوتے وقت بچہ کو ایک آدمی کو دیدیا تھا۔ گاڑی تیز ہوگئی اور بچہ اسٹیشن پر ہی رہ گیا۔ مجھے بیحد غصہ آیا اور پریشانی کی وجہ سے چند لمحے کے لئے بدحواس ہوگئی۔ اس وقت ڈبہ میں اِس قدر گڑبڑ مچ رہی تھی کہ خدا محفوظ رکھے۔ کوئی لڑ رہی تھی کوئی سامان سنبھال رہی تھی اور کسی کا بچہ رو رہا تھا مگر میں نے بہت جلد دماغ کو درست کرکے کہا کہ اے "شمیمہ" تو سوچتی کیا ہے۔ دیر ہورہی ہے اپنے لختِ جگر کو حاصل کرنے کی کوئی تدبیر کر۔ میں نے نہ اُن کی لڑائی سُنی نہ اپنا سامان دیکھا فوراً زنجیر پکڑ کر زور سے کھینچی گاڑی رُک گئی اور گارڈ صاحب دریافت کرنے کے لئے آئے میں نے کہا کہ صاحب اسٹیشن پر میرا شیرخوار بچہ رہ گیا ہے۔ اسپر گارڈ صاحب بڑبڑانے لگے کہ عجیب عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے

بچّے چھوڑ دیتی ہیں۔ اِس وقت میرے غصّے کی انتہا نہ رہی۔ میں نے کہا کہ آپ اطمینان دینے کی بجائے سرزنش کر رہے ہیں۔ خطا اپنی اور دوسروں پر الزام رکھ رہے ہیں۔ مسافروں کو بحفاظت سوار کرانا آپ کا فرض تھا۔ آپ نے اپنے فرض کو انجام نہیں دیا جس کا نتیجہ ہمیں برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ ہم عورتوں کو چلتی گاڑی میں سوار ہونا پڑا۔ آخر میں جو یہ ضعیف عورت چڑھ رہی تھی اُسکے دیکھئے کس قدر چوٹ آئی ہے۔ گارڈ صاحب کو نادم ہونا پڑا اور گاڑی کو اسٹیشن پر واپس لائے دیکھا کہ ایک دیہقانی اُس بچّے کو لئے اسٹیشن پر پھر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ یہ کس کا بچّہ ہے۔ چونکہ یہ شخص دیہاتی تھا اِس لئے اس نے بچّے کو گاڑی میں دینے کی زیادہ کوشش نہیں کی تھی۔ بچّہ بے حد بلک بلک کر رو رہا تھا۔ اسکے دودھ پینے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ بھوک اور گرمی کی وجہ سے اور بھی زیادہ بیچین تھا۔ اگرچہ یہ نیک آدمی اُس کو "گلاب جامن" کھلا کھلا کر بہلا رہا تھا گاڑی رُکتے ہی بچّہ لیا گیا۔ اتنی دیر کی جدائی ایسی معلوم ہوئی گویا کہ کئی سال سے جدا تھا۔ اسکو لیکر خوب پیار کیا۔ اور اُس شخص کو ایک روپیہ انعام دیا۔ اِس لئے کہ اُس نے ہمارے بچّے کو آرام سے رکھا تھا۔ جب بچّہ گود میں آیا تو دل کو اطمینان ہوا محمدی بوا سے سامان ٹھکانے لگوایا اور دوستانہ کرکے اپنے اور اپنے بچّوں کے واسطے جگہ حاصل کی۔ جب بنارس کے اسٹیشن پر پہونچی تو دیکھتی ہوں کہ بہنوئی صاحب کے ہمراہ بھائی "ڈاکٹر امیر احمد" بھی موجود ہیں۔ اُن کو دیکھکر مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے سامنے ٹکٹ چیکر کیا حجّت کر سکتا ہے۔ میں اطمینان کے ساتھ گاڑی سے اُتری اور خیال کیا کہ شاید وہ ٹی۔ ٹی۔ ای۔ پھر ٹوکے گا مگر مردوں کو دیکھکر وہ کچھ نہ بولا۔ پندرہ روز کے بعد جب میں واپس ہوئی تو رامپور کے اسٹیشن پر پبلک کو اُسی تانگہ نہ ملنے کی مصیبت میں گرفتار پایا۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ ریلوے نے اُن زرّیں اُصولوں کو نظر انداز کر رکھا ہے جن کے پردہ میں اُسکی ترقی کا راز مُضمر ہے۔ تھوڑے نفع کی خاطر پبلک کو اس قدر تکلیف پہنچانے کی مصلحت سمجھنے سے ہر شخص قاصر ہے۔ پھر کیوں ریلوے نے لوگوں کو سفر کی ترغیب کے لئے پبلسٹی دفتر کھول رکھے ہیں جب عملی طور پر مسافروں کے دلوں میں ایسے طرزِ عمل سے نفرت کے جذبات بھڑکائے جا رہے ہیں۔ اگر ریلوے کی یہی کوتاہ اندیشی اور پبلک کی خاموشی رہی تو مسافرخانوں، پانی کے نلوں، اور پاخانوں، وغیرہ کے استعمال پر بھی محصول ہو جائے گا۔ ابھی کل کی بات ہے زنانہ پلیٹ فارم بنے ہوئے تھے جسکی وجہ سے عورتوں کو سہولت تھی۔ مرادآباد کا زنانخانہ بہت دور کر دیا گیا ہے جو دوری کی وجہ سے خالی پڑا رہتا ہے۔ اور رام پور کے مسافرخانہ کا دروازہ سڑک کی طرف سے بند ہونے سے عورتوں کو مردوں کے غول میں گزرنا پڑتا ہے۔ ریلوے نے اپنے انتظام کی خامی کو درست کرنے کے بجائے عورتوں کی سہولت اور آرام کو ہر دو جگہ سے نیست و نابود کر دیا۔ اسی طرح میں خیال کرتی ہوں دیگر اسٹیشنوں پر عورتوں کو تکلیف اُٹھانی پڑتی ہوگی۔ کیا اہالیانِ ریلوے یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی حالت میں کوئی عورت بجز سخت مجبوری کے سفر نہیں کرے گی۔ اِسکے علاوہ اِس سفر میں ٹی۔ ٹی۔ ای اور گارڈ صاحب کا رویّہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ میں ریلوے کے افسران اور مُلک کے نمائندوں سے ہر طبقہ و ملّت کی عورتوں کی طرف سے اپیل کرتی ہوں کہ ریلوے کے سفر میں جو ہندوستانی عورتوں کو تکلیف ہو رہی ہے اُسکے رفع کرنے کی جلد از جلد عملی کارروائی فرمائیں گے۔ سخت افسوس ہوتا ہے یہ دیکھکر انگریز اپنی خواتین کی راحت و آرام کے لئے کیا کیا کرتے ہیں۔ اور ہمارے بھائی ہماری تکلیف و تحقیر کو اس قدر عرصہ سے برداشت کر رہے ہیں۔

کیا میرے ہمسایہ مولوی سر محمد یعقوب بتا سکتے ہیں کہ اُنہوں نے اِس طرف کیا توجہ فرمائی؟

مشتری جہاں بیگم رامپوری "شمیمہ"

علم کی خاطر

لاہور کے ڈبی بازار کی ایک گلی کے نکڑ پر ڈاکٹر حامد آکر ٹھٹھکے اِدھر اُدھر دیکھا اور آخر اندازہ کر لیا کہ یہ جگہ اُن کے لئے خوب موزوں ہے۔ ابھی سویرا ہی تھا کہ لوگ آس پاس سے نکل کر بازار میں جمع ہو رہے تھے۔ اور جلدی ہی خوب چہل پہل ہو جانیوالی تھی۔ کیونکہ یہ شہر کی سب سے زیادہ گھنی آبادی ہے۔

ڈاکٹر حامد نے اپنا بھاری تھیلا زمین پر رکھ دیا۔ اور ایک خوب موٹے کباڑی سے مخاطب ہوئے، جو اپنی دُکان سجانے میں مصروف تھا۔ اِس دُکان میں بہت سی چھوٹی چھوٹی نئی پُرانی چیزیں تھیں۔ پُرانے نئے کپڑے خالی بوتلیں اور شیشیاں۔ چھوٹے بڑے ٹین کے ڈبے۔ غرض ہر طرح کے کباڑ سے دُکان اٹی ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حامد نے بنئے سے مخاطب ہو کر کہا "جناب عالی۔ میں غریب آدمی ہوں، بہت دور سے علاج کا نیا طریقہ سیکھ کر آیا ہوں۔ اور لاہور کے باشندوں کو بھی اس سے فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے اتنی اجازت دیجئے کہ ایکدن کے لئے آپ کی دُکان کے کواڑ پر اپنا نقشہ لٹکا لوں اور چبوترے پر اپنی دوائیاں رکھ لوں۔ اس میں آپ کا بھی بھلا ہوگا۔ لوگ مجھ سے علاج کرانے آئیں گے۔ اور آپ سے بھی کچھ نہ کچھ خرید لیں گے۔

بنیا جس کا نام چندو لال تھا غصے کی صورت بنا کر کہنے لگا "دس روپے لوں گا"

"میں تو صرف چار روپے دوں گا۔ اگر آپ منظور نہیں کرتے تو اِس بازار میں اور بھی بہت سی دُکانیں ہیں۔ میں ان سے جا کر پوچھ لوں گا" ڈاکٹر حامد نے کہا "اور اگر آپ نے مجھے یہاں نقشہ لٹکانے بیٹھنے کی اجازت دیدی تو میں آپ کے دردِ سر کا بھی علاج مفت کر دوں گا۔ دیکھئے اتنی دیر میں کتنے آدمی جمع ہو گئے ہیں۔"

دو گنوار ترکاری کے ٹوکرے اُٹھائے ہوئے تماشہ دیکھنے آکھڑے ہوئے تھے۔ بنئے نے سوچا کہ لوگ اِس طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور جو کچھ مل جائے مفت سمجھنا چاہئے۔ وہ فوراً راضی ہو گیا۔ "اچھا لاؤ چار روپے ہی سہی مگر پیشگی لوں گا"

"آپ کی مہربانی کے کیا کہنے" ڈاکٹر حامد نے چڑانے کے طور پر کہا۔ اور چار روپے نکال کر اسکے حوالے کئے۔

اُنہوں نے ایک دبیز اور لمبا کاغذ نکالا اور دروازے پر لٹکا دیا۔ اسپر آدمی کی بہت بڑی تصویر تھی اور ہر حصے پر کچھ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ اور اس تصویر کے اوپر سنہری الفاظ میں لکھا ہوا تھا:- "ڈاکٹر حامد ہر مرض کا علاج کرنے والے۔ معدے کی تکلیفیں اندھاپن۔ مرگی۔ اور دوسری بیماریاں۔ فیس بہت کم ہے۔ دوا کا اثر بہت جلد ہوتا ہے۔ اور بہت دنوں تک رہتا ہے۔"

اُنہوں نے اپنا دواؤں کا صندوق کھولا جس میں سو خانے تھے۔ اور ہر ایک خانے پر نقشے سے ملتے ہوئے نمبر لگے ہوئے تھے پھر ایک انگیٹھی نکالی اور اُس میں کوئلے سُلگائے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے بہت سے چھوٹے چھوٹے چاقو اور لوہے کے ٹکڑے نکالے۔ ایک چھوٹا سا ثابت چاندی کا ایک چمچا۔ دوا ناپنے کے لئے ایک چھوٹی سی پیالی۔ ایک چاندی کی نلکی۔ اور ایک بہت بڑی گھنٹی بھی نکالی۔

چندو لال نے اپنی دُکان سجانے کے بعد تھکی ہوئی صورت بنا کر ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا "ڈاکٹر صاحب میرے سر میں بہت درد ہے۔ آپ نے مفت علاج کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"میری دوا کی ایک خوراک کھا لیجئے پھر کبھی آپ کے سر میں درد نہ ہوگا" ڈاکٹر صاحب پھرتی سے اُٹھے اور کہنے لگے۔ مہربانی کرکے بتائیے آپ کے سر میں کس جگہ درد ہوتا ہے" چند دلال نے پیشانی کی طرف اشارہ کیا۔ ڈاکٹر حامد نے نقشے میں دیکھا اس تصویر میں پیشانی پر نمبر چار لکھا ہوا تھا۔ اس لئے نمبر چار کے خانے میں سے سفوف نکالا" ذرا آپ اپنا منہ کھولئے۔ ہاں اِس طرح" اور اُنہوں نے سفوف کا چمچا بھر کر اُس کے منہ میں ٹھوس دیا۔ جائیے اب ایک پیالی چائے پی لیجئے۔ آپ کی پُرانی بیماری بہت جلدی جاتی رہے گی" چند دلال کا منہ آٹا بھرا ہوا تھا کہ وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ بلکہ اس کا دم بند ہو رہا تھا۔ بچارا خاموشی سے چلا گیا۔

ایک گنوار اپنے دوست سے مشورہ کرکے آگے بڑھا" میرے بدن میں دو جگہ درد ہے۔ آپ کی فیس کیا ہے"؟

"کہاں درد ہوتا ہے"؟ ڈاکٹر حامد نے پوچھا۔

"یہاں اور یہاں" اس نے آنکھ اور پیٹ کی طرف اشارہ کیا" مجھے کوئی چیز صاف نظر نہیں آتی۔ ہر وقت آنکھوں کے سامنے کالے کالے بادل سے آتے رہتے ہیں"۔

پانچ روپے لونگا اور علاج ایسا کروں گا کہ پھر کبھی بیماری پاس نہ پھٹکے گی" ڈاکٹر حامد نے کہا۔ اور لوہے کے دو ٹکڑے آگ میں ڈال دیئے" تم بکری کے بچے کی طرح ناچتے ہوئے یہاں سے جاؤ گے"۔

"آپ پانچ روپے کی جگہ دو تربوز لے لیجئے۔ میں غریب آدمی ہوں پانچ روپے نہیں دے سکتا"۔

"پانچ روپے" ڈاکٹر حامد نے سختی سے کہا۔ میری دوائیں بہت قیمتی ہیں"۔

"اور یہ کس واسطے ہے" گنوار نے دونوں لوہے کے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"اگر میں جاہلوں کو اپنے فن کے بھید بتاتا رہوں تو کیا علاج کروں اور کیا کماؤں"؟ ڈاکٹر حامد نے غصہ سے کہا" اگر تم علاج نہیں کرانا چاہتے چلے جاؤ"۔

"میرا تو بہت ہی بُرا حال ہے"۔ گنوار نے رونی صورت بنا کر کہا" خدا کے واسطے علاج کر دیجئے۔ ڈاکٹر صاحب"۔

ڈاکٹر حامد مسکرائے اور نقشے کو دیکھنے لگے۔ پیٹ کے پاس کے نمبروں کو غور سے دیکھا چار نمبر آنکھوں کے واسطے اور پچاس نمبر پیٹ کے واسطے نکلا۔ صندوق میں سے اُنہیں نمبر کی دوائیں نکالیں۔ اور ایک گندی طشتری میں ڈال کر اپنی غلیظ انگلی سے اُنھیں ملایا۔ اور مریض کو پلا دیں۔

مریض دوا کھا چکا تو اُنہوں نے کہا" آنکھیں بند کرو"۔

اُس کا آنکھیں بند کرنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آگ میں سے دہکتا ہوا لوہا نکال کر اُس کے پیٹ کو داغ دیا۔ گنوار درد سے چیخا اور اُچھلنے لگا۔ ڈاکٹر حامد نے پھرتی سے اُس کے پیٹ پر دوسری دفعہ چرکا دیا" ہاں بکری کے بچے کی طرح اُچھلو۔ میں نے اپنی دوا کا اثر پہلے ہی بتا دیا تھا" ڈاکٹر حامد نے کہا" جاؤ میرے دوست جو بھوت تم پر سوار تھا وہ اُتر گیا ہے"۔

اِس علاج سے فارغ ہو کر ڈاکٹر حامد نے ٹپاٹے چھوڑے، گھنٹا بجایا۔ اِس دوران میں گنوار کا دوست اُسے پکڑ کر لے گیا۔

رفتہ رفتہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے جو کوئی بازار سے کچھ خریدنے آتا وہاں کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے لگتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب چیخ چیخ کر اپنی تعریفیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اور اپنی دواؤں کے پُر تاثیر ہونے کا خوب زور

زور سے اشتہار بھی دے رہے تھے۔ بہت سے مریض آئے اور روتے ہوئے اور درد سے تڑپتے ہوئے واپس گئے۔
ڈاکٹر صاحب کے بٹوے کا وزن رفتہ رفتہ بڑھ رہا تھا۔ اکثر دواؤں کے خانے خالی ہو چکے تھے۔ اُنہیں نئی دواؤں سے بھرا جا چکا تھا۔ انگیٹھی کی آگ بجھ بجھ کر پھر تازہ جلائی جا رہی تھی۔
آخر کار شام ہو گئی بھیڑ کم ہوئی خرید و فروخت کا سلسلہ ختم ہوا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ڈاکٹر حامد نے قریب کے چائے خانے سے چائے منگا کر پی۔ سگرٹ سُلگایا اور اطمینان سے اپنی چیزیں سنبھالنی شروع کیں۔ اُنہوں نے اپنا دن بہت اچھی طرح گزارا تھا۔ اور خوب روپیہ بھی جمع کر لیا۔ اب وہ پاس ہی ہوٹل میں جا کر کھانا کھائیں گے۔ اور شام کے قریب ٹانگا کرایہ کر کے اپنی جائے قیام کو چلے جائیں گے۔
اُنہوں نے سب چیزیں تھیلے میں ڈالی ہی تھیں اور جانے کے لئے تیار ہی تھے، کہ ایک آدمی جو اتنی دیر سے دروازے پر کھڑا اُنہیں دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُن کی طرف بڑھا اور کہنے لگا "کیا مجھے اتنی اجازت مل سکتی ہے کہ میں ڈاکٹر حامد سے اپنے باپ کی بیماری کا حال بیان کروں"؟ اس نے چاروں طرف اچھی طرح دیکھ لیا کہ کہیں کوئی اس کی باتیں تو نہیں سُن رہا۔
"اولاد کو اپنے والدین سے ضرور محبت ہونی چاہیئے۔ اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے"؟ ڈاکٹر حامد نے کہا وہ ایک ہی نظر میں سمجھ گئے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس نے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے۔ اچھا سڈول بدن تھا۔ اور صورت سے دولت مند معلوم ہوتا تھا۔ ڈاکٹر حامد نے دل میں سوچ لیا کہ اِس سے خوب فیس حاصل ہو گی۔ کہنے لگے "میرے پاس اِس سے بھی اچھی اچھی دوائیں ہیں۔ شیر کا پنجہ۔ سانپ کا زہر، اور .... ہاں چین کا مشک ...."
"میں وہ خاص دوائیں نہیں چاہتا بلکہ وہ معمولی دوائیں جن سے آپ نے اتنے سارے آدمیوں کو اچھا کیا ہے"، اجنبی نے کہا۔
"ہاں دوست یہ فن میں نے بہت دنوں کے تجربوں سے حاصل کیا ہے۔ مگر آپ کے والد ماجد کے مرض کے لئے تو......"
"میرے والد کے سارے بدن میں کچھ نہ کچھ بیماری ہے۔ اُن کے بدن کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس میں درد نہ ہو۔ سر سے لیکر پاؤں تک ہر جوڑ کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہے۔ اکثر ڈاکٹر و حکیموں نے ان کی صرف ایک بیماری کا علاج کیا ہے جو تھوڑے دنوں کے بعد پہلے سے بھی بدتر ہو گئی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اپنے صندوق کی سب دوائیں ملا کر ان کو کھلا دیں تو بہت جلدی اچھے ہو جائیں گے۔"
"میں بھی بہت دن سے یہ تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر صاحب اچھی طرح سوچ لیجئے آپ کے والد ماجد اچھے ہوں یا نہ ہوں مگر میری فیس کی حقیر سی رقم ہر حالت میں ادا کرنی پڑے گی۔ میں ایک ہزار سے کم نہ لوں گا۔ اور جب تک میرا علاج جاری رہے گا میں آپ ہی کے مکان میں رہوں گا۔ تاکہ مریض کی اچھی طرح خبر گیری کر سکوں" ڈاکٹر حامد نے کہا۔
"آپ کی چند دواؤں کا اثر تو میں دیکھ چکا۔ اگر ساری دوائیں ملا دی جائیں تو مجھے یقین ہے کہ اس کا اور بھی اچھا اثر ہو گا" اجنبی نے کہا "میرے والد قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ اِس لئے اُن سے بہتر کسی پر یہ تجربہ نہیں ہو سکتا۔ میرے ساتھ چلئے آپ کو مُنہ مانگی فیس ملے گی" وہ دونوں ایک خوبصورت وسیع باغ میں سے گزر کر ایک عالی شان مکان میں داخل ہوئے۔ ایک کمرے میں خوبصورت سہری پر بہت سارے تکیوں اور گدیلوں کے ڈھیر میں قیمتی رضائی میں لپٹا ہوا۔ ادھیڑ عمر کا ایک آدمی لیٹا ہوا تھا۔ جس کا موٹاپا اُس کے قد سے تین گنا تھا۔ اُس نے ذرا آنکھیں کھول کر ڈاکٹر حامد کو اور اپنے بیٹے کو دیکھا اس کے سوا اس میں جان ہونے کے کوئی آثار نہ تھے۔ "ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے ابا جان میں آپ کے لئے ایک ایسا ڈاکٹر

لایا ہوں جو تمام دُنیا میں مشہور ہے۔" اس کے بیٹے نے کہا۔

"ان کے لئے بہت انتظامات کرنے پڑینگے۔" ڈاکٹر صاحب نے متفکر ہو کر کہا۔ "مجھے بہت سے کوئلے منگا دیجئے اور میری فیس کا بھی انتظام فرمایئے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔"

"آپ کسی بات کی فکر نہ کریں۔ میں سب مہیا کر دوں گا۔ جب تک میں سب چیزیں لاؤں آپ والد ماجد سے باتیں کیجئے۔ ان کا نام محمد یوسف ہے اور میرا نام محمد قاسم۔ کیا آپ دوسرے مریضوں کی طرح انہیں بھی چر کے دینگے؟ میں سمجھتا ہوں وہ دوائیں ہی کافی ہوں گی۔"

"میں سب علاج عین اُصول طب کے مطابق کرونگا۔" ڈاکٹر حامد نے ذرا غصّے کے لہجے میں کہا۔ "جناب محمد یوسف صاحب کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے سارے بدن میں درد ہے؟"

مریض نے آنکھیں جھپکائیں اور ہونٹ کچھ اس طرح ہلائے جیسے کوئی ہاں کہنے کی کوشش کرتا ہو۔ مگر اس کے حلق کے غدود اتنے پھول گئے تھے کہ آواز نکلنے کی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ دیر سوچا پھر کام میں مشغول ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنے تھیلے میں سے بہت بڑا پیالہ نکالا اور احتیاط سے سو دوائیں ناپ تول کر اسمیں ڈالیں۔ اُنہوں نے سب دوائیں بہت کم کم لی تھیں۔ مگر سب ملا کر خاصا اچھا ڈھیر لگ گیا۔ پانی ڈال کر انہیں اچھی طرح ملایا۔ اور دوبارہ انگیٹھی گرم کی۔ محمد قاسم اس عرصے میں کوئلے لے آیا۔ دوا تیار تھی مگر مریض کو دوا پلانا بھی ایک مرحلہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوا کا پیالہ سنبھالا۔ محمد قاسم نے اور ایک مضبوط ماما نے مریض کے ہاتھ پاؤں پکڑے اور پھر ڈاکٹر صاحب نے کسی نہ کسی طرح دوا اُس کے حلق کے نیچے پہنچا ہی دی۔ یہ کرنے کے بعد سب انجام کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر میں مریض میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس نے زور زور سے چیخنا شروع کیا اور سخت تکلیف کی حالت میں پلنگ پر لوٹنے لگا۔ اگر وہ کبھی تھک کر خاموش ہو جاتا تو ڈاکٹر حامد اُس کو چر کے دیتے تھے اور وہ پھر چیخنے اور اُچھلنے لگتا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ مریض پسینے میں شرابور ہو کر بالکل ہی نڈھال ہو گیا ہے تو اُسے آرام لینے کے لئے چھوڑ دیا۔ لیکن اس کی حالت دیکھ کر محمد قاسم بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے جنازے کا پورا سامان بھی خرید لیا تھا۔ مگر معجزہ دیکھئے کہ دوسرے دن صبح کو مریض اُٹھ بیٹھا۔ گو بہت تھکا ہوا تھا۔ اُسی وقت ڈاکٹر حامد نے مقویات کے طور پر چڑیا کے گھوسلے کا شوربا بھوسے کی روٹی اور شراب میں بطخ کا خون ملا کر مریض کو پلا دیا۔ اس سے مریض پر بہت اچھا اثر ہوا۔ بہت سے دوست جن کو محمد قاسم نے جنازے میں ساتھ جانے کے لئے بلایا گیا تھا محمد یوسف سے مل کر مایوس چلے گئے۔ کیونکہ اب اُن کو یقین تھا کہ اس نے قبر میں سے پاؤں نکال لئے ہیں۔ ڈاکٹر حامد کو ہزار روپیہ فیس دیکر رخصت کر دیا گیا۔

محمد قاسم اُن کو پھاٹک تک پہنچانے آیا۔ اُس کے چہرے سے خوشی کے آثار غائب ہو چکے تھے۔ حالانکہ اُس نے ہی پہلے اپنے باپ کے علاج کے لئے ڈاکٹر حامد کی خوشامدیں کی تھیں۔

"خدا تمہارا ستیاناس کرے" محمد قاسم نے دانت پیس کر کہا۔ "تمہارے دخل درمعقولات نے میری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اگر تم علاج نہ کرتے تو وہ کبھی کا مر گیا ہوتا۔ اور میں اس دھوم دھام سے اُس کا جنازہ نکالتا کہ سارے شہر میں میری شہرت ہو جاتی۔"

"کیا بیجا خیالات ہیں۔" ڈاکٹر حامد نے غصّے سے کہا۔ "تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ تم نے مجھ سے علاج کرا کے علم طب کی

اتنی زبردست خدمت کی اور اپنے باپ کو دوسری زندگی بخش دی۔ اچھا خدا حافظ میرے دوست خدا انہیں خوش رکھے۔"
اُس نے محمد قاسم کی طرف مسکرا کر دیکھا اور جلدی سے اپنا سامان ٹانگے میں رکھ کر دیہات کی طرف چل کھڑا ہوا۔ لیکن وہ دور تک مُڑ مُڑ کر دیکھتا رہا کہ کہیں محمد قاسم رقم چھیننے کے لئے اُس کا پیچھا تو نہیں کر رہا۔

...

دو سال کے بعد ڈاکٹر حامد نے دوبارہ لاہور کا رُخ کیا۔ اور پھر چندو لال کی دوکان کے پاس آکر ٹھہرے اور اُسی پُرانے ٹھاٹھ سے اپنا ساز و سامان جمایا۔ لیکن ابھی گھنٹی بجا کر اپنی طرف لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے ہی والے تھے کہ اُنکی نظر ایک بد حال فقیر پر پڑی جو دور کھڑا اُنہیں نہایت نفرت اور غصے کی نظر سے گھور رہا تھا۔ اُنہوں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بانکا جوان محمد قاسم ہے۔
"یہ کیا" ڈاکٹر حامد نے چندو لال سے پوچھا "کیا محمد یوسف پھر بیمار ہیں کہ اُن کے بیٹے نے باپ کے غم میں اپنی یہ حالت بنالی ہے"
"یہ سب تمہارے اس تجربے کا نتیجہ ہے جو تم نے دو سال پہلے صرف علم کی خاطر کیا تھا" چندو لال نے ہنس کر کہا "بھائی بات یہ ہے کہ محمد قاسم محمد یوسف کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے پال لیا تھا تمہارے علاج سے ان کی بیماری جاتی رہی۔ اور اُنہوں نے ایک لڑکی سے شادی بھی کرلی۔ اس کے جڑواں بچے ہوئے ہیں۔ اب محمد قاسم کی ضرورت نہیں اِس لئے اُنہوں نے گھر سے نکال دیا ہو کہ خود کماؤ اور کھاؤ۔"
ڈاکٹر حامد نے جلدی جلدی اپنا سامان پھر صندوق میں بھرا اور ٹانگا کرایہ کر کے چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چندو لال نے ان کی گھبراہٹ دیکھکر پوچھا "ڈاکٹر صاحب آج آپ اتنی جلدی کہاں جارہے ہیں؟ ابھی تو ایک مریض بھی نہیں آیا" ڈاکٹر صاحب نے جلدی جلدی جواب دیا "میں نے سُنا ہے کہ یہاں سے دور ایک راے صاحب رہتے ہیں۔ اور اُسی مرض میں مبتلا ہیں جس میں محمد یوسف تھے۔ اور جو ڈاکٹر اُن کو تندرست کردے دس ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ اب میں اپنے نئے تجربہ سے جو دو سال پہلے کیا تھا فائدہ اُٹھانے جارہا ہوں" چلتے چلتے اُنہوں نے محمد قاسم کو اشارے سے اپنے پاس بُلایا اور کہا۔ دو سال ہوئے تمہاری مہربانی سے مجھے ایک نیا تجربہ حاصل ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ اُس کا تجربہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوا۔ میرا فرض ہے کہ جیسے تم نے دو سال پہلے اتنا بڑا تجربہ حاصل کرنے میں مدد کی تھی اِسی طرح میں بھی تمہاری مدد کروں فقیر نے ہاتھ پھیلایا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہاتھ پر کچھ رکھا اور تھوڑی دیر میں اُن کا ٹانگہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ محمد قاسم خاموش کھڑا تھا اُس نے جُھک کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو وہاں صرف ایک پیسہ تھا!!

(ماخوذ) معتصمۃ الرحمٰن (حیدر آباد دکن)

دو نہایت ضروری اطلاعیں

۱۔ قسم دوم دسمبر ۱۹۳۵ء سے بند کردیا گیا اور اب عصمت کا سالانہ چندہ چار روپے ہے۔
۲۔ نومبر ۱۹۳۵ء سے تمام خریداروں کا خریداری نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ جدید خریداری نمبر جو ریپر پر آپ کے پتہ سے قبل لکھا جاتا ہے براہ کرم یادداشت کی کاپی میں نوٹ کرلیں اور خط کتابت کے وقت ضرور تحریر فرماویں ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔ مینیجر

مقابلہ

یورپ والوں کو مقابلہ کی دھن ایسی لگی ہے کہ آئے دن نت نئے مقابلوں کی بابت سننے میں آتا ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں سب اسی میدان میں کوشاں ہیں۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ مقابلہ کسی اچھی ہی بات میں کیا جائے بلکہ وہ لوگ تو کچھ اس اصول کے قائل ہوتے ہیں "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"

اخبارات و رسائل میں جب تک گھوڑ دوڑ۔ پیراکی۔ موٹر کی تیز رفتاری۔ طیارات کی پرواز وغیرہ جیسے مقابلوں کا حال پڑھتے تو چنداں تعجب نہیں ہوتا۔ مگر جب یہ سنئے کہ وہاں مقابلہ اس کا بھی ہوتا ہے کہ دیکھیں ۱۹۳۶ء کی مس کون بنے گا۔ تو کچھ کچھ اچنبھا ہوتا ہے اور اس وقت تو حیرت کی انتہا ہی نہیں رہتی جب یہ معلوم ہو کہ یورپ کے بعض ممالک میں مرغیوں میں یہ مقابلہ شروع ہو گیا ہے کہ آؤ دیکھیں کون سب سے زیادہ انڈے دیتا ہے اور کتنے بچے نکالتا ہے۔ اگر ترقی کی یہی رفتار رہی تو گمان غالب ہے کہ انسان وحیوان کے علاوہ نباتات اور جمادات بھی اس مرض سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

ہر اچھی شے حد سے زیادہ اور بے محل استعمال سے بری بن سکتی ہے۔ مقابلہ کرنا برا نہیں لیکن اس وقت تک کہ حد سے زیادہ اور بے محل نہو جائے۔ مقابلہ کے جذبہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوت متفکرہ میں گرم جوشی اور رفتار عمل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ترقی کے امکانات قریب تر ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی اکثر و بیشتر اختراعات اسی شریف جذبہ کی ممنون کرم ہیں ورنہ ممکن تھا کہ اُن کا وجود ابھی چندے اور معرض التوا میں پڑا رہتا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کی زندگی مقابلہ ہی کی کشمکش میں گذرتی ہے۔ مقابلہ کا نہ ہونا بھی حیات بے مزہ کا مترادف ہے۔ بچپن کے زمانہ میں خواہ گھر ہو یا مدرسہ بچوں کو بھائی بہنوں اور ہم مکتبوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جو حریف مقابلہ کی گھاتوں سے واقف ہوتا ہے وہی زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔ درجہ کے کمرے میں سبق کا مقابلہ ہوتا ہے اور کھیل کے میدان میں دوڑ دھوپ میں بازی جیتنے والوں کو انعامات ملتے ہیں اور تعریف وتحسین کے دل خوش کن انعامات ملتے ہیں اور تعریف وتحسین کے دل خوش کن کلمات اِن کے علاوہ۔ جوانی میں زندگی کے ہر شعبہ میں رقیب موجود ہیں۔ تجارت ہو۔ زراعت ہو۔ صنعت و حرفت ہو یا ملازمت کہیں مقابلہ سے مفر نہیں جسمیں مقابلہ کی جتنی ہمت اور لیاقت ہوگی اُسی مناسبت سے کامیابی کے بلند زینوں پر ترقی ملتی جائیگی۔ بڑھاپے میں انسان اسی وجہ سے مصائب وامراض کا شکار جلد ہو جاتا ہے کہ اس کی جسمانی طاقت اور دماغی قوتیں اسکے ماحول سے تاب مقاومت نہیں لاسکتیں۔

ایسی صورت میں اگر بچپن سے والدین اپنی اولاد کے مقابلہ کرنے کے جذبہ کی نشوونما صحیح طریقہ پر کریں تو یقیناً ان خوش نصیب بچوں کی دنیا بدل جائے گی اور ملول خاطر ہو کر یہ کہنے کا موقع کم ملیگا کہ دنیا میں رنج وکلفت کے سوا کچھ نہیں۔ گھر کی بزرگ عورتیں اور بچوں کی مائیں اُن کو بزدل اور کم ہمت بنانے میں بہت ذمہ دار ہیں۔ کوزہ گر نرم و تر مٹی سے خوبصورت یا بدصورت جس طرح کی شکل چاہے بنا سکتا ہے۔ لیکن مٹی کے اُس برتن کے سخت وخشک ہو جانے کے بعد اُس کا قبضہ واختیار باقی نہیں رہتا۔ یہی حال بچوں کا ہے وہ ہر طرح سے بنائے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ بنانے والا محنتی اور اپنے کام سے واقف ہو۔ اگر ابتدا میں غفلت سے کام لیا گیا تو اپنے پاؤں میں خود کلہاڑی مارلی اور یہ اولاد اور والدین دونوں کی انتہائی بدقسمتی ہے۔

مرزا آفاق بیگ (بی اے بی ٹی)

نجات

جو زندگی تکالیف و مصائب کی بھڑکتی ہوئی آگ سے گزرتی ہے۔ وہ اپنی خاک سے درخشاں، زیادہ پائدار اور خالص ہوکر نکلتی ہے۔ بجائے حیران ہونے کے۔ سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے۔

یہ شور و شغب کی تماشہ گاہ دُنیا ہمیشہ سے اسی طرح چلی آئی ہے۔ یہ بازیگر ہمیشہ اِن فضول کھیلوں میں مصروف رہتے ہیں۔ شیطان ورغلاتا ہے۔ بھوت ناچا کرتے ہیں۔ کنارہ کشی کرلیں۔ اِن فضول لغو باتوں سے۔

چلیں ان مقدس مقاموں کو جہاں خدا کی نیک روحیں آئی تھیں۔ دیکھیں ان ولیوں کے مزارات جن پر فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔ دیکھیں کوہ طور کی وادیاں جہاں بلند معبود کا نام چمکا تھا۔ طواف کریں اُس مقدس جگہ کا جہاں روح کو تسکین ملتی ہے۔ حاضر ہوجائیں۔ اُس سچّے دربار میں جہاں دل کے لئے اطمینان ہے۔ جس کا احترام واجب ہے۔ جس کی عظمت دوبالا ہے۔ جہاں شاہانِ دُنیا سر جھکاتے ہیں "سوالی بن کے آتے ہیں۔ بیرادین لے کے جاتے ہیں،" جس کا ذکر آسمان و زمین میں، فرشتوں کی دعاؤں میں۔ موذن کی اذانوں میں ہوتا ہے۔ اس آزاد فضا میں جذب ہوجائیں تو راہ نجات پالیں۔

دیکھیں وہ جگہ جہاں عبرت حاصل ہوتی ہے۔ سنیں شہیدوں کی مظلوم داستانیں جو ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے پیامِ عمل کا سبق دے رہی ہیں۔ پھر کیوں نہ راہ ہدایت پالیں۔

ایس۔ بی طاہرہ (پشاور)

(صفحہ ۱۳۶ کا باقی)

سینما ضرور جایئے مگر اعتدال انسان ہر حال میں ضرور رکھے تو شاید بُرا نہیں۔ بعض بہنیں بڑی شان سے کہتی کہ "ہم نے فلاں فلم کو بار بار دیکھا مگر دل نہ بھرا" واہ رے آپ کا دل۔ ایسی بھی کیا نیت ہے کہ اُسکو سیری ہی نہیں ہوتی؟ اِسی کا نام اسراف ہے۔

خیرات اور چندہ کی بحث آتی ہے تو ایک دمڑی بھی نہیں نکلتی۔ اور جہاں "اپنی دلچسپی" ہے وہاں یوں اندھا دھند پیسہ لٹایا جاتا ہے۔ پیسہ کا صحیح مصرف اُس کا بجا طور پر خرچ کرنا ہے۔ بعض وقت اپنے لئے کوئی چیز خرید کر اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کسی اور کے لئے لیکر اُسکو تحفہ دینے میں۔ یا کسی مستحق کی امداد میں ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر (اقبال)

جہاں بانو بیگم نقوی۔ بی اے

سینما کا خبط

ہم اندھی تقلید کے ہاتھوں کچھ ایسی کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں کہ توبہ ہی بھلی کھیل تماشوں، سینما، کلب وغیرہ کے قیام کا مقصد یہ ہو کہ ہمارے یکساں ٹھیرے پانی کی سی زندگی میں کچھ تموّج پیدا ہو اور یکسانیت کا سلسلہ ٹوٹ جائے خصوصاً مستورات کے لئے گھر کی زندگی۔ خانہ داری کے بکھیڑے اور یہ نپے تلے اوقات وبال ثابت ہو جاتے ہیں۔ شام کے وقت دل کسی طرح نہیں بہلتا۔ کسی کا ہمسایہ ملنسار ہے خلیق ہے تو اُسکے دل بہلنے کے اسباب پھر بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ چار مل کر بیٹھتے ہیں اور کچھ دیر کے لئے ہنسی خوشی میں وقت کٹ جاتا ہی جن کو یہ نصیب نہیں وہ کلب وغیرہ میں اپنی شام گذارتی ہیں۔ اب سینما کی کثرت نے سارے مشغلے بھلا دیئے۔ عورتوں میں سینما کا خبط اتنا ہوا کہ اُن کے لئے ملک کے انشاپردازوں نے "بیگم فلم نواز" کے موضوع سے مضامین لکھے۔ اور خوب ہی آوازے کسے۔ لیکن یہاں تو بمصداق

ع مرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے —!

بعض گھرانے واقعی ایسے ہیں کہ اُن کی ہر شام سینما کے نذر ہوتی ہے۔ اخبار صرف اِس لئے دیکھا جاتا ہے کہ "آج کونسا فلم اچھا ہے" غرض اسی طرح ہر تبدیلی فلم پر نظر رہی۔ سینما — اور پھر انڈین فلم — جسکی بات بات میں شاعری ٹپکتی ہے۔ بستر مرگ پر بھی اشعار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر فقرہ کا جواب شعر سے دیا جاتا سنّت ہے جس میں وقت کا صحیح اندازہ مشکل سے ہوتا ہے۔ تین چار گھنٹے سینما کے بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اور انڈین ٹاکیز میں کیا وہی کھیل تھوڑے ہی دکھائے جاتے ہیں جنکے نام سے کھیل معنون ہوتا ہے؟ نہیں — بلکہ مستقبل قریب کے فلموں کے بیسیوں پردے 'حال' کی دنیا کی خبر لیتے ہیں۔ جنہیں اصل فلم کا مفہوم حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔

پھر سونے پر سہاگہ سینما میں بچّوں کا لانا تو سنّت ہی ٹھہرا۔ خواہ اُن کے شور وغل سے سینما کا دیکھنا اور سُننا صفر ہی بنکر رہ جائے۔ بچّوں کا ساتھ لانا کھیل تماشوں میں اُس حد تک ٹھیک ہے جبکہ وہ کھیل تماشے اِس قابل ہوں۔ بعض فلم ایسے ہوتے ہیں جو بچّوں کے اخلاق پر بہت بُرا اثر ڈالتے ہیں۔ اور اُن کے مستقبل کو مسموم کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں بچّوں کے لئے "دن کا کھیل" مناسب ہے یا ایسا کوئی فلم جسمیں بچّوں کے مذاق کی باتیں ہوں۔ اُن کے لئے کوئی سبق آموز دلچسپ ڈرامہ سٹیج کیا جائے۔ مگر — بدنصیبی سے شاید یہ نکتہ ابتک نہ فلم کمپنی والوں کے ہی دماغ میں آیا کہ آخر بچّوں کے مذاق کی باتوں سے فلم کا وابستہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ انسانی کارزار حیات کی نرم اور نازک شاخیں قبل از وقت ہی مرجھا کر نہ رہجائیں گی؟ یا پھر والدین کے دلوں سے یہ احساس ہی غائب ہے کہ بچّوں کو کیسا فلم دکھائیں۔ اُنکی ذی حس طبائع واہیات دلچر مناظر کو دیکھکر کیا نتیجہ اخذ کریں گی۔

(باقی صفحہ ۱۳۵ پر)

موسم سرما اور بچّوں کی حفاظت

سردی سے اِس قدر بیاری نہیں ہوتی جتنی سردی سے بچنے کی کوشش سے۔ موسم سرما میں بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد زکام۔ نزلہ۔ کھانسی۔ اور نمونیہ میں مبتلا رہتی ہے۔ بچّوں کو دن بھر بڑے موٹے کپڑوں کے باوجود اور رات کو لحافوں اور آتش دانوں کے باوصف ان امراض میں گرفتار دیکھا جاتا ہے۔

بعض لوگ سرد ہوا سے ڈر کر دن کا بیشتر حصّہ بند کمروں اور لحافوں میں گزارتے ہیں۔ کمروں کے روشن دان۔ کھڑکیاں اور دروازے بند کرکے آتش دان روشن کرتے ہیں۔ کچھ تنفس سے اور کچھ آگ جلنے سے کمرے کی ہوا میں آکسیجن کم ہوجاتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہوا گرم۔ کثیف۔ غلیظ اور آکسیجن سے خالی ہو جاتی ہے۔ اِس سے آلاتِ تنفس۔ یعنی ناک۔ حلق۔ سانس کی نالیاں اور پھیپھڑے اِس قدر گرم ہو جاتے ہیں اور اُن کی قوتِ مدافعت اِس درجہ کم ہو جاتی ہے کہ حرارت میں معمولی سی تبدیلی بھی ان میں بیاری پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ بالعموم اور اُن کے بچّے بالخصوص (کیونکہ بچّوں کے اعضا زیادہ نازک اور ذکی الحس ہوتے ہیں) نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ وغیرہ میں مبتلا رہتے ہیں۔

سردی سے بچاؤ ضروری ہے مگر ایک حد تک۔ بہت سرد ہوا۔ اور سرد ہوا کے جھونکوں سے بچنا چاہیئے۔ مگر اپنے جسم کو کچھ نہ کچھ سردی کی برداشت کا عادی بھی بنانا ضروری ہے۔

بچّوں کا لباس بہت بھاری لباس بچّے کی حرکات اور بالخصوص چلنے پھرنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ چُست اور تنگ بنیائن اور سوئٹر پائپ اور سانس کو روکتے ہیں اور پھیپھڑوں کو پھیلنے نہیں دیتے۔ اِس لئے بچّوں کا لباس وزن میں ہلکا اور بدن پر ڈھیلا ہونا چاہیئے۔ سینے اور پیٹ کو بھاری بھر کم لباس میں قید رکھنا اور ٹانگوں اور پاؤں کو کھُلا چھوڑنا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ اِس سے خون کا اجتماع اوپر کے دھڑ میں زیادہ ہو کر کھانسی وغیرہ کے لئے زمین پیدا کرتا ہے بالعموم ایک سوتی یا اونی قمیص اور اس کے اوپر ایک ڈھیلا سا پائپ اور سوتی پاجامہ۔ جرابیں۔ اور بوٹ کافی لباس ہے۔ زیادہ سردی ہو تو ہلکے مگر گرم اونی کپڑے کا کوٹ اور ٹوپی پہنا دیا جائے۔ اِس سے زیادہ لباس قطعی غیر ضروری اور ضرر رساں ہے۔

موسمِ سرما میں بچّوں کی خوراک بدقسمتی سے عوام الناس میں نیم حکیموں کا پھیلایا ہوا یہ خیال بڑا عام ہے کہ دودھ دہی۔ مکھن۔ جو بچّے کے لئے بہترین قدرتی اجزائے خوراک ہیں۔ بلغم پیدا کرتے ہیں۔ اور کھانسی اور زکام وغیرہ کو زیادہ کرتے ہیں۔ اِس سے زیادہ گمراہ کُن کوئی خیال نہیں۔ نیز موسم سرما کے پھل یعنی سنگترے۔ مالٹے۔ گنّے جو اِس موسم کے لئے قدرت کی بہترین نعمتیں ہیں۔ اُن کے متعلق بھی اسی قسم کے توہمات موجود ہیں۔ عام لوگ اِن بہترین قدرتی غذاؤں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور ان کے عوض بچّوں کو چائے۔ کافی۔ اور گرم مصالحوں سے تیار کئے ہوئے ثقیل اور محرک شوربے اور سالن دیتے ہیں۔ زکام اور کھانسی جس قدر اِن چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں اور کسی سبب سے نہیں ہوتے۔ چائے اور قہوہ اگر کبھی کبھی دیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن روزانہ عادتاً دینا نقصان رساں ہے۔

موسم سرما کی بیماریاں اور اُنکا عِلاج

زکام اور نزلہ۔ اگر بچّوں کو دن بھر تازہ ہوا اور دھوپ میں کھیلنے دیا جائے تو اُن کو زکام و نزلہ نہ ہو۔ جو بچّے ان امراض

میں مبتلا ہوں۔ اُن کو تمام دن دھوپ میں رکھنے اور تین چار دفعہ دن میں سنگتروں اور مالٹوں کا رس پلانے سے بغیر دوا کے آرام ہو جائے گا۔

کھانسی جب کھانسی شروع ہو بچے کو چلنے پھرنے سے منع کر کے بستر میں گرم رکھیں۔ دودھ اور پھلوں کا رس پلائیں۔ سینہ پر کسی دوا کی مالش (مثلاً تارپین کی نمنمٹ یا کافور کی نمنمٹ) سے مالش کریں۔ اس علاج سے دو تین روز میں کھانسی جاتی رہے گی۔ اگر ساتھ بخار بھی ہو تو اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ کیونکہ ایسی کھانسی کا نمونیہ میں تبدیل ہو جانے کا بڑا امکان ہوتا ہے۔

نمونیہ۔ ایسا مرض نہیں ہے کہ اُس کا علاج خود کیا جائے۔ اگر نمونیہ کی علاماتِ خاص (یعنی تیز بخار۔ کھانسی سانس کی تیزی۔ اور نتھنوں کا پھڑکنا) ظاہر ہوں۔ فوراً اپنے ڈاکٹر کو اطلاع دیں۔ اگر ڈاکٹر پھلوں کا رس۔ دودھ اور کثرت سے تازہ پانی پلانے کو کہے تو اُس کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ کریں۔

(ڈاکٹر) سید ممتاز حسین ایم۔ بی۔ ایس

بیٹی کی رخصت پر

لہو آنکھیں بہائیں گی ہمیشہ خوں فشاں ہو کر
تری فرقت میں ہم روتے رہیں گے نیم جاں ہو کر

نہ رکھنا پاس ممکن ہے نہ فرقت ہی گوارہ ہے
پہیلی ہو گئی اماں کو تو بچی جواں ہو کر

پرائی چیز اپنی ہو، یہ ناممکن ہے دنیا میں
جسے پالا نہیں اب زور اُس بیٹی پہ ماں ہو کر

تری گڑیاں سنائیں گی کہانی تیرے بچپن کی
کھلونے بھی نظر آئیں گے تیرے۔ داستاں ہو کر

رہو سسرال والوں میں یوں ہی روحِ رواں ہو کر
رہی ماں باپ کی آنکھوں میں جیسے پتلیاں ہو کر

خوشی تیری، خوشی میری، خوشی سسرال والوں کی
سدا سسرال میں رہنا اے بیٹی شادماں ہو کر

جہاں میں خاکساری ہی سے عزّ و شرف حاصل ہے
سمجھ کر فخر رہنا گھر میں خاکِ آستاں ہو کر

بلکہ آسانہ ماں صدقہ تجھے شادی مبارک ہو
نظر آئے تجھے شوہر کا گھر باغِ جناں ہو کر

خزاں آئے نہ ان کے باغِ ہستی میں کبھی یارب
دعا ایس۔ بی۔ کی ہو پھولیں پھلیں یہ گلستاں ہو کر

بیگم حسن مثنٰے بخاری

براہ کرم جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا ارکا ٹکٹ بھیجئے منیجر

ہمارا اسلام

نماز ارکان اسلام میں سے ہے۔ اور ہم اُسکی طرف سے قریب قریب بالکل بے پرواہ ہیں۔ پڑھی پڑھی نہ پڑھی نہ سہی۔ صحابہ کرامؓ اسکو ایمان و نفاق اور اسلام و کفر کے درمیان حد فاصل سمجھتے تھے۔

حضرت ابو طلحہ رضؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ آیا اُن کی نظر اُسپر پڑ گئی۔ کچھ ایسا اچھا معلوم ہوا کہ اُس میں محو ہو کر نماز کی رکعتیں بھول گئے۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اس باغ نے مجھکو فتنہ میں ڈالدیا۔ میں اسکو صدقہ کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے دو صحابیوں کو پہرے پر تعینات کیا۔ ایک نماز میں مشغول ہوئے۔ دشمن نے ان کو تین تیر مارے۔ تینوں لگے۔ مگر نیت نہیں توڑی۔ خشوع اور خضوع کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت ابو بکر رضؓ جب نماز شروع فرما دیتے تو کوئی کتنا ہی غل مچاتے ذراسی جنبش بھی نہ ہوتی۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضؓ نماز پڑھتے تو معلوم ہوتا کہ ستون کھڑا ہے۔ نماز کو بالکل آخری وقت میں ادا کرنا صحابہؓ کے نزدیک منافقوں کی نماز تھی۔

ہمارے لئے خشوع و خضوع تو بڑی چیز ہے اگر منافقوں کی نماز ہی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ یہاں تو دوستوں کی غپ شپ میں بیٹھ گئے تو نماز غائب۔ کوئی ملنے والی آگئی تو نماز رخصت۔ کسی جلسہ یا تفریح گاہ میں چلے گئے تو نماز ختم۔

دوسرا رکن ہے زکوٰۃ۔ صحابہ کرام رضؓ کو زکوٰۃ کے علاوہ اور بہت سے خرچ کرنے پڑتے تھے۔ جہاد کا سامان۔ نو مسلموں کی کفالت۔ بال بچوں کا خرچ۔ عزیز و اقارب کی مدد۔ اسپر بھی زکوٰۃ کی یہ کیفیت تھی کہ جب تحصیلدار زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کی وصولی کیلئے جاتا تو سارا سامان اُسکے سامنے حاضر کر دیتے اور وہ حساب لگا کر زکوٰۃ وصول کر لیتا۔

ایک صحابیہ رضؓ اپنی لڑکی کو جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے لیکر حضور صلعم کے پاس آئیں۔ آپ نے فرمایا اُس کی زکوٰۃ دیدی؟ بولیں نہیں، فرمایا کیا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آخرت میں اُسکے ہاتھ میں آگ کے کنگن ڈالے" اُنہوں نے فوراً دونوں کنگن اُتار کر پیش کر دیئے اور عرض کیا کہ یہ اللہ اور اُس کے رسول کے ہیں۔

زکوٰۃ اللہ کے حکم سے فقراء و مساکین، مسافر و اسیر، تالیف قلوب اور جہاد، قرض ادا کرنا اور تحصیلداران زکوٰۃ کے واسطے ہے۔ اور بیت المال میں جمع ہو کر حسب ضرورت خرچ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے ایک خیرات بھی رکھی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ کی بیوی دربار رسالت میں آئیں اور عرض کیا میں کچھ خیرات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا شوہر مفلس ہے میں اُسکو دے سکتی ہوں یا نہیں۔ ارشاد ہوا دے سکتی ہو غریب والدین۔ بھائی بہن اور اولاد کی مدد کرنا خیرات ہے اور اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کا تعلق دلی محبت سے ہے۔

انصار رضؓ نے اپنے باغوں کے گرد دیواریں کھڑی کر دیں تو رسول اللہ صلعم نے خطبہ فرمایا کہ "تم قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ لیکن اسلام لانیکے بعد اپنے مال کی اتنی حفاظت کرتے ہو۔ آدمی جو کھالیتا ہے اُس کا ثواب ملتا ہے۔ جانور جو کچھ کھا لیتے ہیں تو اُس کا ثواب ملتا ہے"! انصار جب وہاں سے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو باغات کی دیواروں کو جابجا سے توڑتے گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

ہماری زکوٰۃ اسلامی اُصول سے تو ادا ہی نہیں ہوتی لیکن جو کچھ ہم زکوٰۃ کے نام سے دیتے ہیں وہ بھی مذکورہ آٹھ مدات میں سے کسی میں بھی نہیں دیتے۔ اور خیرات تو اب اُٹھ ہی گئی اس کا تو ذکر ہی فضول ہے۔

حقیقت یہ ہو کہ محبوب کے لئے بہترین چیز ہی رکھی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اپنی ایک اونٹنی کی چال بہت ہی پسند آئی تو اُس کو قربانی کے جانوروں میں شامل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک بہترین زمین کا ٹکڑا ملا۔ دربار رسالت میں عرض کیا کہ اس ٹکڑے سے بہتر میرے پاس اور کوئی چیز نہیں ہے، اور اس کو فقراء و مساکین، مسافر و غلام اور جہاد کے لئے وقف کرتا ہوں۔ حضرت ابوطلحہ رضؓ نے عرض کیا کہ میرا بہترین مال بیرحا ہے۔ میں اُسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اور ہماری حالت یہ ہے کہ وہ کھوٹے روپیہ جو کہیں نہیں چل سکتے اللہ کی راہ میں دیدیتے ہیں۔ زکوٰۃ نکالنے بھی حیلے حوالے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ۔

روزہ۔ رمضان المبارک کے روزے اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ حضرت صرمہ بن قیس انصاریؓ روزے سے تھے روزہ فطار کرکے بیوی سے کھانا مانگا۔ گھر میں کچھ نہ تھا۔ یوں ہی سو گئے اور صبح کو پھر روزہ رکھ لیا۔

گرمی کے دنوں میں اونٹوں اور گھوڑوں پہ سفر ویسے بھی نمونۂ سقر ہے مگر صحابہ کرامؓ روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور غش کھا کھا کر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے آخر فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

چونکہ حضور صلعم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں ہے تو صحابہ رضؓ سفر میں روزہ نہ رکھتے مگر اول موقع پر اسکی قضا ادا کرتے حضرت زید بن سلمہ رضؓ عہد رسالت میں غزوات کی وجہ سے ہمیشہ سفر میں رہتے۔ اس وجہ سے روزہ نہ رکھتے۔ رسول اللہ صلعم کے انتقال کے بعد چالیس برس تک روزوں کی قضا ادا کرتے رہے۔

صحابہ رضؓ اپنے بچوں سے بھی روزے رکھواتے۔ اگر بچے بھوک یا پیاس سے بے چین ہوتے تو اُن کو کھیل سے بہلایا کرتے۔ یہ تو فرض کا حال ہے۔ اِس کے علاوہ نفلی روزے اور اپنے مُردوں کی طرف سے الگ روزے رکھا کرتے تھے

ہم خس کی ٹٹیوں اور بجلی کے پنکھوں میں برف آب اور قسم قسم کے شربتوں کی موجودگی میں بچوں کو تو کیا روزہ رکھوائینگے خود نہیں رکھتے۔ یہ تو گرمی کا حال ہے مگر جاڑے میں بھی جبکہ دن بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ ہمارے لئے رمضان کا آنا مصیبت عظمیٰ ہے جو ہمارے بس کی نہیں۔

حج۔ چوتھا رکن اسلام ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس کو سہولت یا استطاعت حج ہو اور وہ حج نہ کرے تو عیسائی ہو کر مرے یا یہودی مجھکو پرواہ نہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے کہ حج کے لئے اونٹوں پر کجاوے کسو کیونکہ یہ ایک جہاد ہے۔

اگرچہ ایک مرتبہ حج ادا کرنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ حج کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھتے تھے اور بار بار حج کو جاتے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ نے صرف اپنی خلافت کے زمانہ میں دس حج کئے۔

ہمارے لئے جرمنی، پیرس، لندن اور امریکہ کے سفر آسان، کئی کئی دفعہ ہو آئیں اور پھر جانے کو تیار لیکن حج کے لئے قومی اور سیاسی اور تعلیمی کاموں سے فرصت کہاں اور اتنا فالتو روپیہ کس کے پاس ہے۔ ہاں مکہ معظمہ میں کوئی سیاسی معتمر ہوئی تو پھر حج بھی کر آئیں گے۔ عزیز بچیو ں اپنے اسلام کا صحابہ کرام کے اسلام سے موازنہ کرو اور دیکھو کہ یہ راستہ جو تم نے اختیار کر رکھا ہے ترکستان کا ہے یا عرب کا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اسی طرح صحابہ کرام رضؓ کے اسلامی اعمال و عقائد کو پیش کرتے رہیں۔ تاکہ اہلِ دل حضرات استفادہ کریں۔

محمد عبدالغفار الخیری

عورت

باغِ عالم میں بہشتِ آسمانی کی بہار — خالقِ کون و مکاں کا اک اچھوتا شاہکار
تیری ہستی سے ہے دُنیا میں محبت کا وجود — تیرا دل مہر و وفا کا ایک بحرِ بے کنار
مشکلاتِ زندگی میں نوعِ انساں کی رفیق — قیدِ ہستی میں برابر کی شریک اور غم گسار
عفت و عصمت کی دیوی پیکرِ شرم و حیا — صابر و ضابط حلیم و پاکباز و بُردبار
ہے ترے دم سے منوّر ظلمت آبادِ جہاں — تیری پیشانی سے ہیں انوارِ سینا آشکار

جس پہ قرباں کُل جہاں وہ شے ترے سینے میں ہے
گوہرِ مہر و محبت تیرے گنجینے میں ہے

مرد کے دورِ حکومت میں ہے لیکن تو نزار — خون برساتی ہے ہر دم تیری چشمِ اشکبار
بزمِ عالم میں تری عزّت نہیں وقعت نہیں — دوشِ انساں پر تری ہستی ہے بارِ ناگوار
کیا تماشہ ہے کہ تجھ کو عقل سے عاری کہے — وہ کہ جس کی عقل تجھ سے بھی زیادہ خام کار
قابلِ افسوس ہیں مردوں کی چیرہ دستیاں — مِل گیا مٹی میں جن سے تجھ سا دُرِّ شاہوار
لیکن اِن حالات میں ہرگز نہ ہو مایوس تو — آئے گی اک دن خزاں کے بعد گلشن میں بہار

بہتری پوشیدہ ہوتی ہے بُرے حالات میں
چشمۂ حیوان ملتا ہے سدا ظُلمات میں

تو بھی ہوگی وُسعتِ علم و عمل میں پرفشاں — ایک دن ٹوٹیں گی تیرے بھی قفس کی تیلیاں
تیرے پاؤں میں نہ آنے پائے لغزش کا اثر — امتحاں ہے یہ عیاں کر اپنی فطری خوبیاں
گرچہ منزل سخت ہے لیکن نہ ہمّت ہار تو — دل قوی رکھ ایک صورت پر نہیں رہتا جہاں
پردۂ ظلمت سے ہوگی تیری عظمت آشکار — بدرِ کامل نکلے تو اک روز ہوگی ضوفشاں
جستجو جنّت کی ہوگی تیرے پاؤں کے تلے — سر جھکا دیگا تری تقدیس کے آگے جہاں

زینتِ اوراقِ ہستی ہوگی تیری داستاں
عالمِ اسباب میں ہوگا ترا سکہ رواں

سیّد محمود حسن کیتھل

کروشیہ کا بارڈر

نمونہ بغور ملاحظہ ہو اسے تین حصّوں میں بنایا گیا ہے۔ کونا بذات خود ایک علیحدہ چیز ہے بقایا دو حصّوں میں ایک بہت چھوٹا ٹکڑا ہی جو دو بڑے حصّوں کو آپس میں جوڑتا ہے۔ بارڈر جس قدر لمبا چوڑا بنانا منظور ہو ان ہی دو (چھوٹے و بڑے) حصّوں کو ملا ملا کر چھوڑتے جائیے اور کونے بنا کر ختم کر لیجئے۔

ٹیبل کلاتھ و تپائی کور وغیرہ کے لئے یہ نمونہ نہایت اچھا ہے۔

حسب پسند دھاگا استعمال کیجئے۔ سیاہ نشان ٹریبل اور چوخانے جالی ہوں گے۔

نعیم النساء پچھرہی

نئے وضع کی باسکٹ

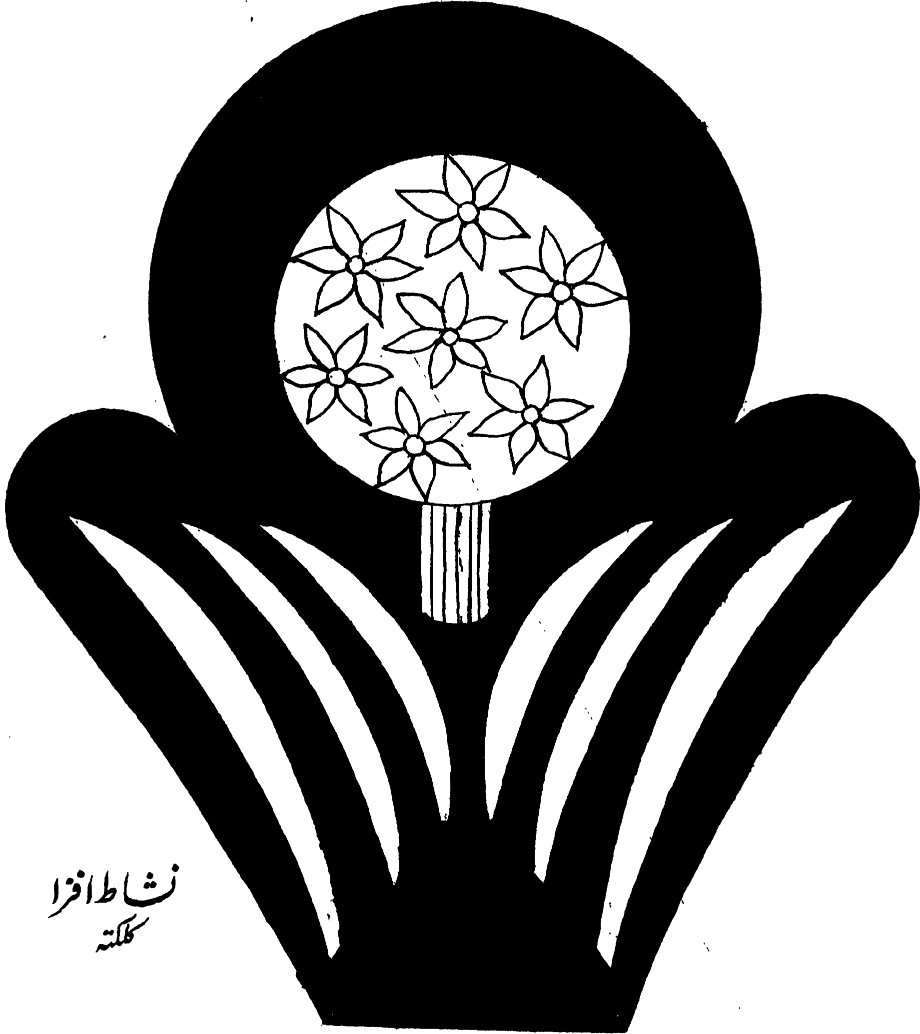
یہ باسکٹ کسی خاص دستکاری کے لئے مخصوص نہیں ہر قسم کی دستکاری کے لئے موزوں ہوسکتی ہے۔

(۱) اگر سلمہ سے بنائیں تو بلو مخمل پر ٹریس کر کے سلمہ سے بنالیں سفید نشانات جو خاکہ سے نمایاں ہے وہ مخمل ہی ہے ہینڈل کے نچلے حصّہ کی باریک فسطین وسط کے پھولوں کی ڈنڈی ہر سب سلمہ سے بنائیں صرف پھولوں کے درمیان ایک ایک Diamond لگائیں یہ موتی فروش کے دوکان سے فیتہ پر لگا ہوا دستیاب ہوسکتا ہی (۲) اگر دھاگہ سے بنائیں تو رنگوں کی موزونیت کا خیال رکھنا مقدم ہے چاکلٹ دبیز سلک پر کاربن پیپر سے نقشہ اتار کر فریم میں کس کر نارنجی دھاگہ سے مع ہینڈل کے باسکٹ کاڑھ لیں۔ پھول سُرخ وگلابی زرد اور سفید سے کاڑھیں اور ہری پتیوں کے شامل باسکٹ کے چاروں طرف کاڑھ کر مانند تازہ پھول کے اصلی باسکٹ سا بنالیں اسمیں پتیوں کی گنجائش نہیں ہوسکی۔ (۳) کاغذ سے بنانا بھی بہت آسان ہے اور خرچ صرف دو چار پیسے کا ہے۔ باسکٹ جس قدر بڑی چاہیں تشبکل خاکہ کے کاغذ فیروزہ یا سفید تراش لیں اور ایک کارڈ بورڈ میں سیاہ کاغذ لئی یا گوند سے چپکا کر کاغذی باسکٹ بھی اسمیں لگا لیں اور خوبصورتی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے پھول پتیاں چپکا چپکا دیں اور شیشہ لگوالیں۔ (۴) موتی میں یہ خوبصورتی نہیں ہوگی۔ البتہ آنسوں میں بہت دلکش ہوگا۔ میں نے یہی باسکٹ عصمت سائز سے کچھ بڑی آنسو سے تیار کی ہے۔ اور بہت خوبصورت ہے۔ ترکیب اول ایک حسب مرضی سائز کارڈ بورڈ پر مع ہینڈل کے ڈرائینگ کر لیں بعد اسی نشان سے قینچی کے ذریعے تراش لیں اب باسکٹ کی اصلی شکل نمودار ہونے پر آسانی یا بادامی سلک اسی طرح تراش کر باسکٹ کے شامل سی لیں۔ بعد چاروں طرف اور سہرا ایک سفید لکیر کے دونوں حصّہ میں پھر ہینڈل کے

انگوری بیل یہ خوبصورت انگوری بیل میز پوش اور خصوصًا چائے کی میز کے کپڑے پر کشتی پوش پر بیحد موزوں ہوگی۔ کلارکس اسٹرینڈ یڈ کاٹن نمبرہ ۲۵ سے کاڑھیے Clark's Standard Cotton No: 25 بنانے میں صفائی خوبصورتی اور نزاکت کا خیال رکھنا امر لازمی ہے۔ رنگوں کی موزونیت بھی ملحوظ خاطر رہے پھر دیکھئے کہ آپ کی تیار کردہ شئے کیسی دیدہ زیب ہوگی۔

سنجیدہ اشرف ناگپور

دونوں حلقوں میں ایک رد پہلی سلاخ اور ایک سُرخ پونہ اسی ترکیب سے سارے باسکٹ میں ٹانک لیں۔ بعدہٗ مندرجہ بالا ترکیبوں سے کارڈ بورڈ میں یہ باسکٹ ٹانک کردہ آنسوں کی سُرخ سبز پھول پتیاں جو پیشتر سے کاٹ چھانٹ کر تار میں پرو کر تیار کر رکھی ہیں اُن گچھوں کو ٹانک کر پھول پتیاں باسکٹ کے ارد گرد جھکا جھکا دیں تا کہ خوشنائی و سجاوٹ دوچند ہو۔ اب فریم لگوا کر اپنی نشست گاہ میں آویزاں کر دیں۔ یہ باسکٹ آنسون میں بہت زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ بوجہ شیشہ سے پھول لٹکنے کے سچ مچ کی تازہ پھولوں کی باسکٹ معلوم ہوتی ہے۔



نشاط افزا
کلکتہ

خانہ داری

جسمیں سنگھار و آرایش بھی شامل ہے

چہرہ کی کریم نہایت عمدہ روغن زیتون ۱۴ ۱/۲ چھٹانک لیکے کسی مٹی کے مرتبان میں ڈالیں اور اس مرتبان کو کسی برتن میں رکھدیں جس میں پانی کھول رہا ہو۔ اس زیتون کے تیل میں بہت تھوڑا تھوڑا صاف اور باریک کئے ہوئے پوٹاش کے چار چمچے ڈالتے جائیں۔ لکڑی کے چمچہ سے برابر ہلاتے رہیں۔ اِس اثنا میں برتن میں پانی خوب کھولاتے رہیں۔ جب اِس مرکب کا چمچہ باہر کسی چیز پر رکھکر ٹھنڈا کریں اور دیکھیں ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوگیا ہے تو برتن آگ پر سے ہٹا دیں اور جو تیل مناسب سمجھیں اس میں ملادیں۔ ہر قسم کے تیل دوافروشوں سے مل سکتے ہیں۔ یہ تیل کچھ مہنگے نہیں ہوتے۔

بالوں کا روکھاپن بال اُترنے کی وجہ بالوں میں زیادہ خشکی ہوجانا ہے۔ اُن کا رنگ بھی خراب ہوجاتا ہے۔ ہندوستان میں یہ شکایت عام ہے۔ اس کا سب سے اچھا علاج یہ ہے کہ روزانہ آدھ گھنٹے چندیا میں چکنائی کے ذریعہ پُہنچائی جائے۔ مالش کے تین طریقے ہیں۔ پیشانی سے بھونرہ تک۔ کانوں سے اوپر چندیا کی جانب، گدّی سے بھونرہ تک تین دفعہ کرکے دس دس منٹ یہ مالش کی جائے۔ انگلیوں میں تیل یا لوشن یا پومیڈ لگا لگا کے نرم حرکت سے سر میں جذب کریں۔ اگر خشکی معمولی ہے تو ایک حصہ ارنڈی کے تیل میں دو حصہ اعلیٰ قسم کی یوڈی کولون ملا کے لگائیں بہت خشک بالوں میں خالی ارنڈی کا تیل لگانا زیادہ اچھا ہے۔ لیکن بہت زیادہ خشکی میں کچی لنولائن Undressed Lanoline کسی برتن میں کرکے کھولتے ہوئے پانی میں رکھدیں۔ پگھل جانے پر لگائیں۔

ایک امریکن خاتون نے سہپر کے وقت بال کھینچ کھینچ کے سر میں خون کی گردش تیز کرنے کا طریقہ مفید بتایا ہے۔ ایک ایک گچھی پکڑ کے مضبوطی سے لیکن نرمی سے کھینچیں۔ سلسلہ وار ایسا کرنے سے سارے بال پانچ منٹ میں کھنچ جاتے ہیں۔ بعد میں پانچ منٹ بالوں میں کنگھی کرکے ٹھیک کرنے میں لگائیں۔ اِس سے بالوں میں جان آجاتی ہے۔ رات کو سونے سے پہلے برش کریں یا کنگھی۔ پہلے ایک طرف سے دوسری طرف۔ پھر اُدھر کی طرف اور بعد میں نیچے کی طرف۔ دس منٹ تک ایسا کرنے سے سر تمتما اُٹھتا ہے۔

بال گرنے لگیں یا بے رونق ہوجائیں اُس کے لئے دواساز سے جے بورینڈی Jaborandi بے رم Bayrum اور کیسٹر آئل ٹانک بنوالیں اور ایک روز یہ اور ایک روز پگھلی ہوئی لنسولائن لگائیں۔ روغن زیتون اور روغن ارنڈی مساوی مقدار میں ملا کے سر میں خوب رگڑیں اس سے بالوں میں سیاہی بھی آجاتی ہے۔ تیل گرم پانی میں رکھ کے گرم کرلینا چاہیئے۔ جب سر تیل خوب پی لے تو گرم تولیہ سے سر لپیٹ لیں اور جتنی دیر لگا رہے لگا رہنے دیں۔ پھر مل مل کے دھوڈالیں۔

خشک سروں کے لئے یہ مرکب مفید ہوگا۔ ایک پیالہ بارش کا پانی شیر گرم کرکے دو انڈوں کی سفیدی کے ساتھ پھانٹ لیں پھر ایک بڑا چمچہ سبز صابن کی جیلی پگھلا کے خوب ملالیں۔ لگانے کے بعد تین پانیوں سے سر دھوئیں۔ اگر بارش کا پانی نہ مل سکے تو سہاگہ کا ایک چمچہ پانی میں ملالیں۔

پتلی گردن بہت پتلی گردن بعض دفعہ جسم پر بھدی معلوم ہوا کرتی ہے۔ طاقت دینے والی کریم ملنے سے گردن میں فربہی آجائے گی۔ اسکے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ تھیوبروما کا تیل Oil of theobroma ایک اونس کاٹ کے ایک روغنی برتن میں ڈالدیں اور اُسے کھولتے ہوئے پانی کے برتن میں رکھدیں۔ جب یہ پگھل جائے تو دو اونس روغن زیتون اور ایک اونس میٹھے باداموں کا تیل ملائیں اور خوب ہلائیں۔ ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھدیں۔ بعد میں سپرٹ لیونڈر کے ۳۰ قطرے شامل کریں۔

یہ کریم خوب گردن میں ملیں اور اس قدر جذب کریں کہ کھال سُرخ ہوجائے اور تمتما اُٹھے۔ زائد چکنائی پونچھ کے باریک جئی کا آٹا چھڑکیں اور آٹا جلد میں اس طرح ملیں کہ وہ باریک باریک چھلکوں کی طرح اُترنے لگے۔ یہ عمل دن اور رات کریں۔ ملنے دلنے کے بعد گردن بہت ٹھنڈے پانی میں جس میں ٹنکچر آف بنیزوائن Tincture of Benzoin کے چند قطرے ملالئے جاتیں۔ سپنج ڈبو کے گردن پر پھیر دیں۔

پوڈر کا انتخاب اِنسان کی کھال کی رنگت مختلف رنگوں کے ملنے سے بنتی ہے۔ یہ غلط ہے کہ فلاں کا رنگ سُرخ یا گلابی ہے بلکہ یہ مصوّروں سے پوچھو کہ اس رنگ کو تصویر پر لانے کے لئے کتنے رنگوں کو ملایا جاتا ہے۔ اِس لئے چہرہ کے لئے پوڈر انتخاب کرنا بڑا وقت طلب ہے۔ اسمیں سلیقہ کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے چٹکی میں ذرا سا پوڈر لے کے دیکھنا چاہیئے کہ بالکل باریک ہو اور جلد پر رکتا ہے۔ جو پوڈر جھپٹ جاتا ہے وہ چہرہ پر لگانے کے بعد ہوا کے پہلے ہی جھونکے میں اُڑجاتا ہے۔ عمدہ پوڈر کے لئے ملائم اور جمنے والا ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے جسم کے رنگ کے مطابق پوڈر کا رنگ منتخب کرنا چاہیئے۔ رنگ جسم کی جلد کا دیکھنا چاہیئے۔ رخسار کا رنگ کوئی معیار نہیں۔ پیشانی کا رنگ دیکھئے۔ جب رنگ مناسب انتخاب کر لیا جائے تو ایک ہی رنگ کے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے کیونکہ آدمی کی جلد کا رنگ بھی بدلتا رہتا ہے۔ اِس امر کا خاص خیال رہے کہ ہر پوڈر جلد پر لگنے کے بعد ہلکا معلوم ہونے لگتا ہے۔ جیسے ریشمی تاگہ ریل سے کھُلنے کے بعد زیادہ پیلا معلوم ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بہت سے چہرہ کے رنگ سے کئی درجہ کم پھیکے رنگ کا پوڈر لگا کے چہرہ کو بدنما بنا لیتی ہیں۔ پوڈر کا دن میں اثر بھاری پن کا ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے رات کو چمکتا ہے۔ اِس لئے دن میں گوری رنگت کے لئے زرد آڑو Apricot یا Peach کی طرف مائل ہونے والا پوڈر لگانا چاہیئے۔

جلد کے دھبّے بہار اور خزاں میں جھائیاں اور دھبّے پڑجایا کرتے ہیں۔ گرم پانی سے روزانہ غسل کرنا چاہیئے اور بدن پر گندھک کا صابن اور عمدہ لوفہ Loofah ملنا چاہیئے ان سے جلد میں خوبی پیدا ہوتی ہے اور گردشِ خون میں مدد ملتی ہے۔ چہرہ کے لئے ہلکی چیز کے استعمال کی ضرورت ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ گرم پانی کا بھپارہ مساموں کو کھول کے فاسد مادہ باہر نکالدے گا۔ بعد میں ٹھنڈے پانی کے چھپکوں سے یہ مسام بند ہوجائیں گے اور جھائیاں اور دھبّے نہ پڑنے پائیں گے۔ اگر چہرہ پر جھائیاں زیادہ ہوں تو ملائم روئی ایتھر میں ڈبو کے لگائیں اس سے جلد صاف ہوجائے گی اور دھبّے پھیلنے نہ پائیں گے۔ یہ عمل صبح اور رات کو کرنا چاہیئے کیونکہ ایتھر خشکی بہت کرتا ہے۔ تھمی لیونڈر سپرٹ یا عمدہ قسم کی یوڈی کولون کا بھی وہی اثر ہے جو ایتھر کا ہے۔ خوراک دودھ۔ میوہ تازہ ترکاریاں مچھلی یا گوشت مناسب ہے۔ تلی ہوئی غذا اور مکھن کی زیادتی اور یخنی سے پرہیز لازمی ہے۔ زیادہ روشنی میں رہنا یا تیز ہوا کی زد میں بیٹھنے سے بعض قسم کی جھائیوں اور مہاسوں میں چڑچڑاہٹ ہونے لگتی ہے۔ اِس قسم کی تکلیف وہ جھائیوں اور پھنسیوں کے لئے طبیب سے مشورہ کرنا چاہیئے۔

لٹکتی ٹھوڑی

تقاضائے عمر ہے کہ ٹھوڑی کے نیچے گوشت لٹکنے لگے لیکن حسن کے لئے یہ سخت بدنمائی ہے۔ پٹھے ڈھیلے ہو جانے سے ایسا ہوا کرتا ہے۔ سر چلتے پھرتے پڑھتے یا سیتے پروتے وقت سیدھا رکھنا چاہئے۔ پٹھوں کو درست رکھنے کے لئے یہ ورزش مفید ہے۔ سر کو جہاں تک پیچھے کو لے جایا جا سکے لے جائیں۔ چند سکنڈ اس طرح رکھ کے نیچے کا جبڑہ لٹکا دیں اور ہونٹ بھی نیچے کو کر لیں۔ یہ اُس وقت تک رکھیں جب تک سخت کھنچاؤ اور تکلیف معلوم ہونے لگے۔ دانت بھی اس اثنا میں ایک دوسرے سے الگ رکھیں اور بارہ تک گنیں۔ پھر منہ کو آہستہ سے دائیں طرف لے جائیں اور آٹھ تک گنیں اور ڈھیلا چھوڑ دیں۔ معلوم ہوگا کہ تازہ خون ٹھوڑی اور گردن کی طرف دوڑا جا رہا ہے۔ یہی عمل بائیں طرف کیا جائے۔ ہر طرف یہ ورزش تین تین دفعہ کریں۔ اس ورزش کے لئے جس قدر کھنچاؤ کی ضرورت ہو اُتنی ہی ڈھیل کی۔ پٹھوں پر کامل اختیار ہونا چاہئے۔

ڈھیلا دہن و چشم

باچھیں ڈھیلی ہو جانے سے لبوں کی خوشنمائی میں فرق آجاتا ہے۔ یہ ورزش کیجئے۔ دانتوں کو خوب بھینچ لیں۔ نیچے کا ہونٹ اوپر کے ہونٹ پر اس طرح اور اتنا چڑھائیں کہ درد ہونے لگے۔ ۲۴ گن کے آہستہ سے ڈھیلا چھوڑ دیں۔ چار دفعہ کر کے خود بخود آہستگی سے مُسکرائیں۔

آنکھوں کے نیچے جھریاں پڑ جائیں تو آنکھیں بہت آہستہ بند کریں۔ پھر خوب بھینچیں جس سے اُنکی جلد سکڑ جائے۔ اتنا بھینچیں کہ آپ کو اُس طرف خون دوڑتا معلوم ہو۔ پھر آہستہ سے ڈھیلی چھوڑ دیں۔ چار مرتبہ کر کے صاف پانی سے آنکھیں دھو ڈالیں۔

ڈھیلے دہن کے لئے یہ ورزش مفید ہے۔ آہستہ آہستہ مُنہ جس قدر کھُلا کھولیں اور جہاں تک ممکن ہو اُسے مربع بنائیں۔ رخساروں پر کریم چیپڑ کے پوروں سے آہستہ آہستہ تھپکیں۔ جلد پھولی پھولی معلوم ہو تو ہفتہ بھر تک چھ چھ مرتبہ روزانہ یہ ورزش کریں۔ مندرجہ بالا طریقہ سے مُنہ کھولیں۔ اوپر کا ہونٹ چڑھائیں تاکہ دانت نظر آنے لگیں۔ پھر آہستہ آہستہ منہ بند کریں لیکن ساتھ ہی کوشش اس کے مقابلے میں بند نہ ہونے کی کریں۔ اس اثنا میں تیس تک گنتے جائیں۔ منہ بند ہو جانے پر دونوں ہونٹ اس طرح کھینچ لیں کہ دونوں جبڑے نظر آنے لگیں۔ یہ صورت اتنی دیر رکھیں کہ تکلیف معلوم ہونے لگے۔ اب اُنہیں ڈھیلا کر دیں۔

رخساروں کو درست رکھنے کے لئے چہرہ کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آہستہ آہستہ ہونٹوں کو دانتوں پر چپکا لیں۔ پھر گالوں میں خوب ہوا بھر لیں۔ بند ہونٹوں میں سے نکالنے کی کوشش کریں۔ آہستہ آہستہ ہونٹوں کو سکیڑ کے ہوا نکالیں۔ صبح اور رات کو پانچ پانچ مرتبہ ایسا کریں۔ ہر ورزش کے لئے ایک وقت نکال لیں۔ یونہی بھاگ دوڑ میں نہ پڑیں۔

خانگی ٹوٹکے

غرغرہ کرتے رہنے سے گلا صاف رہتا ہے۔ پانی میں بہت تھوڑا سا نمک گھول لیں۔ گلے میں خراش ہوتی ہو تو سونے سے پہلے پوٹاشیم کلوریٹ کی ایک ٹکیہ زبان کے نیچے رکھ لیں اور سو جائیں۔ صبح کو اس کے کچھ ذرے باقی رہ جائیں گے لیکن خراش غائب ہو گی۔ اسکی بدمزگی کی پرواہ نہ کریں۔

چینی کا برتن ٹوٹ جائے تو اُسکے جوڑنے کے لئے یہ مصالحہ تیار کیا جائے۔ یہ جوڑ میں لگ کے نظر بھی نہیں آتا۔ سوا تولہ صمغ عربی کھولتے پانی کے آدھے پیالہ میں گھولیں اور اسمیں اتنی مقدار پلاسٹر آف پیرس ملائیں جو اسے خاصی سخت لئی بنا سکے۔

مچھردانیوں کو ٹھنڈے پانی میں آدھ گھنٹہ بھگوئے رکھو۔ پھر بھینچ کے پانی نکال دو۔ پھر صابن کے گرم پانی میں آدھ گھنٹہ بھیگی رہنے دو اور آخر میں سرد پانی میں سے نکال دو۔ انہیں ملنا دلنا نہیں چاہیئے۔

کپڑوں میں ریشمی لیس لگی ہو تو اُسے اتار کے الگ دھونا چاہئے۔ تھوڑے سے گرم دودھ میں سُہاگہ ملا کے اُسمیں لیس ڈبو دو چند گھنٹے بعد پانی میں سے نکال کے سکھالو۔ بار بار دھلنے کے بعد رنگ خراب نہ ہوگا۔

محمد ظفر

اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

یہ ایک مشہور بات ہے کہ شب کو کھانا کھاکر اگر فوراً ہی سوجاؤ تو عموماً کان درد کا عارضہ ہوجاتا ہے۔ کان درد خواہ مذکورہ وجہ سے ہو یا کسی دوسرے امر کے باعث نہایت ہی ناقابل برداشت عارضہ ہوتا ہے۔ درد کان کے باعث ساتھ ہی سر درد ناک اور آنکھوں سے پانی بہنا بھی شروع ہوجایا کرتا ہے اور مریض کی جان پر بن جاتی ہے۔ اگر کان درد کا حادثہ آدھی رات (عموماً کان درد سوتے میں اُٹھا کرتا ہے) کے وقت یا کسی ایسے وقت درپیش ہو جبکہ ڈاکٹری مدد یا ادویات میسر نہ ہوسکتی ہوں تو عجب پریشانی اور سراسیمگی کی حالت ہوا کرتی ہے۔ ایسے موقع اور وقت کے فوری تدارک اور امداد کے لئے مندرجہ ذیل نسخوں کے روغن میں محافظ کان کے نام سے موسوم کرتی ہوں تیر بہدف اور اکسیر ثابت ہوئے ہیں۔

نمبر ۱۔ اجزاء نسخہ۔ تیل سرسوں خالص ایک چھٹانک۔ سبز برگ نیم یعنی کونپلیں ڈیڑھ چھٹانک۔

ترکیب۔ تیل کو کسی صاف برتن میں ڈال کر کوئلوں کی آنچ پر رکھدیں اور برگ نیم کو کسی صاف چیز پر بغیر پانی ڈالے مہین پیس کر ٹکیہ سی بنا کر تیل میں چھوڑ دیں اور پکنے دیں۔ جب برگ نیم کی ٹکیہ تیل میں جل کر بالکل سیاہ کوئلہ سی ہوجائے تو آگ سے اُتار کر تیل کو ذرا ٹھنڈا کر کے مہین کپڑے میں چھان کر شیشی میں ڈال لیں۔ بوقت ضرورت اس روغن کے تین چار قطرے نیم گرم کر کے کان میں ٹپکائیں۔ اور ہلکے ہلکے ہاتھ سے کان کو سہلا کر تھوڑی روئی کان میں رکھدیں کہ روغن باہر نکل کر بہہ نہ جائے۔ اوپر سے پرانی روئی کے ٹکڑے سے سینک دیں انشاء اللہ فوری افاقہ حاصل ہوجائے گا۔ کان میں کی پھنسی تک کو یہ روغن فائدہ بخشے گا۔ متواتر شب کو چار پانچ روز ڈالنا چاہیئے۔

نمبر ۲ اجزاء نسخہ:۔ گل روغن دو تولہ۔ سرکہ گنے کا خالص دو تولہ۔ مذکورہ بالا ترکیب سے آگ پر جلائیں۔ حتیٰ کہ روغن رہ جائے اور سرکہ جل جائے اُسے چھان لیں۔ ترکیب مذکورہ بالا سے کان میں ڈالیں تڑپتا ہوا مریض اس کے فوری اثرات سے تسکین حاصل کرے گا۔ محافظ کان کے دونوں نسخے اپنے فوری اثرات کے لحاظ سے تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپورتھلہ

سیر بین

بیوی کا جیبیں ٹٹولنے کا حق

امریکہ میں ایک میاں بیوی عدالت کے ذریعہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے بعد میں دونوں محض اس خیال سے کہ شائد دونوں میں مصالحت ہو جائے کسی تفریحی مہم پر گئے۔ دوست احباب سب اپنی اپنی تفریح کے لئے شریک تھے۔ وقت خوب مزے میں کٹا۔ مگر میاں جب شراب کے نشہ میں تھے بیوی نے اُسکی جیبوں سے سو پونڈ نکال لئے۔ چوری معلوم کرتے ہی اُسنے مصالحت کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور بیوی پر عدالت میں چوری کا دعوےٰ کیا۔ عدالت نے قرار دیا کہ بیوی کو شوہر کی جیبیں ٹٹولنے اور اُسمیں سے جو اُسے ہاتھ لگے اُڑا لینے کا حق حاصل ہے۔ یہ حق میاں بیوی کی باہمی کشیدگی سے جاتا نہیں رہتا۔

ڈاکٹر عورتیں

برطانیہ میں ڈاکٹری پیشہ بُری طرح بھرتا جا رہا ہے۔ ۱۹۳۴ء میں ۵،۷۴۹۶ ڈاکٹر درج رجسٹر ہیں۔ اس سال ۱۶۶۳ کی بیشی ہوئی۔ ۱۹۲۴ء کے مقابلہ میں ۷½ ہزار ۱۹۱۴ء کے مقابلہ میں ۱۵ ہزار اور ۱۹۰۴ء کے مقابلہ میں ۱۹ ہزار زیادہ ہیں۔ ان میں دس فی صدی عورتیں ہیں۔ لوگوں میں ڈاکٹر عورتوں کی مانگ زیادہ ہے۔

مالک عورتیں

یگوسلویہ کے دار السلطنت بلغراد میں گذشتہ ۱۴ سال میں عورتیں ۲/۵ حصہ جائداد کی مالک ہو گئی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں ان کی ملکیت صرف ۶ فی صدی تھی۔ اب ۴۰ فی صدی سے بھی زیادہ ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ شوہر اپنی جائدادیں اپنی بیویوں کے نام منتقل کر دیتے ہیں تاکہ ٹیکس سے محفوظ رہیں۔ بغیر جائداد کے مردوں کو تنخواہیں بھی زیادہ ملتی ہیں۔

ابرو اکھاڑنے سے موت

برمنگھم کے سول سرجن نے عورتوں کو سخت تنبیہ کی ہے کہ ابروؤں کو باریک بنانے کے لئے اُن کے بال نہ اُکھاڑا کریں۔ یہ خطرناک ہے اور اس سے موتیں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اُسنے دو بیماروں کا ذکر کیا۔ ایک کی وقت پر خبر لے لی گئی اور بچ گئی لیکن دوسری جانبر نہ ہو سکی۔ اِس لڑکی نے موت سے دو ہفتہ پیشتر بال اُکھاڑے۔ ایک آنکھ پر بال توڑ نکل آیا۔ تکلیف بڑھنے پر ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے چیرے کا مشورہ دیا۔ مگر لڑکی نہ مانی۔ پھوڑا سینکا جاتا رہا لیکن وہ زیادہ خراب ہوتا گیا۔ دوبارہ ڈاکٹر بلایا گیا جو اُسے شفاخانہ لے گیا۔ لیکن اب اُسکی دونوں آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ بچ نہ سکی۔

عجیب الخلقت بچے

ضلع شاہ آباد کے ایک گاؤں میں ایک عورت کے ایسا بچہ ہوا جسکے سارے بدن پر بال تھے اُسکی شکل بندر کی سی تھی۔ پیدا ہونے کے تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ اُسی ضلع کے کسی اور گاؤں میں ایک بچہ ایسا پیدا ہوا جس کے ناک ہے نہ آنکھیں۔ مُنہ کھلا رہتا ہے۔ ہونٹ بند ہی نہیں ہوتے۔ رونے کے وقت عجیب آواز نکالتا ہے۔ ماں کا دودھ نہیں پی سکتا۔ وہ غیر معمولی طور سے تندرست ہے۔ اُس کی کل انگلیاں ۲۴ ہیں۔

جاپانی لڑکے لڑکیاں

جاپان میں بچّوں کی پرورش کا طریقہ اس قدر بدل گیا ہے کہ ۳۰ برس پہلے کی باتیں اب بالکل چھوٹ گئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کے قد ٹانگوں کی طرف سے بڑھنے شروع ہو گئے ہیں۔ ٹانگیں لمبی ہو جانے سے اُن کے جسم میں رعنائی آگئی ہے۔ اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے ۱۷ برس اور لڑکیاں ۱۴ سال کی عمر میں سب سے زیادہ جسمانی ترقی کرتی ہیں۔ سات سالہ بچے کا اوسط ۱۹۰۰ء

میں ۴۲٫۲۵۹ انچ تھا۔ ۱۹۳۲ء میں بڑھتے بڑھتے اب یہ ۴۲٫۱۶۴ انچ ہو گیا ہے۔ گویا ۳۳ سال میں ۵۹۰۵ر انچ بڑھا۔ ۱۶ سالہ لڑکے کا اوسط قد ۱۹۰۰ء میں ۵۹٫۸۰۱ انچ تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ۶۱٫۳۰۲ انچ تک پہنچ گیا۔ یعنی ۱٫۵۰۳ انچ کا اضافہ ہوا۔ ۱۶ سال کی عمر کے بعد قد میں ترقی گھٹنی شروع ہو جاتی ہے۔ لڑکیوں کا قد سات سال کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں ۴۱٫۲۵۹ انچ تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ۴۲٫۲۴۴ انچ ہو گیا۔ یعنی ۹۸۴ ۳ کا اضافہ ہوا۔ چودہ سال کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں ان کا قد ۵۴٫۲۹۱۲ انچ تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ۵۶٫۶۹۲۸ انچ ہو گیا یعنی ۲٫۴۰۱۶ انچ بڑھا۔ وزن میں بھی دونوں نے ترقی کی۔ اس ترقی کا باعث کھیل کود اور خوراک کی اصلاح ہے۔ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں نے قد اور وزن کے معاملہ میں زیادہ ترقی کی ہے۔ اُنہوں نے عام طور سے زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھنا چھوڑ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سے ٹانگوں کی طاقت خراب ہو جاتی ہے۔ کرسیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ صرف کھانا کھانے کے وقت زمین پر بیٹھتے ہیں۔

عورتوں کی ترقی پولینڈ میں زنانہ پولیس کا ایک دستہ تیار کیا گیا ہے جس میں وہی لڑکیاں بھرتی کی جاتی ہیں جو ایک خاص ڈگری حاصل کر چکی ہوں۔ وہ ہمارے بی اے کے برابر ہوتی ہے۔ ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی ایسی لڑکی بھرتی ہونے کے بعد سات سال تک شادی نہیں کر سکتی۔ ورنہ افسری کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ اور پنشن بھی نہیں ملتی۔ اُن کی ایک خاص نیلی وردی ہوتی ہے اور مشہور جاپانی ورزش جیوجِتسو میں ماہر ہوتی ہیں۔

روس میں ایک جہاز کی کپتان اناشیطینیہ نامی ایک عورت ہے۔ یہ پہلی عورت ہے جو سمندروں میں جانے والے جہاز کی ناخدا ہے۔ وہ پہلی مرتبہ اڈیسہ سے مال واسباب لے کے ۵۸ دن کے سفر پر کیمسکٹیکا ذخیرہ اسود سے بحر الکاہل گئی ہے۔ اس جہاز میں تیس مرد اور کچھ عورتیں ہیں۔ یہ جہاز چند ماہ ہوئے جرمنی سے خرید اگیا تھا اور اسی وقت یہ جہاز اُسکی نگرانی میں دیدیا گیا تھا۔ اس جہاز والے سب کے سب بے چون وچرا اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

ہنگری میں ایک ۱۲ سالہ لڑکی پادری مقرر ہوئی ہے۔ یہ پہلی عورت ہے جسے یہ مقدس کام سپرد کیا گیا ہے۔

صوبہ سرحد میں اُردو ۳۵-۱۹۳۴ء کی تعلیمی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ سرحد میں ۱۵۵ زنانہ مدرسے ہیں جنہیں سے ۴۴ مدرسوں میں اُردو۔ ۳۸ میں ہندی۔ ۲۰ میں گورمکھی اور ۱۳ میں متعدد زبانوں کے ذریعہ درسی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء کو کل طلبار کی تعداد ۹۰۰۶ تھی جن میں سے ۶۱۵۸ لڑکے اور ۱۴۴۸ لڑکیاں تھیں۔ ان میں ۱۵۷۲۴ ہندو وسکھ (۱۰۱۶۱ لڑکے اور ۵۰۶۳ لڑکیاں) تھے۔ کل طالبات میں سے ۱۳۲ سرکاری ۵۷۳ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ۲۵۴۱ میونسپل کمیٹی کے۔ ۵۸۷۷ امدادی اور ۲۰۷ غیر امدادی مدارس میں تعلیم پاتی ہیں۔ سرکاری ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیوں کے مدارس میں زیادہ تر اُردو کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے گویا ۵۹۴۸ لڑکیاں اُردو میں تعلیم پاتی ہیں۔ لڑکوں کے مدرسوں میں ذریعۂ تعلیم اُردو ہی ہے گو ۹۰ فی صدی طلبار اُردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

ذراسی غفلت دیا سلائی جلا کے بے پروائی سے اِدھر اُدھر پھینک دینے سے بعض دفعہ نہایت زیادہ نقصانات ہو جاتے ہیں

کلکتہ میں ایک بازار سرسٹوارٹ ہگ مارکٹ کے نام سے مشہور ہے۔ کسی شخص نے دیا سلائی جلانے کے بعد بے خیالی میں لکڑیوں کے چھلے ہوئے چھلکوں کے ڈھیر کی طرف پھینکدی۔ یہ بازار اس وقت بالکل لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ آگ جو لگی تو کوئی دوکان اسکی دست برد سے

نہ بچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کروڑ روپیہ کا نقصان ہوا۔ کسی دُکان کا بیمہ نہ ہوا تھا۔ اِس لئے سینکڑوں آدمی برباد ہو گئے۔

کچھ عرصہ ہوا امریکہ کے شکاگو شہر میں کسی نے دیا سلائی جلا کے پھینکدی۔ ایک گیس لے جانے کا بڑا نل اُس سے پھٹ گیا دھماکے سے بہت سے آدمی اپنے بستروں اور کرسیوں سے گر پڑے۔ موٹر کاریں ہوا میں اُڑ گئیں۔ ایک مربع میل کے رقبہ کی عمارتوں کو نقصان ہوا۔ اور زمین میں بے ڈھب درزیں پڑ گئیں۔ گلیوں میں ٹوٹ پھوٹ کے ڈھیر لگ گئے۔ جگہ جگہ چھوٹی آگیں لگیں۔ ۲۰ لاکھ پونڈ سے زیادہ کا نقصان ہوا۔

انگلستان میں اسی قسم کی بے پروائیوں سے تین کروڑ پونڈ سالانہ کا نقصان ہوتا ہے۔

چوریوں کے کارنامے

انگلستان میں چیسٹر کی عدالت کے سامنے ایک ملزم پیش ہوا۔ اس پر ۲۷ مختلف چوریوں کے الزام تھے۔ اور یہ چوریاں اُس نے آٹھ ماہ قبل جیل خانہ سے نکل کے کی تھیں۔ ان کی مالیت سوا سترہ ہزار روپیہ سے زیادہ تھی۔

جرمنی میں کچھ روز ہوئے ایک شخص کو آٹھ سال قید سخت کی سزا ہوئی۔ اُس نے سال بھر میں ۵۳۴ مختلف چوریوں کا اقبال کیا اور ان کی تعداد ۷۴۶۱۳۴ روپیہ تھی۔

پیرس میں ایک ملزم پر جب چوریوں کا الزام لگایا گیا تو وہ قہقہہ مار کے ہنس پڑا کہ بس تین چوریاں! میں نے پیدا ہو کے ۲۰۵ گھروں میں نقب لگائی ہے۔ اور یہ دعوےٰ درست تھا۔

ایک فرانسیسی پانچ سال چوریاں کرنے کے بعد پکڑا گیا۔ اُس نے اقبال کیا کہ میں نے ان پانچ سالوں میں ہر رات چوری کی ہے۔ البتہ ہفتہ کے روز میں نے چوری نہیں کی۔ یہ شخص روزنامچہ میں ان چوریوں کو لکھتا رہتا تھا۔ اُن کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی اور ہر چوری کی مالیت بھی وہ لکھ لیتا تھا۔ اُن سب کی میزان ۲۶۶۶۶۷ روپیہ تھی۔

۳۳ء کے ماہ دسمبر میں ایک کلب گھر میں ایک عورت ممبر نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتار کے میز پر رکھدی پھر پہننا بھول گئی انگوٹھی اُڑ گئی۔ چند ہفتے بعد وہ کلب میں بیٹھی تھی کہ کمرہ میں ایک اور عورت ممبر داخل ہوئی جس کی انگلی میں وہ گمشدہ انگوٹھی تھی وہ اُس کے پاس گئی اور بولی کہ یہ انگوٹھی تو میری ہے۔ تمہیں کہاں سے ملی اور تم نے کیسے پہن لی؟ پلک جھپکائے بغیر جواب دیا۔ اوہ! عرصہ ہوا مجھے یہ ملی تھی۔ میں اسے کلب کے سکرٹری کو واپس کرنا چاہتی تھی لیکن آج تک بھول بھول گئی۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے یاد دلادیا۔ آداب عرض ہے۔

کالی زبان کی عورت

امریکہ میں ایک سراتے کے مالک نے عدالت میں بیوی کے خلاف طلاق کا دعویٰ کیا کہ ایک پُرانی کہانی کے مطابق کہیں اس عورت کی تیسری خواہش بھی پوری نہ ہو جائے مجھے اس سے بچایا جائے۔ اُس نے بیان دیا کہ چند ماہ ہوئے میری بیوی نے کہا کہ کاش تم باہر جاؤ اور تمہیں حادثہ پیش آئے۔ جلد ہی سچ مچ میں ایک گاڑی کے نیچے آگیا اور میرے دائیں پاؤں کی تین انگلیاں اور پاؤں کا کچھ حصّہ کٹ گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ بولی۔ کاش تمہارا دوسرا پاؤں بھی کٹ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک حادثہ میں میرا وہ پاؤں بھی کٹ گیا۔ میں اب اس عورت سے اپنی جان بچانا چاہتا ہوں۔ قبل اسکے کہ وہ یہ آرزو کرنے لگے کہ کاش تم باہر جاؤ اور مارے جاؤ۔

نو دفعہ شادی

پریسٹن (انگلستان) میں مسٹر اور مسز ولیم وائیلڈ نگ نے مجموعی طور سے نو دفعہ شادی کی ہے۔ مسٹر موصوف کی عمر ۹۰ سال ہے اور اُسکی پانچویں بیوی ہے۔ اس کی بیوی اس سے ایک سال چھوٹی ہے۔ اور اُس نے چار دفعہ شادی کی۔

اُن کا گذارہ ایک پونڈ فی ہفتہ پر ہے جو اُنہیں بڑھاپے کی پنشن کے طور پر ملتا ہے۔ اس شخص نے ایک پوچھنے والے سے کہا کہ میری پہلی شادی ۱۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ وہ بچاری چار سال بعد مرگئی۔ اس کے بعد میں نے چار شادیاں ایک دوسرے کے مرنے کے بعد کیں۔ جب میری چوتھی بیوی زندہ تھی تو میرے ایک دوست نے پوچھا تھا کہ تمہاری بیویوں میں سے سب سے کونسی اچھی نکلی۔ میں نے کہا پہلی بھی اچھی دوسری بھی اچھی۔ تیسری بھی اچھی۔ یہ میری چوتھی سب سے اچھی ہے کیونکہ اب تک میرے ساتھ ہے۔ کوئی اب مجھ سے پوچھے تو میں اب یہی اپنی اس پانچویں بیوی کے متعلق کہوں گا۔ اُسکی بیوی نے کہا کہ میرے شوہر اچھے بھی تھے اور بُرے بھی مگر مجھے کسی سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ جب میں جوان تھی ایک نجومی نے میرا ہاتھ دیکھ کے کہا تھا کہ میری چار پانچ مرتبہ شادی ہوگی۔ اُس وقت میں ہنس پڑی تھی۔ لیکن ہوا ایسا ہی۔ مسٹر موصوف کو بھی اپنی کسی بیوی سے طلاق نہیں لینی پڑی۔ اِن دونوں کے مختلف شادیوں سے مجموعی طور سے اٹھارہ بچے ہوئے۔

پھلجھڑیاں

آسٹریلیا میں ایک بل ڈاگ چیونٹی ہے وہ لڑنے کی ایسی دلدادہ ہے کہ اگر اُسکے دو ٹکڑے کر دئے جائیں تو سر اور دُم میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔

انگلستان میں ایک گھوڑا پچاس سال کا ہو کے اب مرا ہے۔

مسٹر ولیم گرین (لیسٹر شائر انگلستان) ۹۰ سال کا بڈھا ہے۔ اُس سے اُسکی صحت اور درازی عمر کا راز پوچھا گیا تو اُسنے کہا کہ سادہ غذا کھانا اور جلد سوجانا درازی عمر کا باعث نہیں۔ میں تو زندہ مینڈک کھاتا ہوں اور جب تک کھاتا رہوں گا مجھے کوئی بیماری نہ ہوگی۔ مجھے یہ نسخہ ایک زمیندار نے میرے لڑکپن میں بتایا تھا۔

ہنگری میں ایک چھکڑے والا بلا محصول ادا کئے آٹا لئے جا رہا تھا۔ چھکڑا گھوڑا اور آٹا چھین لیا گیا۔ اور اُسپر مقدمہ چلا۔ اُسکی نوجوان بیوی کو خبر ہوئی۔ وہ اپنا پانچ ماہ کا بچہ لیکر عدالت میں پہنچ گئی اور بچہ کے گلے میں ایک پرچہ لٹکا کے بچہ عدالت کی میز پر بٹھا دیا اُسمیں لکھا تھا۔ تم نے چھکڑا اور گھوڑا لے لیا ہے تو اِس بچہ کو بھی پالو۔ بچہ کی چیخ پکار سے سب گھبرا اٹھے۔ اس کا شوہر گھوڑا گاڑی سمیت چھوڑ دیا گیا۔

کناڈا سے ۶۶ ملکوں کو مچھلی جاتی ہے۔ ۳۵ء کی پہلی ششماہی میں ۲۴۵۹۶۸۰۰۰ روپیہ کی مچھلی باہر گئی۔ پچھلے سال کی اسی ششماہی کے مقابلہ میں ۴۰۲۶۲۸۰۲ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ مچھلی کا بیشتر حصّہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ لیتا ہے۔

آدمی ہوا کے بغیر پانچ منٹ میں۔ نیند کے بغیر تقریباً دس دن میں اور پانی کے بغیر اندازاً ایک ہفتہ میں مرجائیگا۔

سوئٹزرلینڈ کا ایک میل انگریزی اور امریکی میل سے پانچ گنا زیادہ لمبا ہے۔ یہ ۹۱۵۳ گز لمبا ہوتا ہے اور انگریزی ۱۷۶۰ گز۔

دنیا کی ایک تہائی آبادی موسمی بخار کا شکار رہتی ہے۔ اور اسمیں ۲۰ لاکھ آدمی ہر سال مرجاتے ہیں۔

کنگرو پیدا ہوتے ہی صرف ایک انچ لمبا ہوتا ہے۔

مسٹر گلبرٹ فرینکو مشہور فسانہ نگار کی بیٹی مس پمیلا نے ۲۰ سال کی عمر میں اپنی سوانح عمری لکھی ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ ۱۹ سال کی عمر میں وہ ۲۲۳۳۱۳ روپیہ سالانہ کتابیں لکھ کے کمایا کرتی تھی۔

کوہ الپس میں اِس سال اب تک دو دفعہ رنگین برف پڑ چکی ہے۔ اس دفعہ سُرخ برف کی ۱½ انچ موٹی تہ پڑ چکی ہے۔

ایک شخص نے بجلی کا پنگورہ ایجاد کیا ہے۔ ماں بچہ کو اُسمیں لٹا کے بٹن دبا دیتی ہو اور جھولنے کی جیسی صورت چاہے دوسرے بٹن سے جاری کر سکتی ہے۔ پھر وہ شوق سے گھر کے کام میں لگ جائے۔ بچہ کو ایسا آرام ملتا ہے کہ وہ فوراً سو جاتا ہے۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت کے جواب

۱۔ پائیوریا۔ دانتوں سے پیپ آنا بجا طور پر بخار اور دوسرے کئی امراض کا باعث ہوسکتا ہے۔ جتنے دانت ہلتے ہیں۔ ان کو ایک ایک کرکے نکلوا دیں۔ ہلتے دانت جن میں سے پیپ بھی آتی ہو کبھی تندرست اور مضبوط نہیں ہوسکتے۔ باقی دانتوں کو ہر وقت صاف رکھیں۔ دونوں وقت کھانے کے بعد ہائیڈروجن پرآکسائڈ ایک حصہ پانی دو حصہ۔ اس پانی میں برش بھگو کر اچھی طرح دانتوں کے اوپر نیچے اندر باہر ملیں۔ بالخصوص دانتوں کے درمیانی سوراخوں میں خوراک کا کوئی حصہ نہ رہنے دیں۔ بعد ازاں یہ دوا روئی کی پھریری سے دانتوں کی جڑوں میں لگائیں۔ ٹنکچر اکونائٹ ٹنکچر مربہ ٹنکچر آیوڈین۔ ٹنکچر کے تے چوہر ایک ایک ڈرام۔ گلیسرین ایک اونس۔ دانتوں کو صاف کرتے وقت مسوڑھوں کو اچھی طرح دبا کے پیپ نکال لیا کریں۔ پوڈروں اور کریموں کا استعمال قطعی بے فائدہ ہے۔

۲۔ بڑھا ہوا پیٹ کسی دوا سے اصل حالت پر نہیں آسکتا۔ اس کے لئے ورزش (بالخصوص جھکنا اور سیدھا کھڑا ہونا) ضروری ہے۔ نیز خوراک بہت مرغن نہ ہو۔

۳۔ غدود کے اپریشن سے جو موٹاپا ہوتا ہے۔ اس کا علاج غدود ہی کے مرکبات سے ہوسکتا ہے ان دواؤں کا استعمال بغیر ڈاکٹر کی نگرانی کے نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ غذا میں نشاستہ اور روغن کی کمی سے اور نیز ورزش مثلاً تیز چلنا یا بیڈمنٹن کھیلنا بہت کچھ مفید ہوسکتا ہے۔

۴۔ دردِ سر فی الحال ایک ہفتہ یہ دوا استعمال کریں۔ پھر اطلاع دیں۔ Novalgin ایک ٹکیہ صبح ایک دوپہر ایک شام۔ کھانا کھانے سے قبل قبض نہ ہونے دیں۔ آرام زیادہ کریں۔ اور کام کم۔ اگر نظر کمزور ہو تو عینک لگائیں۔

۵۔ تپ دق۔ میں کامل شفا ناممکن نہیں۔ البتہ مشکل اور گراں ہے۔ مکمل آرام کی جو ہدایت کی گئی ہے وہ بالکل درست ہے جب تک ایک ماہ متواتر حرارت ½ ۹۸ یا اس سے کم نہ رہے آرام نہایت ضروری ہے۔ غذا میں دودھ۔ بالائی۔ مکھن۔ انڈے۔ پھل۔ بکثرت استعمال ہوں۔ مچھلی کے تیل کا کوئی خوش ذائقہ مرکب مثلاً سکاٹ یا کیپلر والا املشن دو تین ماہ استعمال کیا جائے۔ مزید ہدایت کے لئے میورو ڈلاہور کے پتہ پر لکھیں۔

۶۔ جوڑوں کا درد۔ اس کا علاج تجویز کرنے سے پہلے زیادہ تفصیلی حالات کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اگر براہ راست مفصل حالات لکھیں تو شاید کوئی شافی علاج تجویز کیا جاسکے +

(ڈاکٹر) سید ممتاز حسین (ام بی بی ایس)

بزمِ عصمت

میں نہایت مسرت سے عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتی ہوں کہ میری چھوٹی ہمشیرہ سردار جان جنکی شادی خانہ آبادی پروفیسر محمد علی خاں حبیبیہ کالج کابل سے دو سال ہوئے ہوئی تھی۔ اُس کو خداوند کریم نے ۱۲ جون ۱۹۳۵ء بروز سوموار کو بچی عطا فرمائی جس کا نام بلقیس جان رکھا ہے۔ بہنیں دعا فرمائیں کہ خداوند تعالےٰ اسے ماں کے سایہ میں پروان چڑھائے۔ آمین۔ کوئی بہن یا بھائی براہ کرم قطعہ ولادت لکھکر مشکور فرمائیں۔ ممنون ہوں گی۔

ہمشیرہ سردار عبد الحمید خاں آفریدی

نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ ۴ ستمبر کو میری پیاری سہیلی ایس۔ کے۔ مسز سید نظام الدین خریدار عصمت کو اللہ نے پہلا بچہ عنایت کیا ہے۔ بچہ کا نام حسام الدین عرف شہاب رکھا گیا ہے۔ بہنیں دعا کریں کہ اللہ بچے کو اقبال مند بنائے۔ اور والدین کو اسکی خوشیاں دکھائے۔ مجھے ایک نظم جس کا ایک شعر ذیل میں درج ہو مکمل مطلوب ہو۔ براہ کرم کوئی بھائی یا بہن عنایت کریں۔

میں یہ کہتا ہوں فنا کو بھی عطا کر زندگی
تو بقائے زندگی کہتا ہے مرجانے میں ہے

حجاب بنارسی "ناگپور"

میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ عرض کرتی ہوں کہ میرے ماموں صاحب میاں محمد یعقوب صاحب سوداگر قالین جو کہ نہایت ہی رحم دل انسان تھے اور عرصہ ایک سال سے بیمار تھے۔ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء بروز جمعہ ۳ بجے شام ہم کو داغ فرقت دیکر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ہر ایک بہن سے درخواست ہو کہ اُنکے لئے دعا مغفرت طلب فرمادیں اور پسماندگان کے لئے صبر کی دعا فرمادیں۔ دعا گو ایس۔ ایس۔ بیگم۔ ایم۔ اے۔ حمید خاں

میری ایک عزیز سہیلی کو بہن سروری بیگم یا درہ کا پتہ مطلوب ہے براہِ مہربانی کوئی بہن اُن کے مفصل پتہ سے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ اگر بہن موصوفہ کی نظر سے یہ چند سطریں گذریں تو ضرور اپنے ٹھیک پتہ سے مطلع فرمائیں مشکور ہوں گی؟

مس زیڈ۔ ایس۔ بی۔

مرض پائیوریا کے لئے مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کیا جائے۔ بکری کے گوشت کا سالن کھا لینے کے بعد جو نلیاں مغز کھا کر خالی رہجاتی ہیں اُس میں ہموزن کالی مرچ اور کھانے کا نمک میسکر اچھی طرح بھردیں۔ ملتانی مٹی سے ان کا منہ بند کرکے آگ میں جلا کر کوئلہ بنالیں اور باریک پیس کر سفوف کرلیں۔ منہ دھونے کے وقت بجائے منجن کے دانتوں پر ملیں۔ رات کو سوتے وقت بھی ملکر سوئیں۔ رات کو کُلّی نہ کریں دانتوں سے خون نکلنا بند ہوجائیگا اور ہلتے ہوئے دانت بھی مضبوط ہوجائیں گے۔ خود میرا تجربہ ہے صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

آسیہ بی قلعہ کولار

(محل خیر الدین احمد صاحب) نے دہلی کے لذیذ قورما پکانے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ میں ذیل میں ایک ترکیب لکھتی ہوں۔

ترکیب:۔ ایک سیر گوشت۔ ایک پاؤ گھی۔ لہسن ایک بڑی گٹھی۔ پیاز تین عدد بڑے (پاؤ بھر) نمک اندازے کے موافق۔ ادرک ایک گرہ زعفران ۲ ماشہ دہی ڈیڑھ پاؤ۔ لونگ چھ عدد۔ الائچی ایک۔ کالی مرچ ڈیڑھ ماشہ۔ بالائی آدھ پاؤ۔ لیموں ایک عدد۔ بادام ایک چھٹانک

پہلے گوشت کو نمک اور ادرک کا پانی لگا کر رکھیں۔ پھر گھی میں پیاز لال کریں۔ پھر گوشت اور دہی وغیرہ ڈال کر بھونیں اور بھونتے وقت پانی کے چھینٹے دیتے جائیں۔ جب گوشت نرم ہوجائے تو بادام پسے ہوئے بالائی پھینٹ کر ڈالدیں۔ پھر عرق لیموں اور زعفران ڈالیں۔ تھوڑی دیر نرم آنچ پر رکھیں۔ تیار سمجھیں۔

مسز رانا غلام حسین
لاہور چھاؤنی

مسز حمید صاحب لکھنؤ کی خدمت میں عرض ہے۔ بالوں کے لئے کونسا تیل مفید ہے جو بالوں کی سیاہی کو قائم رکھے اور بہن لے۔ اے رشیدہ صاحبہ سے عرض ہے کہ گلیسرین کیسی ہوتی ہے اور کس قیمت پر ملیگی۔

خاکسار بنت محمد ابوالفرح

ایک ضرورت مند بہن:۔ اگر آپ جنوری ۳۶ء سے مخوس تپ دق کی شکار ہیں تو فکر کی بات نہیں۔ خدا شفا دینے والا ہے اور اگر احتیاط کی جائے تو یہ مرض اتنا خطرناک نہیں جتنا بتلایا جاتا ہے۔ غذا کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ سب سے بڑا علاج یہ ہے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کمزوری واقع ہو۔ اگر آپ شادی شدہ ہیں تو بچہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ اگر آپ شادی شدہ نہیں تو شادی ہرگز نہ ہو جبتک کہ ملاحظہ X Rays سے مکمل صحت کا یقین نہ ہو جائے Ostelin گولیاں صبح شام تین تین استعمال کریں اور Waterburys Compound سُرخ لیبل والی صبح شام آدھ آدھ اونس استعمال کریں۔ اگر کمزوری زیادہ ہو تو گولیوں کی بجائے Collo. Calcium کے ٹیکے کروائیں۔ اگر خدا نے توفیق دی ہے تو اپکے گرمیوں میں تین ماہ کے لئے کشمیر تشریف لائیے۔ میں خود اسی سلسلہ میں یہاں ہوں۔ اور اب خدا کے فضل و کرم سے تندرست ہوں۔ اگر آپ کا پتہ معلوم ہوتا تو مفصل چٹھی لکھتی بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

ایک خریدار از کشمیر

عصمتی بہنوں نے تاریخی نام دریافت کئے ہیں۔ تین نام لکھتی ہوں خجستہ زہرا بیگم ۱۳۵۴ - منور خاتون ۱۳۵۲ - مظاہر فاطمہ بیگم ۱۳۵۳ - دو نام لڑکوں کے لکھتی ہوں۔ صغیر احمد ۱۳۵۳ - مظہر عباس ۱۳۵۳ -

روشن رشید احمد انبالہ شہر

عصمتی بہن صاحبہ از کلکتہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دُبلے ہونیکا بہترین علاج چہل قدمی ہے۔ روز صبح کو کم از کم دو میل چلا کیجئے مرغن غذاؤں سے پرہیز کیجئے اور کھانا کھانے کے بعد فوراً ہرگز نہ لیٹا کیجئے۔ کم از کم ڈیڑھ گھنٹے بعد لیٹنا چاہیئے۔ کسی خاص ورزش یا دوا کی قطعی ضرورت نہیں۔

(مس) ثریا سراج الدین

مجھے زیتون کے اصلی تیل کی سخت ضرورت ہے۔ کوئی بہن یا بھائی یہ بتائیں کہ اصلی زیتون کے تیل کی کیا پہچان ہے۔

میری بڑی بہن جن کی عمر تقریباً پندرہ یا سولہ سال کی ہے ان کا پیٹ چار سال سے دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ بعض وقت سانس بھی پھولنے لگتا ہے بدن بھی اُن کا دُبلا نہیں ہے ٹھیک ٹھیک ہے لیکن پیٹ تو بہت ہی بڑھ گیا ہے۔ شادی ہنوز نہیں ہوئی ہے۔ براہ کرم کوئی بہن یا بھائی بذریعۂ عصمت کوئی آزمودہ نسخہ یا کوئی ورزش سے مطلع فرمائیں

شمیم جہاں

کیا کوئی عصمتی بہن یا بھائی بذریعۂ عصمت مطلع فرمائینگے کہ آئینہ پر جو قلمی کام پھول پتے و کتبے وغیرہ بنائے جاتے ہیں اسکی قلم بنانے کا کیا طریقہ ہے اور کن کن مصالحات کی آمیزش سے قلم تیار کیا جاتا ہے۔

ا۔ ب۔ گھونوی

بخدمت خریدار نمبر ۱۱۱۹۲ عرض ہے کہ آپ حسب ذیل نسخہ بنا کر روزانہ سوتے وقت اور منہ دھونیکے بعد ہاتھ منہ پر لگایا کیجئے: معمولی روغن چنبیلی تین تولہ میں ایک تولہ موم سفید ڈال کر آگ پر رکھدیجئے۔ جب موم پگھل جائے تو فوراً اُسکو کپڑے میں چھان کر عطر مرغوب طبع دو قطرے اُسمیں ملا کر شیشی میں رکھدیجئے۔

مس ایس۔ اختر اقبال۔ سید محمد علی صاحب وکیل ہائیکورٹ بھوپال اسٹیٹ

"عصمت" کے پچھلے پرچہ میں ایک محترم بہن نے لکھا تھا کہ پیشانی پر کے روئیں اس طرح دور کئے جا سکتے ہیں کہ برگد کا دودھ ان پر لگا دیا جائے۔ پھر میدہ کو بالائی اور نمک میں گوندھ کر اُسے روؤں پر ملا جائے تو سب نکل جائیں گے۔ میں نے اس طرح عمل کیا، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کیا وہ بہن صاحبہ تشریح کرینگی کہ ایسا کیوں ہوا؟ نسخہ لکھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی ہے۔

ایک عصمتی بہن

دُوربین

جنگ حبش۔ اطالیہ کے حبش پر دانت تیز کرنے کا اصل راز یہ معلوم ہوا ہے کہ صوبہ تیجری میں سونے کی کانیں ہیں۔ صوبہ جوجام کے مغربی علاقوں میں دریا کے ریت سے سونا نکل سکتا ہے چنانچہ ۱۰ من ریت سے ۱۰ گرین سونا نکلا۔ علاقہ موفین میں، ۵ میل تک سونے کی ۱۰ کانیں ہیں۔ اور بر بیتو اور ابر ٹیر یا میں ۵۰ میل تک سونے کی کانیں موجود ہیں۔ اطالیہ ان علاقوں سے سونے کی برآمدگی میں اُن ۸۰ ہزار غلاموں سے کام لیں گے جنہیں صوبہ تیجری میں اطالویوں نے آزادی دلائی ہے۔

تجاویز صلح کو حبش نے مسترد کر دیا۔ کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ جو ملک اطالیہ طاقت سے فتح نہ کر سکا اسے جمعیۃ اقوام کا حبش سے یوں دلوا دینا صریح نا انصافی اور خلاف قواعد ہے۔ برطانوی اور فرانسیسی وزرائے خارجہ نے یہ تجاویز اس لئے قائم کیں کہ فرانس بحیرہ روم میں اپنا بیڑہ اطالیہ کے مقابلہ کے لئے پندرہ دن تک بھی نہیں لا سکتا۔ صرف برطانیہ کے جہاز وہاں موجود ہیں اور اطالیہ نے کہدیا ہے کہ اگر تیل اس کے ملک میں آنے سے روکا گیا تو وہ اعلان جنگ کر دے گا۔ اس طرح صرف برطانیہ کو اکیلے لڑنا پڑے گا۔ برطانیہ کے لوگ ان تجاویز سے سخت ناراض ہوئے چنانچہ برطانوی وزیر کو مستعفی ہونا پڑا۔ اس سے اطالیہ میں مایوسی پھیل گئی۔

درۂ دیبا جوئیں پر اطالوی اور حبشی فوجوں میں دو روز نہایت زبردست معرکہ ہوا۔ اطالوی حبشی طرز جنگ اور جرأت کا لوہا مان گئے اور اطالویوں کو پسپا ہونا پڑا۔ نادہ دم اطالوی فوج کی شدید دست بدست لڑائی ہوئی کہا جاتا ہے کہ حبشی فوجوں کو پسپا ہونا پڑا۔ اس جنگ میں یہ پہلا زبردست اور خونریز معرکہ ہوا ہے۔ اسکوم کے مغرب میں حبشیوں نے اطالویوں کو شدید لڑائی کے بعد شکست فاش دی اور اطالویوں کے ۵۰ گورے اور دو سو کالے سپاہی مارے گئے۔ کئی ٹنکیاں حبشیوں کے ہاتھ آئیں۔ اطالوی ہوائی جہاز اُڑتے رہے لیکن فوجیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے وہ بم نہ گرا سکے۔ شہنشاہ نے جو شرائط ظاہر کی ہیں جن پر صلح ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں کہ اطالیہ تاوان دے۔ مقبوضہ علاقہ چھوڑ دے۔ اگر حبش کی ترقی کے لئے دول کوئی کمیٹی بنائے تو اس میں کوئی اطالوی شامل نہ کیا جائے۔ شمالی محاذ پر حبشیوں نے اطالویوں کو زبردست شکست دے کے ٹینک، ۵ مشین گنیں چھین لئے اور دو سو قیدی کر لئے۔ اطالیہ کا دماغ خراب ہو گیا ہے اس نے سویڈن کے شفاخانہ کے کیمپ پر بم ڈالے۔ ۲۸ زخمی اور ۰ ۵ شفاخانہ کے ملازم مقتول ہوئے۔ تمام یوروپ میں اس بدعنوانی سے تہلکہ مچ گیا ہے۔ اس نے مصری شفاخانہ پر بھی بم پھینک کے بڑا نقصان کیا۔ ایک مقام پر اطالوی سپاہیوں نے میدان جنگ کو جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہیں نظر بند کر دیا گیا۔ اس بغاوت کا اثر اور سپاہیوں پر بھی ہے۔

جنگ عظیم کے آثار مسولینی نے ۱۹۳۳ء میں اپنے تسلطائی کارناموں کی دھوم مچاتے ہوئے کہا تھا کہ اطالوی ترقیوں کا مستقبل مشرق میں ہے یعنی ایشیا اور افریقہ میں حبش کی جنگ ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ اطالیہ بحر روم اور بحرہ قلزم میں اقتدار جمانا چاہتا ہے اور اسی سے برطانیہ مشوش ہے۔ اطالوی ہوائی جہازوں کا مقابلہ بحرہ روم کا انگریزی بیڑہ نہیں کر سکتا۔ ترکی اطالوی امنگوں سے علٰحدہ آتش زیر پا ہے۔ وہ درۂ دانیال کو مستحکم کرنے کی دوڑ دھوپ میں ہے اور

خیال ہے کہ برطانوی مدبر اس معاملہ میں اس کی حمایت کریں گے۔ ترک بحر روم کے موجودہ توازن قوت کے تغیر کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ ترکی وادی تا ینز قسطیلو رسیو جزائر پر اطالیہ نے ۱۹۱۲ء کی طرابلس جنگ میں بلا مقابلہ قبضہ کر لیا تھا۔ یہاں سے ترکی ساحل اس قدر قریب ہے کہ اطالوی اسلحہ جات جدید کی زد میں رہتا ہے اور ان جزائر میں اطالوی بحری نقل و حرکت بڑے زوروں پر ہے۔ برطانیہ ترکی یونان زیکوسلوکیا رومانیا وغیرہ کے ساتھ مصروف خط و کتابت ہے کہ اطالوی حملہ کی صورت میں وہ انگریزوں کی مدد کریں۔

جرمنی افریقہ کی اپنی نوآبادیاں جو جنگ عظیم میں چھن گئی تھیں واپس لینے کی فکر میں ہے اور تازہ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ اسکے لئے اس کی تیاریاں اب مکمل ہو چکی ہیں۔ اطالیہ سے اس کا اس معاملہ میں غالباً معاہدہ ہو چکا ہے۔

زنانہ کانفرنس

آل انڈیا کانفرنس کا دسواں سالانہ جلسہ زیر صدارت مہارانی صاحبہ ٹراونکور ان کے صدر مقام ٹراونکور میں ہوا اُنہوں نے اس بات کی ضرورت بتائی کہ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں گھروں کے باہر اُنھیں آزادی سے اقتصادی و تمدنی و معاشرتی ترقی کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ عورتوں نے سال گذشتہ میں کافی ترقی کی۔ کانفرنس کی سکرٹری مسز مکرجی نے کہا کہ ہم گھر کا کام اُسی وقت بخوبی انجام دے سکتے ہیں جب ہمارے ذہن اور معاشرتی ترقیوں میں وسعت ہو۔ ہمیں مردوں سے لڑکے یہ ترقی نہیں کرنی ہے۔ ہم ان کے ساتھ مل کے اس بیڑے کو پار کرنا چاہتے ہیں۔

پیر کی کرامت

ضلع لائلپور میں ایک بیوہ نے کسی رشتہ دار کی لڑکی لیکے پال لی۔ وہ بیمار ہوئی جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہوئی۔ ایک عورت نے کسی پیر کا پتہ دیا۔ وہ اُس لڑکی کے علاج کے لئے بلایا گیا۔ اس کے کہنے پر پجاری بیوہ نے بارہ سو روپے کا زیور اس کے سامنے لا رکھا۔ اُس نے اُسے کسی تھیلہ میں بند کر کے بیوہ کو کسی کام کو بھیجا اُس آنے پر اُسے وہ تھیلہ دیدیا اور کہا کہ چالیس روز بعد اسے کھولنا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ گھبرائے نہیں۔ چنانچہ ۴۰ روز بعد اسے کھولا تو اس میں مٹی بھری ملی۔ پولس کو اطلاع دیدی گئی۔

سکندریہ کو خطرہ

حبش اور اطالیہ کی جنگ ختم کرانے میں برطانیہ خاص حصہ لے رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت برطانیہ اطالیہ سے ٹکر کھانے کے لئے تیار نہیں لیکن اطالیہ کے حوصلے دیکھتے ہوئے ایک دن یہ تصادم ضرور ہوتا نظر آتا ہے۔ مالٹا انگریزی جہازوں کا مستقر رہا ہے لیکن اطالیہ کی روز افزوں طاقت کو دیکھتے ہوئے یہ قیام محفوظ نہیں رہا اس لئے سکندریہ مصر کی بندرگاہ کو خاص طور پر بحری و ہوائی بیڑوں کے لئے چُن لیا گیا ہے۔ یہ جگہ چاروں طرف سے محفوظ ہے اور جنگ کے وقت یہاں سامان خورد نوش و آلات حرب بخوبی مہیا رکھے جا سکتے ہیں اور بحیرہ قلزم و بحرہ روم میں رسد یہاں سے بآسانی پہنچ سکتی ہے۔ اس کی مضبوطی کے لئے حکومت مصر شہر اور مارساہ۔ بتروح۔ سیدی بیرانی سیوم وغیرہ کے درمیان سلسلہ رسل و رسائل مضبوط کر رہی ہے۔ دخیلہ پر ایک ہزار سے زیادہ طیارے جمع کر لئے گئے ہیں۔ مصر والے ان طیاروں کو خوف و ہراس سے دیکھ رہے ہیں کیونکہ وہ ان امور کو خلاف معاہدہ تصور کرتے ہیں۔

اچھوتوں سے جھگڑے

رسنار تعلقہ کے ایک گاؤں میں اُونچی ذاتوں کے مندروں نے کسی بات پر اچھوتوں سے خفا ہو کے اپنے مویشی اچھوتوں کی کھڑی فصلوں میں گھسا کے کھیتوں کو تباہ کر دیا۔ اچھوت ڈر کے مارے چپ رہے کہ کہیں اور زیادہ مصیبت کا نشانہ بنیں لیکن نے کسی طرح خبر پا کے معاملہ کی اطلاع پولس کو کر دی۔

ناسک کے پاس ایک گاؤں میں اچھوتوں نے ایک دن ہندوں کے کنووں پر چڑھ کر پانی بھرنے کے لئے مقرر کیا۔ دو ہزار

بڑی ذاتوں کے ہندو چاروں طرف جمع ہو گئے اور اچھوتوں کے راستے بند کر دیئے تاکہ وہ کنوؤں کو ناپاک نہ کریں۔ یہ حالت دیکھ کے اچھوتوں نے وہ دن منانا ملتوی کر دیا۔ اچھوتوں نے اپنے بچے ہندو مدرسوں سے اُٹھا کے عیسائیوں کے مدرسوں میں داخل کر دیئے ہیں

تاروں کا جھرمٹ

انگریزوں کے مدرسوں میں اردو لازمی قرار دی گئی ہے۔ بنگال کے دارالتجارت سے اس بارے میں مشورہ کیا گیا تھا اُس نے جواب دیا کہ اُن کی رائے میں اُردو بنگالی کے مقابلہ میں زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ ممکن ہے کہ طلبا میں سے کسی کو ہندوستان میں کسی جگہ نوکری مل جائے۔

شملہ میں کھڑکی سے چند بندر گھر میں گھس آئے ایک عورت روٹی پکا رہی تھی عورت نے اُنہیں اس وقت مارا تو بہت لیکن وہ روٹی لے ہی گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اور بندروں کو لے کے گھر میں گھس آئے۔ اُنہوں نے عورت کر پچھاڑ کر خوب مارا۔ اسکی چیخوں پر لوگ آئے تو وہ بیہوش پڑی تھی۔ شفاخانہ میں اس کا علاج ہو رہا ہے۔

ضلع لاہور میں ایک سکھ لڑکے کو دوسرے سکھ نے مار دیا۔ اُسے سات سال کی سزا ہو گئی مگر اپیل پر وہ چھوٹ گیا۔ جب وہ گھر آ گیا تو مقتول لڑکے کے بھائی نے بدلہ لینے کا ارادہ کیا چنانچہ اسے ایک روز کھیت کرتے ہوئے اس نے اپنے دو ایک دوستوں کی مدد سے پچھاڑ کے ایک برچھی سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں۔ عدالت نے اُسے ۷ سال قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ اور دوسرے کو ۳ سال قید اور سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ جرمانہ اندھے کو ملیگا۔ سزا اپیل پر بحال رہی۔

سلہٹ کی طرف ایک ۴۰ سالہ بڈھے نے فاقہ کشی سے تنگ ہو کے اپنے سات سالہ بیٹے چھ سالہ بیٹی کو مار ڈالا تھا اُسے کالے پانی کی سزا دی گئی۔

اس سال پنجاب سے پانچ سو اُمیدواروں نے ایم اے پاس کیا۔ ان میں ۴۰ عورتیں ہیں۔

میرٹھ میں ایک ۱۹ سالہ شخص اس جرم میں سشن سپرد ہوا ہے کہ اُس نے ایک آٹھ سالہ مسلمان بچہ کو مار کے اس کے چاندی کے کڑے اور ہنسلی اُتار لی۔ اُس کی لاش کے پاس سوکھے بھنے ہوئے چاول ملے جو غالباً اُسے قاتل نے کھانے کو دیئے تھے۔

ڈپٹی کمشنری یعنی کلکٹری کے امتحان میں انگلستان میں ۱۴۔ انگریز اور ۶ ہندوستانی کامیاب ہوئے۔ دس نے تو انگلستان میں ہی ملازمت کر لی۔ تین نے قونصلی ملازمت اختیار کی۔ صرف ایک ہندوستان آنے کے لئے رضامند ہوا۔ وہ بھی اس لئے کہ اس کے لئے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ انگریز اب ہندوستان آنا نہیں چاہتے۔

مہاراجہ بڑودہ کے ۶۰ عہد حکومت کی سالگرہ جنوری کے پہلے ہفتہ میں منائی گئی۔ مقام دربار ۱۹۱۱ء کے دربار دہلی کے نمونہ پر بنایا گیا۔ ۴۰ ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی اُس میں گنجائش تھی۔ اس پر ۱۶ ہزار روپیہ خرچ ہوئے ہوں گے۔

پونہ میں آل انڈیا ہندو زنانہ سبھا کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں صدر نے عورتوں کو خانہ داری کی طرف توجہ دلائی اور مردوں سے مقابلہ کر کے اُن کے پیشے ہتھیانے کی مخالفت کی۔ اُنہوں نے ضبط تولید طلاق اور نکاح ثانی کی بھی مخالفت کی۔

لارڈ ریڈنگ سابق والسرائے ہند کا ٹھنڈلگ کے ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں اپنی سکرٹری مس سٹیلا سے شادی کر لی تھی جو سیاست اور بین الاقوامی اُمور کی خاص ماہر تھیں۔ اب ان کی عمر ۴۱ سال ہے۔

افسوس ہے مشہور کانگرسی مولانا عارف ہسوی اور یوپی کے مشہور قومی کارکن خان بہادر حافظ ہدایت حسین ایم ال سی کا انتقال ہو گیا

پونہ میں ہندوؤں کی اشدھی کانفرنس بھی ہوئی جس میں صدر نے کہا کہ دوسروں کو ہندو بنانے کی کوشش جاری رکھنی چاہئیے۔ ہندوستان ہندوؤں کے لئے ہے اور دوسری قومیں یہاں بطور مہمان کے ہیں۔ اور ان سب پر یہ واضح کر دینا چاہئیے کہ تم یہاں مہمان ہو اسلئے سیدھی طرح مہمانوں کے طور پر رہو۔ ذات پات ضروری چیزیں ہیں لیکن وقت کو دیکھتے ہوئے ہمیں اچھوتوں کو گلے لگا لینا چاہئیے۔ کیونکہ جب گھر میں آگ لگ جاتی ہے تو کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ ان کو بچانے کے لئے

دیہاتوں کی ہندو عورتیں اور [illegible] عیسائی ہو جاتی ہیں۔

معلّمہ کی ضرورت

مجھے ایک معلّمہ کی ضرورت ہے جو کہ میری دو چھوٹی بہنوں اور ایک بھتیجی کو تعلیم دے سکے۔ فی الحال پندرہ روپیہ تنخواہ کھانا اور رہائش کے لئے مکان دیا جائیگا۔ پھر معلّمہ کی قابلیت دیکھکر تنخواہ میں ترقی کی جائے گی معلّمہ انگریزی کا انٹرنیس پاس ہو اُردو بھی بچیوں کو پڑھا لکھا سکے۔ اور دستکاری سے بھی کچھ واقفیت رکھتی ہو۔ اگر کوئی مسلمان بیوہ بہن ہوں تو انہیں کو ترجیح دیجائیگی۔ مسلمان ہونا لازمی ہے کیونکہ دو بچیوں کو قرآن مجید کی بھی تعلیم دیجائے گی۔ برائے کرم کوئی مہربان بہن صاحبہ معلّمہ تلاش کرنے میں میری مدد فرماتیے میں مشکور رہوں گی۔

آپکی حقیر بہن

نواب زادی رضیہ سُلطان زماں آف پٹھاری

وایا باموره (سینٹرل انڈیا)

معلّمہ کی ضرورت

مجھے ایک معلّمہ کی ضرورت ہے جو کہ میری دو چھوٹی بہنوں اور ایک بھتیجی کو تعلیم دے سکے۔ فی الحال پندرہ روپیہ تنخواہ کھانا اور رہائش کے لئے مکان دیا جائیگا۔ پھر معلّمہ کی قابلیت دیکھکر تنخواہ میں ترقی کی جائے گی معلّمہ انگریزی کا انٹر نیس پاس ہو اُردو بھی بچیوں کو پڑھا لکھا سکے۔ اور دستکاری سے بھی کچھ واقفیت رکھتی ہو۔ اگر کوئی مُسلمان بیوہ بہن ہوں تو انہیں کو ترجیح دیجائیگی۔ مُسلمان ہونا لازمی ہے کیونکہ دو بچیوں کو قرآن مجید کی بھی تعلیم دیجائے گی۔ برائے کرم کوئی مہربان بہن صاحبہ معلّمہ تلاش کرنے میں میری مدد فرمایئے میں مشکور رہوں گی۔

آپکی حقیر بہن

نواب زادی رضیہ سُلطان زماں آف پٹھاری

وایا باموره (سینٹرل انڈیا)

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور مغلئی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی اور بزاری کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بینظیر کتاب

عصمتی دستر خوان (حصہ اول)

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں **تجربہ** کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں **بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست!** ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تمیزدار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب **عصمت** کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دستر خوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضۂ مرغ	تاشش کباب
کھوئے کی پڈنگ	انڈے پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سوئیاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی، مرغ جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں۔ مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے پوری۔ کچوریاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے شرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے** ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دیجاتی ہے۔ سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

پتہ: منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان، دہلی

عصمتی دستر خوان کے اصول پر عصمتی کتاب گھر

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ باتصویر ٹائٹل قیمت صرف ۸ر

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چاء، کوکو، شربت لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے، اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے، کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بینظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸ر

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیحد کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰ر)

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں ۸ر

مشرقی مغربی کھانے عصمتی دستر خوان کا دوسرا حصہ قیمت عہ ہے اس میں شاہجہاں سے پہلے ہندوستان میں جو کھانے پکتے تھے [illegible]

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ نور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بنگلہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گڈ نائٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
اونٹ مع مشک	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس نسترن	۱۱ دلاویز جھالریں	۲ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پردار گھوڑے
گاڈ بلیس	راج ہنس	بچہ مع تیر و کمان
ایک خاتون مع پنکھا	ٹی کوزی۔ توتے	گلدستہ و گلدان

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو بآسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۴ وضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۲۶ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ فسٹرن توری وغیرہ	۲ جالیاں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ نکلس ہار	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کنارہ	۲ پنکھے	۳ منی بیگ
۷ بینڈ بیگ کے نمونے	۶ پردے	گلاس پوش پٹیلے
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہولڈر۔ سلیپر	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ ۱۰

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کیجاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
بلاؤز کی بیلیں ۳	گلاب کی بیل	جگنو نما لیس	برگ نما ڈنڈی
آسان بیل	عینک نما بیل	کے لکیروں کی لیس	دائی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار "	کنگورے دار لیس	ہلال نما لیس
دوپٹہ کی بیل "	چولڑی "	الگڑی دار لیس	بلاؤز کی لیس
فراک کی "	گلے کی آستین کی	سموسہ دار لیس	دوپٹہ کی لیس
ساتلہ کی " ۲	دامن کی بیل	اوپر لڑیاں	وزن نما لیس
اوڑھنی "	حاشیہ کی	بوردار	سادہ لیس
قمیص کا گھیر	نفیس بیل	لاکٹ لڑیاں	شلوار کا پائنچہ
		میز پوش کی پٹی	دلکش لیس پان
		سہ لڑی "	چوڑی لیس لا دوپٹہ

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر ۳ بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نو مشق بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۲۔۳ اور ۳۔۴ صفحوں میں ہیں جو کہ بآسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام نمونے نہایت دلکش اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر ساتھی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ۔ ٹائٹل دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے عہ

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئیے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں، میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے ۵۰۔ ۵۰ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنا دیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے قیمت عہ

(۳) گلدستۂ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آجتک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ عذرا فاطمہ بیگم صاحبہ گردونے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب ۱	خوبصورت فریم شلاً یا محمد تاج محل طیبہ کا تحفہ تو تو وغیرہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کی ڈالیوں کے	۹۳ "
باب ۳	مختلف وضع کے بڑے پھول	۴۴ "
باب ۴	میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹ "
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۹ "
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱ "
باب ۷	بیل کلابتو، پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۶ "
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۸ "
باب ۹	قمیص کے کف	۳ "
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴ "
باب ۱۱	صندوق۔ شلاً ٹی کوزی بچوں کے بب جوتے۔ پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی بٹوہ وغیرہ۔	۱۵ "

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پیشتر نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونے کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں ہر چیز کا رنگ لکھ دیا ہے پھر نمونے دئے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں اکثر نمونے اتنے خوبصورت ہیں کہ آجتک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ بھولی بھالی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نئے نئے نمونے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آ چکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین ضخامت ۱۳۰ صفحے قیمت عہ

(۴) خواتین کی دستکاریاں

بہ خواتین مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خودداری اور عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد پیشے بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو بآسانی دور کر سکتی ہیں خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو ... وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دے گی قیمت آٹھ آنہ۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

(۶) عصمتی دستکاری (۷) سلمہ ستارہ کا کام (۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب	ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

Cover Printed at the Calcutta Art Press Delhi.

REGD NO. L 1872

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

ESTD. THE ISMAT, 1908. DELHI.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کیلیے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ



دسمبر
۱۹۳۶

چندہ سالانہ
چار روپے

چندہ سالانہ قسم
خاص ۱۰ روپے

جملہ حقوق محفوظ

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جاچکی ہیں

(۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ نور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ و۔ا۔ صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب ہے۔ بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے"۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی"۔ محترمہ نفیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے "جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے"۔ دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ دبیز۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بگلہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	گڈ نائٹ
ڈاک بنگلہ	مسجد کا دروازہ	امام حسین
آدمی مع مشک	مرغ	شیر ببر
کلمہ طیبہ	تاج محل آگرہ	جامع مسجد
۵ نفیس انسرشن	۱۱ دلاویز جھالریں	۲ خوبصورت کونے
خوش آمدید	عید مبارک	درخت نما ڈالی
چڑیا ڈالی پر	طرہ دان	پروار گھوڑے
گاؤ بلیس	راج ہنس	بچہ مع تیر و کمان
ایک خاتون مع پنکھا	تی کوزی، تولے	گلدستے و گلدان

(۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پہلے نمونے شروع ہوتے ہیں میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدے، تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی دلاویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنادیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب بارہ دوم چھپی ہے قیمت ۸/

(۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آجتک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علی فاطمہ بیگم صاحبہ گوڑ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب ۱	خوبصورت فریم شلاً یا محمد تاج محل طیبہ کا تحفہ و تو اویہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے	۶۳ [illegible]
باب ۳	مختلف وضع کے بڑے پھول	۳۳ [illegible]
باب ۴	بیرونی چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹ [illegible]
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز	۱۰ [illegible]
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱ [illegible]
باب ۷	سیل کلا تھ، پلنگ کی چادریں ساڑی وغیرہ کی بیلیں	۱۶ [illegible]
باب ۸	انسرشن کی بوٹیاں وغیرہ	۸ [illegible]
باب ۹	قمیص کے کف	۳ [illegible]
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴ [illegible]
باب ۱۱	متفرق، مثلاً ٹی کوزی بچوں کے بب جوتے پاندان کا غلاف بائیسکل کی گدی موزہ وغیرہ	۱۵ [illegible]

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں پھر نمونے کے مطابق کاڑھنے کی مفصل ترکیبیں ہیں جن میں ہر چیز کا ناپ [illegible] دیئے گئے ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں۔ اکثر نمونے ایسے خوبصورت ہیں کہ آجتک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی کاڑھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں سب نئے نئے ہیں یعنی جو عصمتی کشیدہ میں آچکے ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں کاغذ خوب موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین ضخامت ۲۰۰ صفحے قیمت ۱/

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو خواتین مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خودداری و عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد بیش بہا مشورے دے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ وہ شوقین خواتین بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو بآسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو ہنر سکھائیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنادے گی قیمت آٹھ آنہ۔

ملنے کا پتہ۔ مینجر عصمت دہلی

(۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانیوالا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو بآسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام ہے بھی نہایت دلچسپ اور مفید۔ غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھکر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

۴۸ وضع کے پھول گلدستے	۲۷ قسم کی لیس	۲۹ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ انسرشن توری وغیرہ	۳ جالیاں
۲۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ نکلس ہار	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کنا[illegible]	۲ پسلیے	۳ ٹی کیک
۷ بینڈ بیگ کے نمونے	۶ [illegible]	گلاس پوش [illegible]
متفرق چیزیں ٹی کوزی	ہر لڈ، سلیپر	لیمپ کے جھاڑ وغیرہ [illegible]

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست بیلیں کیونکہ [illegible]

بیلیں		لیسیں	
بلاوز کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	گلونما لیس	[illegible]
آسان بیل	مینک نما بیل	کے کناروں کی لیس	دانی نما لیس
سادی بیل	لٹ دار "	کنگورے دار لیس	ہلال نما لیس
دوپٹہ کی بیل	چولڑی "	الگڑی دار لیس	بلاوز کی لیس
فراک کی "	قمیص کی آستین کی	سموسہ دار لیس	دوپٹہ کی لیس
ساڑھی کی " ۲	دامن کی بیل	اوپر لڑیاں	لوز نما لیس
اوڑھنی "	حاشیہ کی	بوردار	سادہ لیس
قمیص کا گھیر	نفیس بیل	لاکٹ لڑیاں	شلوار کا پائنچہ
		بیضوی کی بیل	بلکس لیس پاں نما
		لڑی	چوڑی لیس لاہور لیس

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کارآمد مضامین و ہدایات درج ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ہر نمونہ کی اس قدر آسان لکھی گئی ہیں کہ نوسکھی بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ بعض ترکیبیں ۳ - ۳ اور ۴ - ۴ صفحوں میں ہیں جو کہ بآسانی سمجھ میں آجاتی ہیں تمام نمونے نہایت صاف اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی موتیوں کے کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اس سے بہتر استانی نہیں ملے گی، کاغذ خوب دبیز، لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ، ٹائٹل دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے عہ

(۶) عصمتی دستکاری
(۷) سلمہ ستارہ کا کام
(۸) نٹنگ یا بننے کی کتاب

ان کتابوں کا اشتہار کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمایئے۔



ہسپانیہ کی جنگجو خواتین ہتھیاروں سے لدی ہوئی، گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی خوش ہیں۔



اسٹاکہالم میں کنڈر گارٹن کے مدرسہ کے ننھے طلبا

رسالہ عصمت دہلی

انتیسواں سال | بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء عیسوی | جلد ۵۷ نمبر ۶

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی چار روپے للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ روساء سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک سٹال پر بھی ۵ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا۔

ضروری گذارش

خریداری نمبر:- عصمتی بہنوں سے سیکڑوں ہی دفعہ التجا کی گئی اور رسالہ کے جو قواعد دوسرے تیسرے مہینے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں بھی سب سے پہلے یہی درخواست ہے کہ جب ہمیں انتظامی امور کے متعلق بہنیں خط لکھیں تو اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمادیں ورنہ ان کے خط کی فوراً تعمیل نہ ہوسکے گی۔ کسی بہن کا ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہوتا ہے تو وہ فوراً تبدیلی پتہ کی ہمیں اطلاع دے کر قواعد رسالہ کی پابندی تو کرتی ہیں مگر ادھوری۔ کیونکہ جب تک خریداری نمبر نہ معلوم ہو رجسٹر میں ہزاروں ناموں میں سے ان کا نام تلاش کرنا گھنٹوں کا کام ہے پھر دفتر کے کلرکوں کو دم مارنے کی بھی فرصت نہیں ملتی اور رجسٹر ہر وقت کام میں رہتا ہے۔ اگر وہ خریداری نمبر لکھیں تو ایک منٹ میں اُن کا پتہ تبدیل ہوسکتا ہے اور انھیں رسالہ نہ ملنے کی کبھی شکایت نہیں ہوسکتی۔ افسوس ہے کہ بعض بہنیں جب ہمیں خط لکھتی ہیں تو اپنا خریداری نمبر درج نہیں کرتیں اور ان کے ارشاد کی تعمیل میں ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خط خواہ تبدیلی پتہ کے لئے لکھا جائے یا رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہو جب تک خریداری نمبر درج نہ ہوگا فوراً تعمیل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ممکن ہے کئی کئی دن لگ جائیں۔ اس لئے تمام خریدار بہنوں سے پھر درخواست ہے کہ جب ہمیں انتظامی امور کے متعلق خط لکھیں تو خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔

عصمت کی پابندی وقت:- اردو رسالوں میں ضرب المثل کہی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر ماہ کا پرچہ ٹھیک تاریخ مقررہ پر شائع ہوجاتا ہے کبھی ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوتی لیکن یہ دیکھکر بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ بعض بیبیاں دوسرے رسالوں کی طرح عصمت پر بھی بے قاعدگی اشاعت کا الزام لگاکر دو دو تین تین ماہ کے پرچے طلب فرماتی ہیں انہیں زیادہ تر وہ بہنیں ہوتی ہیں جو خریداری نمبر کے حوالے تبدیلی پتہ کی ہمیں فوراً اطلاع نہیں دیتیں اور انکے سابقہ پتہ پر رسالہ جاکر ضائع ہوتا رہتا ہے اور باقی بیبیوں کو انکے ملازموں کی غفلت یا ڈاکخانہ کی لاپرواہی کیوجہ سے وقت پر نہیں ملتا۔ دفتر سے ٹھیک تیس تاریخ کو تمام خریداروں کو رسالہ بھیجدیا جاتا ہے اب اگر کسی بہن کو وقت پر نہ ملے تو انھیں چاہئے کہ پانچ تاریخ کے بعد مگر پندرہ تاریخ تک دفتر کو اطلاع دیکر دوبارہ منگالیں۔ دو دو تین تین ماہ تک خاموش رہنا اور پرچہ پر بے قاعدگی اشاعت کا الزام لگانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اختتام سال کی اطلاع بذریعہ ضمیمہ ایک ماہ قبل خریداروں کو دیدی جاتی ہے اور رسالہ بند کرنے کے متعلق کوئی ہدایت نہیں ملتی تو یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ آیندہ سال کیلئے بھی پرچہ کی خریداری منظور ہے اگر منی آرڈر کے ذریعہ سالانہ چندہ نہیں بھیجا گیا تو یہی معنی ہوتے ہیں کہ وی۔ پی بھیجکر وصول کرلیا جائے لیکن افسوس ہے کہ بعض بہنیں مطلق خیال نہیں کرتیں کہ وی پی کی واپسی سے دفتر کو کیسا شدید نقصان پہنچیگا اختتام سال کی اطلاع ملنے پر رسالہ بند کرنیکی ہدایت نہ دینا اور وی پی کی واپسی سے دفتر کو نقصان پہنچانا معزز تعلیمیافتہ خواتین کے شایاں شان نہیں ہے امید ہے کہ عصمت کی خدمات کو ملحوظ رکھکر اطلاع ملتے ہی یا تو عصمتی بہنیں وی پی کی وصولی کا انتظام فرمادیا کریں گی۔ منیجر

انقلاب تمدن

تڑپ، تڑپ، دل بے قرار تڑپ، اور اُن صورتوں پر خون کے آنسوؤں سے رو، جنہوں نے آبادی چھوڑ جنگل بسائے، گئے اور ایسے داغ دیکر گئے، جو مدۃ العمر تازہ رہیں گے۔ عمر دنیا کہیں سے کہیں پہونچ جائے، مگر ان کی یاد دل سے نہ جائیگی، آئیوالا زمانہ ان کے نام آنکھوں سے لگائے گا، اور یہ فانی دنیا ان کی ہستی پر فخر کرے گی،

راتیں اور دن، ہیں تو ویسے ہی! مگر وہ نہیں ہیں، ختم ہوگئے وہ دن، صبح ہوگئیں وہ راتیں، اور مٹ گئے وہ لوگ، غدر ۵۷ء سے برسوں پہلے کا وقت ہے۔ اور زندہ ہیں وہ صورتیں جن کے قدم سرزمین جہان آباد، آنکھوں سے لگا رہی ہے،

دتی، بگڑ بگڑ کر بنی، اور بن بن کر بگڑی، مگر پھر اس خاک سے ویسے لوگ نہ اٹھے، یہ عالیشان محلوں اور پکی حویلیوں کے رہنے والے نہیں ہیں، ان کے گھر ہیں تو کچے وھابے اور ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں، گھر لپے پُتے، صاف ستھرے یونڈر کا تو انہوں نے نام بھی نہیں سنا، مگر چکنی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو انکی سادگی مذاق کا پورا پورا پتہ دے رہی ہے۔ ان کے دماغ مغربی ہوا کے جھونکوں سے آشنا نہیں ہیں، مگر آنکھیں کبھی کبھی، ایک آدہ صورت ایسی بھی دیکھ لیتی ہیں، جوان کو ششدر و متحیر بنا دیتی ہے، ان کی صورت، ظاہری لباس، پوشاک وضع قطع نہ چنداں دلچسپ ہے، نہ دل کش، قبہ دار ٹوپیاں، چینٹ دار انگرکھے، کمر میں پٹکے، ہاتھ میں عصا، جیب میں لمبے لمبے رومال۔ مگر، ان کے باطن پر کائنات کا ہر ذرّہ درود پڑھ رہا ہے، یہ وہ لوگ ہیں، پابندی وضع جن کی گھٹی میں پڑی، ہمدردی کے دودھ سے پلے، اور خلوص کے آغوش میں بڑھے، بساط تعلقات پر، قولاً و فعلاً ایسے پھول برسا گئے جن کی خوشبو سے آجتک زمانہ مہک رہا ہے۔

یہ بھولی بھالی صورتیں، یہ سیدھے سادھے لوگ، جنہوں نے نمک کو، نون اور چاقو کو چکو کہا۔ چند روز کے مہمان ہیں، کان انکی آوازوں، آنکھیں ان کی صورتوں اور دل، ان کی باتوں کو ترسیں گے، ملکۂ مغرب کی سواری کا غلغلہ بلند ہو چکا۔ یہ وہ سیمتن ہے جس کے آگے زاہد صد سالہ سجدے کریں گے، اس کی ادائیں متقیوں کے دل بھی لوٹ پوٹ کر دیں گی۔ ان کی باتیں سن لو اور صورتیں دیکھ لو، پھر یہ کہاں اور تم کہاں، دیکھنا! دیکھنا! یہ پانچ برس کے دو چھوٹے ہوئے دوست ملے ہیں، سنو، سنو، اور یاد رکھو کہ محبت کا سکہ ان ہی کے دم تک اقلیم انسانیت میں چل رہا ہے، آگیا ہے وہ وقت، کہ مغرب کا دست شفقت اس تمدن پر پانی پھیر دے

"ہائیں! خلیفہ بندو؟ ارے بھائی کلیجے سے تو لگ جا۔ صورت دیکھے مدتوں ہوگئے، سنجھلے احمد بیگ کیا مرے

وہ طبقہ ہی الٹ گیا، میاں بودی کالے کوسوں حیدرآباد پہونچے، سمندی کو، چچا امیر بیگ کی نظر کھا گئی۔ ہائے بندو کیا کڑیل جوان اٹھا ہے، دھیان آتے ہی کلیجہ پر سانپ سالوٹ جاتا ہے، آ بھائی ایک دفعہ اور مل، جی نہیں بھرا، ارے بیٹے ایک پانچ ہی برس میں ڈاڑھی لگلہ کا پر ہوگئی، وہ ڈنڑ قبضے کچھ بھی نہ رہے"

بندو: "آؤ میاں یوسف آڑے، جب سے نہیں کہتے کہ میں ہوں، آڑے تم تو عید کا چاند ہو گئے، شہر کے شہر میں ہو اور اتنی خبر نہیں کہ بودی کو مرے تیسرا مہینہ ہونے آیا، بیچارے کی ہڈیاں بھی گل کر خاک ہوگئی ہوں گی، کوئی ایسا ہی بدنصیب کا دل ہوگا جو دکن جاکر جیتا جاگتا پلٹا ہو، تین کی سُنا دتیاں تو ہم سن چکے ہیں، بودی کا بڑا لڑکا تو تمہیں یاد ہوگا، اس نے باپ کی آنکھ بند ہوتے ہی وہ سر اٹھایا ہے کہ ماکو ناک چنے چبوا دیئے، دو ڈھائی آنہ روز تو فقط چھٹے مٹھوں کو چاہئیں۔ وہ بیچاری مر کر صبح سے شام تک تین ساڑھے تین آنہ کی مزدوری کرکے اس کا بھرنا بھرتی ہے پرسوں پیسہ پاس نہیں تھا۔ اس وقت کا جو نکلا ہے تو اب تک نہیں پلٹا۔ بٹرنوں کی طرح روتی پھرتی ہے۔ صبح نماز دم دیکھتا کیا ہوں کہ کنڈی کھٹکھٹا رہی ہے، میرا دل بھی دھکڑ دھکڑ کرنے لگا کہ یہ گجر دم خدا خیر کرے۔ اس کو گھر میں بٹھا کر جو نکلا ہوں تو یہ وقت ہوگیا۔ پہاڑ گنج۔ تیلی واڑہ، صدر بازار، شہر بھر چھان مارا، مگر کہیں پتہ نہیں چلتا۔ صبح سے نہار منہ ہوں، اب کہاں ڈھونڈھوں۔ لوٹ کے جاتا ہوں تو خرابی، اس بیچاری کو کیا منہ دکھاؤں گا، اب یہ سنا ہے کہ بدر پور گیا سو بھائی وہاں جارہا ہوں، چھ کوس کی منزل ہے اور جھٹ پٹا ہوگیا، چلتے ہاتھ پاؤں جو کام ہو جائے اچھا، پھر تو ان کو کیڑے بھی نہیں کھائیں گے، خدا دیکھتا ہے جو محبت بودی کے جیتے جی اس کی اولاد سے تھی آج کے دم تک اُس میں فرق نہیں آیا۔ میاں رشتہ نہیں، ناطہ نہیں۔ مگر برابر کا یار تھا اس کی بیوی وہاں روئے اور ہم چپکے بیٹھے سیر دیکھیں تم سے ملکر جی خوش ہوگیا، اب تو جانے دو، اللہ چاہے صبح ہی آؤں گا"

یہ تھے وہ دل جو حاضر و غائب ایک، اور ظاہر و باطن یکساں، اس جہالت پر علم سو دفعہ تصدق، اور ایسی بدتہذیبی پر تہذیب، ہزار بار قربان، مرے ہوئے دوست کی تصویر، جب تک زندہ رہے آنکھ کے سامنے رہے، اپنا سکھ چین عیش و آرام اس کے بچوں پر نثار کردیا۔ کیا لوگ تھے، کہ رانڈوں اور یتیموں کو وارثوں کی موت بھلا دی۔ مر گئے مگر وضع کو ہاتھ سے نہ دیا جس سے جتنا مل لئے آخر وقت تک نباہ گئے۔ بیوقوف تھے یا جاہل جیسے بھی تھے اور جو کچھ بھی تھے ایسے تھے کہ یہ آسمان جو مدتوں ان کے سر پر چھایا رہا آج حسرت سے ان کی قبروں پر رو رہا ہے، اور یہ زمین جوان کو کلیجہ سے لگائے پڑی ہے، بآواز بلند یہ صدا دے رہی ہے کہ مادر گیتی کے پیارو، تمہارے بعد تم جیسی صورتیں نظر نہ آئیں،

بندو اور آڑے کی ملاقات کو دو برس سے زیادہ ہوگئے۔ زمانہ سُرعت کے پروں سے اڑا چلا جا رہا ہے، اور آناً فاناً نئے

نئے انقلاب برپا ہو رہے ہیں، مگر یہ غنیمت ہے یہ وقت بھی کہ شرافت کے جوہر ہندوستانی تمدن میں اسی آب و تاب سے چمک دمک رہے ہیں،

ملکہ مغرب کا جہاز وسط سمندر میں اٹھکھیلیاں کرتا چلا آرہا ہے، اور مشرق اس شاہانہ جلوس کے انتظار میں چشم براہ ہے دور کے ڈھول سہاونے، بچہ بچہ نئے مہمان کے آنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ مگر فلک پیر جس نے سیکڑوں قومیں اور بیسیوں ملک تباہ و برباد کر ڈالے، ان کی ناتجربہ کاری پر ٹھٹھے مار رہا ہے، اس کی دوربیں نگاہیں تاڑ چکی ہیں، کہ مشرق آج جس کو ہنر سمجھ رہا ہے ایک سو ہی برس کے الٹ پھیر میں مغرب کی صحبت اس ہنر کو عیب اس فخر کو ذلت اور اس وضعداری کو بیہودگی بنا دے گی۔

وہی دن ہیں اور وہی لوگ، مگر کیسے؟ وہ جو محبت کا خاتمہ اپنے ساتھ کر جائیں گے اور زمانہ جن کا خلوص قیامت تک نہ بھول سکے گا۔

ذرا ان بڑے میاں کو دیکھنا! کرتہ میں تو گھنڈی تکمہ ہی ہے۔ مگر اس جلتے بھلستے وقت میں کہ چیل انڈا چھوڑ رہی ہے سر پر بوجھ ڈھوئے چلے آرہے ہیں، ان کی صورت دیکھ کر منہ مت، ان کے گُن دیکھو اور پھر کہو کہ یہ کیسی صورتیں ہیں،

غریب تین چار آنہ روز کا مزدور ہے کہ اپنی مزدوری چھوڑ کر، یہ گٹھڑی اس بیوہ کے گھر میں جسکے سر پر کوئی وارث نہیں جو صبح سے بھوکی بیٹھی تھی، جو آس تک رہی تھی کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ مجھے جو لادے تو پیس کر پکا اور اپنے ننھے ننھے یتیم بچوں کا پیٹ بھر لوں،

ذرا ان کا جواب بھی تو سن لو جب انہوں نے آواز دی ہے "لو بہن اپنے جو لیجاؤ" تو وہ بھوکی پیاسی جو صبح سے اللہ اللہ کر رہی تھی اٹھکر دروازہ پر آئی، اس کی آنتا دعائیں دے رہی تھی۔ مگر جب اس نے زبان سے شکریہ ادا کیا تو کہنے لگے "احسان کی کیا بات ہے۔	"حق ہمسایہ ماکا جایا"

لیجئے مغربی ملکہ آپہونچیں، اس وقت کو گذرے مدتیں ہوگئیں۔ انیسویں صدی کے دس برس نکل گئے، آڑے اور بڑے میاں جیسی صورتیں کبھی کی چھپ چکیں، آج مغربی تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہے۔ مگر

چشم بینا سے دیکھنے والوں، انصاف سے کہنا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہو گیا۔ مشرق اپنے جوہر مغرب پر قربان کر چکا اور آج وہ نازک وقت ہے کہ سوسائٹی ان متبرک صورتوں کو انسانیت سے خارج بتا رہی ہے، لیکن فانی دنیا کا ہر ذرہ یہ صدا دے رہا ہے کہ زمانہ کتنی ہی ترقی کر جائے، مگر وہ بھولی بھالی اور پیاری پیاری صورتیں آنکھوں کو دیکھنی نصیب نہ ہوں گی۔

(منقول از تمدن ۱۹۱۱ء)	راشد الخیری

جنابِ سیّدہؓ کا رُوزہ

اے ماؤں۔ بہنوں، بیٹیو! ماہِ مبارک والیو — روزہ جناب سیدہ کس طرح رکھتی تھیں سنو،
خاتونِ جنت تھا لقب اور فاطمہ زہراؓ تھا نام — بیٹی نبی کی، لاڈلی۔ یہ انکی تھی رسمِ صیام
ہوتی نہ تھی روزے میں کچھ اپنے تکلف کی جھلک — تسبیحِ حق۔ وردِ زباں تھی صبح سے بس شام تک
دن بھر تھی محنت کام کاج۔ سینا پرونا۔ ریندھنا — وقتِ فریضہ جب ہوا۔ حجرہ عبادت کا کھلا
اس طرح کے جاڑے نہ تھے، ملک عرب کی گرمیاں — تپتے زمین و آسماں۔ اور گرد تھی شعلہ فشاں
کیسا متنجن اور پلاؤ۔ دس طرح کے کھانے نہ تھے — مٹی کے ظرفِ آب تھے، گرمی میں خسخانے نہ تھے
ناقہ رسول اللہ کا جسپر کہ دانہ کھاتا تھا — شب کو۔ وہیں بسرام تھا، وہی تھا بستر آپ کا
پیوندوں سے لبریز بی بی کی ردائے پاک تھی — اکثر وہی چادر تو تھی جو جا کے رہن ہوتی رہی
جَو لاتے، جب شیرِ خدا، صائم مشقت کا صِلا — تو آپ اُن کو پیستیں ہوتا خمیر اُس آٹے کا
دستِ مبارک سے اُسی روزے میں پیڑے بنتے تھے — تندور۔ جب روشن ہوا۔ اور قرصِ نان پکنے لگے
اُس پیاس میں روشن ہوا معصومہ کے چہرے کا رنگ — فرماتی تھیں۔ یارب بچا۔ اس آگ سی دکھیا تپنگ
نان و نمک تھوڑا پنیر۔ یہ نعمتیں بھی تھیں کثیر — خرمے اگر کچھ مل گئے۔ شکرانۂ ربِّ قدیر
فضہ نے بھی کھائے وہی جو رزق پاک و نیک تھے — دوسراہٹیں مطلق نہ تھیں آقا و خادم ایک تھے

بچوں سے بڑھ کر خانہ زہرا میں گو کوئی نہ تھا
جنت کے سرداروں کو بھی آذوقہ وہی دیدیا

شاعر یہی کہتا سنا۔ ہو پاس تو غربا کو دو
اللہ والوں کے یہ تھے۔ افطار و سحری بیبیو!

آغا شاعر دہلوی

الوداع ماہ مبارک الوداع

اے بہن! کس نیند میں ہو سُن تو لو
رخصتِ ماہ مبارک دیکھ لو

کن کن ارمانوں سے آیا تھا۔ چلا
اب کہاں افطار و سحری کا مزا

وہ تراویح گروہِ مومنین
سچ تو یہ ہے راتیں کیا برکت کی تھیں

پچھلی راتوں کو وہ ازغیبی پکار
روزہ دارو! اٹھو۔ اٹھو روزہ دار

سوئے تھے بعد تراویح مومنیں
بار بار اٹھنے سے تھے چیں بر جبیں

کس قدر کرتے رہے ہم مکر و حیل؟
کیا خبر تھی یوں گذر جاے گی سیل

ہائے! اتنی جلد رخصت کا خیال
دیکھئے اب کون دیکھے اگلے سال

مہماں جاتا ہے عظمت ہو چکی
ہم سے ناقدروں سے کیا خدمت ہوئی

آغا شاعر (دہلوی)

نئی بالیاں

ایک بنگالی افسانہ کا انگریزی سے ترجمہ

(از مرحومہ حمیدہ خانم ام اے)

مسٹر مبارک علی ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بزرگوں نے اچھے دن دیکھے تھے عیش و عشرت ناز و نعم اور بیفکری میں ان کی زندگی گذری تھی لیکن تغیرات زمانہ نے اب ان کو مجبور کیا کہ بسر اوقات کے لئے معمولی محرری قبول کریں، ان کو اس ذلت کا احساس تھا لیکن کر کیا سکتے تھے۔ اب ان کے دل میں بس یہ ارمان تھا کہ ان کا لخت جگر انور کسی اعلیٰ عہدے کے قابل ہو جائے۔ اسی خیال سے انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کو انجنیری کی تعلیم کے لئے ولایت بھیجا تھا۔ مگر یہ سود ابہت مہنگا تھا، جو کچھ جمع پونجی تھی سب صرف کرنے کے بعد بھی اسوقت ڈیڑھ ہزار روپے اور بھیجنے تھے۔ رشتہ داروں اور دوستوں کی بہت منت سماجت کر کے بڑی مشکل سے ہزار روپیہ قرض لیا تھا۔ مگر ابھی پانسو روپیہ کی کمی تھی۔ جائداد زیور وغیرہ کچھ بھی موجود ہوتا تو قرضہ کی نوبت نہ آتی۔ بہت پریشان تھے کہ باقی پانسو روپیہ کا کیا انتظام کریں پریشانی اور مایوسی کی حالت میں شام کو گھر واپس آئے تو ان کی بیوی راہ دیکھ رہی تھی، اس نے کہا۔

"ہمارے نوری کا بخار اب تک نہیں اترا، ڈاکٹر کو بلانے کی شاید ضرورت ہو"۔ ڈاکٹر کو بلانے کے لئے فیس کے روپے موجود نہ تھے وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر جواب دیا۔ "اس کو ایک خوراک نیند آور پلا دو۔ معمولی بخار ہے گھبراؤ نہیں۔ ڈاکٹر کی ابھی ضرورت نہیں اور چند دن دیکھو شاید بخار اتر جائے۔ بیچاری عورت کو معلوم تھا کہ اس کے خاوند نے کس وجہ سے ٹالا ہے اس نے ایک آہ بھری اور خاموش ہو گئی تھوڑی دیر بعد اس نے ایک خوشخبری سنائی "آج کمال کا خط آیا ہے اس نے ۵۰۰ روپے بھیجے ہیں لو یہ ہیں"۔

مسٹر مبارک علی نے خط پڑھا۔ لکھا تھا۔

"آپا جان۔ آداب۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے انور کو ولایت کیوں بھیجا۔ جبکہ آپ کے پاس کافی سرمایہ نہیں ہے۔ میرے ذمہ بیوی اور بچوں کا بہت کافی خرچ ہے، جس قدر آمدنی اتنا ہی خرچ، بہت کوشش کرتا ہوں مگر کچھ پس انداز نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں، چونکہ بھائی مبارک علی نے میری تعلیم کا تمام خرچ اٹھایا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں یہ قرض ادا کروں، اسی وجہ سے میں ۵۰۰ روپے کی رقم روانہ کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ افسوس ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور نہ آئندہ آپ مجھ سے توقع رکھئے بھائی صاحب کو سلام۔ نوری کو دعا

کمال

کمال مسٹر مبارک کی اہلیہ کا چھوٹا بھائی تھا اور مسٹر مبارک نے اس کی تعلیم اور شادی پر بہت کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ اب صرف چند سال سے وہ ملازم تھا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ بہن کے قرض مانگنے پر اس نے ۵۰۰ روپے بھیجے تھے۔

کمال کے خط سے مسٹر مبارک کو روحانی اذیت ہوئی، ان کو کمال سے ہرگز یہ امید نہ تھی کہ وہ انہیں اس قدر حقیر سمجھے گا۔

"روپے واپس کر دو"۔ انہوں نے غصہ اور نفرت سے کہا۔ "مجھے اس روپے کی بالکل ضرورت نہیں" لیکن ان کی بیوی نے روپیہ واپس کرنے سے روکا۔ "کس واسطے ہم واپس کریں۔ کیا ہم اپنے بیٹے کی آئندہ زندگی ایسی معمولی رقم کے لئے برباد کر دیں۔ کیسی کیسی

تکلیفیں اٹھا کر تم اب تک روپیہ بھیجتے رہے۔ اب بھی بھیجنا ہے۔ کمال نے جو یہ خط لکھا ہے۔ تو وہ احسان فراموش و بداخلاق ہے اس کا ملال نہ کرو، جب مصیبت آتی ہے تو انسان کو خاموشی سے برداشت کرنی چاہئے، تمہیں آج ہی روپیہ بھیجنا ہے اور کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ یہ روپیہ فوراً روانہ کردو" خون کے سے گھونٹ پی کر مسٹر مبارک خاموش ہوگئے، بیٹے کی خاطر انہیں سب کچھ برداشت کرنا پڑا۔ اپنی رفیقۂ حیات کی گفتگو سے انہیں مستقبل کی مسرتیں نظر آنے لگیں اور انہوں نے کہا اگر کمال کامیاب ہوگیا اور اللہ کی مدد شامل حال ہے تو ضرور کامیاب ہوگا اور ہماری مصیبتیں ختم ہوجائینگی، وہ انجنیر ہوگا اور ہم پھر اس کے لئے چاند سی دولہن بیاہ کر لائیں گے

دن گذرتے کیا دیر لگتی ہے، وہ دن بھی آخر آیا کہ ان کو یہ خوش خبری ملی کہ ان کا نور نظر انجنیرنگ کے امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ جس گھر میں اداسی کے بادل چھائے رہتے تھے وہاں خوشی کا مینہ برسنے لگا۔ مسٹر مبارک علی کا دل یہ خوشخبری سنکر بلیوں اچھلنے لگا۔ اور جب وہ اس صبح اپنے کام پر گئے تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ خوشی کے پروں سے اڑ رہے ہیں، ان کی شریک زندگی بھی خوشی میں پھولی نہ سمائی، دوڑی دوڑی اپنی بیمار دختر کے کمرہ میں آئی "نوری۔ نوری! تمہارے بھائی کامیاب ہوگئے"

بیچاری نوری ۱۴ سالہ لڑکی اس وقت بھی بخار میں مبتلا تھی۔ اس کی آنکھ لگی ہوئی تھی کہ ماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے ہلا کر کہا۔ "تمہارے بھائی کامیاب ہوگئے! تمہارے بھائی کامیاب ہوگئے نوری"! لڑکی چونک پڑی۔ اس نے تعجب اور خوشی کے ساتھ کہا "کامیاب ہوگئے میرے بھائی، اللہ تیرا شکر ہے"۔ اس کے زرد چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی جھلکنے لگی۔ اس نے پوچھا بھائی کب آئیں گے"؟ بس اب جلدی آجائیں گے" ماں نے جواب دیا" اور میں ان سے مل سکوں گی اماں" لڑکی نے بڑی مایوسی کے ساتھ کہا۔ "کیوں نہیں۔ ضرور ملوگی بیٹی، بُرے بُرے خیال دل میں مت لاؤ۔ اب وہ جلد یہاں آجائیں گے۔ اور تمہاری بیماری بھی اللہ جلد دور کردے گا"۔ اس نے نوری کی گرم پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

پر اس دفعہ ماں کی دعا قبول نہ ہوئی۔ کم سن نوری کو اپنے بھائی سے پھر ملنا نصیب نہ ہوا، انور کی کامیابی کی خوشخبری کو ابھی زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ نوری نے دنیائے فانی کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ اس طرح بیچارے والدین کی خوشی رنج میں تبدیل ہوگئی۔ ان پر رنج والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بچے دئے تھے، ان میں سے ایک کو اس نے واپس بلا لیا۔ بیٹی کی موت سے وہ بالکل شکستہ دل ہوگئے۔ اور اب صرف اس امید پر کہ ان کا بیٹا واپس آتا ہے۔

جو لوگ مسٹر مبارک اور انکی بیوی کا غم غلط کرنے آتے، ان میں نوری کی عزیز سہیلی حلیمہ اور اس کی ماں بھی تھے حلیمہ اور نوری ہم عمر اور ساتھ کی کھیلی تھیں، نوری کے بعد جب پہلی دفعہ اس کی ماں نے نوری کو دیکھا تو وہ یہ کہہ کر بے اختیار اس سے چمٹ گئی،

"آہ! میری بچی۔ تم جس سے ملنے آئی ہو وہ ـــ ہائے! ...... چلی گئی"۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

ایک دن وہ اور آئی۔ حلیمہ اور اسکی ماں اس کی تسلی تشفی کررہی تھیں کہ اس نے حلیمہ سے کہا" خدا تمہیں سلامت رکھے تم نوری کی سہیلی ہو۔ اب میں تم کو اپنی بیٹی بنالوں گی، تاکہ تم میرے رنج کو کم کرسکو"۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے حلیمہ کی ماں سے کہا "میں اسے انور کے ساتھ منسوب کردوں گی"۔

انور کی ماں اور حلیمہ کی ماں کا برسوں سے میل ملاپ تھا اور دونوں میں بہت محبت تھی۔ مگر ابھی تک انہوں نے اپنے بچوں کی شادی کا کچھ ذکر نہیں کیا تھا۔ حلیمہ کے والدین داماد کی تلاش میں تھے، لیکن اب تک ان کو حسب مرضی لڑکا نہ ملا تھا۔ کیونکہ وہ دولتمند نہ تھے۔ اور اس لئے کوئی ڈھنگ کا پیغام نہ جڑتا تھا، اب جبکہ مسز مبارک علی نے خود حلیمہ کو اپنی بہو بنانے کی خواہش ظاہر کی تو اس کے والدین نے خوشی کے ساتھ رضا مندی کا اظہار کیا۔ کیونکہ داماد انجنیر ملنا بڑی خوش نصیبی تھی، لیکن مسٹر مبارک علی کو

اس نسبت میں کچھ تامل تھا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ پہلے انور کی رائے لے لینی چاہیئے" انہوں نے بیوی سے کہا ممکن ہے کہ انور یہ تعلقات پسند نہ کرے۔ میرے خیال میں زیادہ تیاریاں نہیں کرنی چاہئیں جب تک وہ واپس نہ آجائے مگر ان الفاظ کا ان کی شریک زندگی پر کوئی اثر نہ ہوا، ان کا لاڈلا بیٹا بہت ہی فرمانبردار تھا۔ اس کی فرمانبرداری پر وہ ناز کرتے تھے مسز مبارک علی کو یقین تھا کہ انور حلیمہ کو دیکھتے ہی خوش ہو جائیگا۔ انہوں نے کہا "کیا لڑکی ہمارے بغیر بن بیاہی رہ سکتی ہے ناممکن ہے؟۔ اس قدر حسین وجمیل لڑکی قسمت ہی سے کسی کو ملتی ہے۔ ہمیں ہرگز ایسی جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے،

بالعموم باپ بچوں کی شادی وغیرہ میں دخل نہیں دیا کرتے۔ وہ صرف اپنی رائے ظاہر کرکے خاموش ہو جاتے ہیں۔ مسز مبارک علی اکثر مغموم رہتی اور ان کے چہرہ سے افسردگی ٹپکتی تھی، ان کے دل میں اب صرف بیٹے کی شادی کا ارمان باقی تھا۔ مسٹر مبارک علی نے جو انہیں اس قدر متاثر دیکھا تو بیوی کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ اور حلیمہ انور کے ساتھ منسوب ہوگئی، اور وہ اب اس قدر چہیتی ہوگئی کہ انور کی ماں اس کو اپنی آنکھوں سے اک لمحہ کو بھی جدا نہ کرنا چاہتی تھیں۔ لڑکی مع اپنی ماں کے اکثر دعوت کے لئے بلائی جاتی تھیں۔ اور واپس ہونے سے پہلے کئی دن یہاں گذارنے پڑتے ہیں۔ حلیمہ کی موجودگی میں ماں اپنی کمسن بچی کی موت اور اپنے لخت جگر کی غیر حاضری بھی بعض دفعہ بھول جاتی تھی۔ حلیمہ کی گرویدگی فریفتگی کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ حلیمہ ہر وقت اس کی سامنے رہے، جب حلیمہ آئی ہوئی ہوتی تو چوڑی والا۔ کھلونے والا بزاز دروازہ پر جو آتا گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ جب کبھی اس کی نظر کسی خوبصورت شے پر پڑتی تو اس کا دل چاہتا کہ حلیمہ کے لئے لے لے۔ اگر اس کے پاس پیسہ نہ ہوتا تھا تو وہ سرد آہ بھر کر رہ جاتی۔ ایک دن اس کی ایک ملنے والی آئی ان کے ساتھ انکی لڑکی بھی تھی۔ لڑکی نے فیشن کا کرتا اور خوبصورت جوتا پہنے ہوئے تھی، اس کا جی چاہا کہ حلیمہ بھی ایسا ہی کرتا اور جوتہ پہنے، اس نے دوسرے دن بھی انہیں بلایا اور حلیمہ کو بھی، پھر بزاز سے کپڑا لیا جسے حلیمہ نے کرتہ دیکھ کر اپنے لئے کترا۔ جوتہ بھی اسی قسم کا موچی سے بنوایا اور سہیلی سے کہا" بہن میں چاہتی ہوں کہ حلیمہ فیشن کے کپڑے پہننے سیکھ لے، تاکہ انور کے سامنے وہ خوشنما معلوم ہو"۔ جب حلیمہ گھر پر نہ ہوتی تو کسی قسم کی ذائقہ دار کھانے نہ پکتے اور نہ کوئی اچھی چیز گھر میں آتی۔ مگر جب وہ آئی ہوئی ہوتی تو اس کی خوب خاطر تواضع کی جاتی۔ اور کئی کئی دن اس کو ٹھیرایا جاتا۔ اس طرح انور کی ماں اپنے غمزدہ دل کو بہلایا کرتی۔

مہربانی اور مروت سے پتھر بھی موم ہوجاتے ہیں۔ حلیمہ بھی اپنی ہونے والی ساس کا کلمہ پڑھنے لگی، اس طرح دو سال گذر گئے، اب حلیمہ ۱۷ سال کی تھی۔ اس کی تمام سہیلیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ اور جب وہ ان کی شادی شدہ زندگی دیکھتی تو اس کا خیال انور کی طرف جاتا۔ جب وہ افسانے پڑھتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ اپنی جگ بیتی پڑھ رہی ہے، اسے اکثر بچپن کا زمانہ یاد آتا۔ جب اس کی ملاقات انور سے ہوئی تھی۔ آپس میں کس قدر خوشی سے کھیلا کرتے تھے، وہ اس کے لئے کپڑے کی چھوٹی چھوٹی گڑیاں اور گیندیں بناتا تھا۔ بسنت کے دنوں میں آپس میں پتنگ اڑاتے اور جب عید آتی تو اس کے لئے مٹھائی اور کھلونے لاتا۔ اور آپس میں گڈے گڑیوں کی شادی کرتے اور دونوں تالیاں بجا بجا کر خوش ہوتے۔ ایک دن دونوں کھیل رہے تھے کہ وہ دھم سے پتھریلی زمین پر گر پڑی اور ہاتھ میں تھوڑی سی چوٹ آئی انور کس طرح اس کو اٹھانے کو دوڑا، کپڑے جھاڑے اور دھو کر پٹی باندھی، ان گذرے ہوئے دنوں کو یاد کرکے اس کا دل ایک قسم کی خوشی محسوس کرتا۔ مگر پھر کچھ خیال آتا اور وہ شرما جاتی۔ مختصر یہ کہ انور کا خیال اس کے دماغ

اکثر چکر لگاتا رہتا۔ اور وہ انور کی واپسی کے دن گنتی رہتی۔ آخر خدا خدا کرکے انور کی واپسی کا خط آیا۔ اور مسٹر مبارک علی جہاز پر اس کو لینے کو گئے،

حلیمہ آئینہ کے سامنے کھڑی اپنے سنگار پر نظر ڈال رہی ہے۔ اور نہ جانے اس کے دل میں کیا کیا خیالات آ رہے ہیں جن سے اس کے رخساروں پر سرخی جھلک رہی ہے۔ کس کو معلوم ہے کہ اس کا دل کیوں دھڑک رہا ہے۔ اس نے اپنا سر دریچہ سے باہر نکال کر سامنے کے منظر پر نگاہ ڈالی۔ قریب ہی اک کسان کا کھیت تھا۔ جہاں غروب آفتاب کی سنہری کرنیں درختوں پر پڑ رہی تھیں۔ اور سرسبز گھاس لہلہا رہی تھی۔ اس منظر نے ایک دلفریب کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ اس کو ایسا معلوم ہوا کہ اس نے اس قدر خوشگوار اور دلچسپ منظر اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا، آہ! کس قدر دلچسپ منظر تھا۔

یکایک اس کا بھائی کمرہ میں آیا۔ اور زور سے کہا۔

"حلیمہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ انور آ گئے۔ فوراً آؤ۔ تم کو نیچے بلا رہے ہیں"

لڑکی کے ماتھے پر پسینہ کی بوندیں نظر آئیں۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔ یوسف اس کے قریب آیا۔ اسکے چہرہ کی طرف دیکھکر مسکرایا۔ حلیمہ نے نگاہ نیچی کر لی اسے ایسا معلوم ہوا کہ اس کا بھائی اس کے سنگار پر ہنس رہا ہے۔ یوسف مسکراتا ہوا اپنی دلہن کا ہاتھ پکڑ کر ملاقاتی کمرہ میں جہاں سب بیٹھے ہوئے تھے لے گیا۔

انور کی ماں نے فوراً نگاہ اونچی کی اور بیٹے سے کہا۔ "انور تم اسے جانتے ہو۔ یہ چھوٹی سی تھی جب تم ولایت گئے، اب دیکھو یہ کتنی بڑی ہو گئی ہے! انور کو یاد نہ تھا اس نے اسکی طرف دیکھا اور ہچکچا کر پوچھا۔ "یہ کون ہے۔ میں نے نہیں پہچانا" "یہ حلیمہ ہے، انور" اس کے بھائی نے بتایا۔ اب انور نے اس کو پہچانا وہ اس کے قریب آیا۔ اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور انگریزی میں مخاطب ہوا،

"ہلو! حلیمہ تم کس قدر بڑی ہو گئی ہو! تم کیسی ہو؟" حلیمہ کی انگریزی لیاقت بہت ہی کم تھی، اس میں ترقی کرنے کا مادہ کم تھا پر کون تھا جو اس کو انگریزی سکھاتا۔ بہت منت و سماجت کے بعد اس نے بھائی سے انگریزی پڑھی۔ مگر وہ اسے پہلی کتاب بھی ختم نہ کرا سکا۔ اس نے خیال کیا کہ انور ان کا مضحکہ اڑا رہا ہے کیونکہ اس کو انگریزی نہیں آتی اور شرم کے مارے اس نے اپنا تمام غصہ بھائی پر اُتارا۔ اگر وہ اس کے ساتھ محنت کرتا تو اس کو یقین تھا کہ وہ انگریزی بخوبی سیکھ لیتی۔ اس کا چہرہ سرخ اور زیادہ خوشنما معلوم ہونے لگا، انور کی ماں کی نظر پڑی اور اس نے فوراً اپنی دلی خواہش بیان کی،

"میرے لخت جگر" اس نے کہا، "تم نے اس قدر خوبصورت لڑکی ولایت میں بھی دیکھی؟ تم پہلے اس سے نکاح کرو گے اس کے بعد اپنی نوکری پر جانا۔" انور مسکرایا اور آہستہ سے ایک دو دفعہ کھانسا۔ اس کی ماں پھر مخاطب ہوئی "نکاح کی تمام تیاریاں ہو چکی ہیں اب صرف تاریخ مقرر کرنی اور رقعہ بھیجنے باقی ہیں۔ میرے خیال میں آئندہ یک شنبہ ٹھیک ہو گا۔"

شروع میں اس نے خیال نہیں کیا تھا کہ اس کی ماں سنجیدہ گفتگو کر رہی ہے، لیکن اب جو اس نے محسوس کیا تو وہ ایک دم گھبرا گیا۔ اب اسکو یاد آیا اسکی ماں نے خط و کتابت کے ذریعہ اسکی منگیتر کا حال لکھا تھا۔ لیکن وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسکو صرف خبردار کر رہی ہے۔ مگر اب وہ سمجھا کہ اسکی خاموشی اس کی رضامندی سمجھی گئی ہے،

مسٹر مبارک علی نے بیٹے کے چہرہ پر افسردگی اور خاموشی دیکھ کر بیوی سے کہا "آخر ایسی عجلت کی کیا مصیبت ہے، ذرا تحمل سے کام لو"

"خوب!" ان کی بیوی نے کڑک کر جواب دیا۔ "یہ نہیں ہو سکتا، ہم کو ضرور جلدی کرنی چاہیئے۔ مگر سنو۔ انور۔ تم نکاح کرکے فوراً

اس کو اپنے ساتھ نہ لیجانا۔ ہم رسمیں اگلے یک شنبہ کو ادا کر دینگے، تمہارا کیا خیال ہے۔ میرے پیارے فرزند!"

انور خاموش رہا۔ وہ صرف کھنکارا، کیونکہ ایسا معلوم ہوا کہ الفاظ اس کے گلے ہی میں اٹک گئے ہیں۔ مسٹر مبارک علی کی طرف انکی بیوی نے دیکھ کر کہا "بہتر ہے کہ تم اگلے یک شنبہ کو رسمیں ادا کرنیکا بندوبست کر لو" یہ سن کر انور نے رُک رُک کر کہا۔

ٹھیریئے۔ اماں ابھی نہیں ...... لیکن ...."

اس کی نارضامندی دیکھکر یوسف نے ہنسی میں کہا "نہیں اور لیکن کیوں کہتے ہو، کیا ولایت میں شادی کر لی"۔

"یہ کیسی ہنسی کر رہے ہو یوسف" اس کو ماں نے کہا "تم کو ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں اور انور کی طرف مڑکر کہنا شروع کیا۔ تم دیکھتے ہو۔ میرے بیٹے اللہ کا شکر ہے تم کامیاب ہو کر گھر آئے۔ اب میرے سب زیور جو گروی پڑے ہوئے ہیں واپس مل جائیں گے، اور وہ دلہن پہ کیسے اچھے معلوم ہونگے، بہت سے نئے فیشن کے زیور بھی نکلے ہیں اور میں نے سنا ہے کہ اس کے والدین سب قسم کے زیور اسے دینگے، لیکن اچھا نہیں معلوم ہوگا کہ ہم اسے کچھ نہ دیں۔ اس لئے میں نے دو سو روپے زلیخا کی ماں سے قرض لیکر کانوں کی بالیاں بنوائی ہیں جو بہت خوبصورت ہیں تم بھی دیکھ کر خوش ہو گے۔ ٹھیرو میں ابھی لاتی ہوں" وہ اٹھی اور بالیاں لینے جلدی جلدی چلی۔ مسٹر مبارک علی نے بیٹے کی سنجیدگی دیکھکر اور دل کو مضبوط کر کے دریافت کیا۔

"انور! کیا تم ابھی شادی نہیں کرنی چاہتے؟" انور ایک دو دفعہ کھنکارا اور ادھر ادھر دیکھکر بولا "نہیں"۔ یوسف ہنس پڑا۔ اور پھر انور سے کہا۔ مگر اس مرتبہ کان میں، "انور بھائی کیا تم شادی شدہ ولایت سے آئے ہو"؟

انور نے نہایت آہستہ سے جواب دیا "خدا کے واسطے خاموش رہو" مسٹر مبارک علی جو ذرا فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ الفاظ نہ سن سکے، لیکن یوسف کی طرف مڑے، جبکہ یوسف بجائے خاموش رہنے کے تعجب اور حیرت سے چلا اٹھا

" اُف خدایا! یقیناً تم شادی شدہ ہو، ؟ کب؟ کہاں اور کس سے تم نے کی! غالباً کسی انگریز لڑکی سے"، باپ کا چہرہ زرد پڑ گیا، نہایت تشویش کے ساتھ اس نے بیٹے کی طرف دیکھا۔ انور کھنکھارا، ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرا اور سر ملا کر نہایت نحیف آواز میں "ہاں" کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مسٹر مبارک علی کا سر صوفے کی پشت پر گرا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور انور کے جواب نے انکی زندگی کے ورق کو سیاہ کر دیا، اسی وقت ماں جس کا دل خوشیوں سے لبریز تھا۔ مسکراتی ہوئی کمرہ میں داخل ہوئی۔ "دیکھو میرے بیٹے" اس نے دونوں بالیاں انور کے ہاتھ میں رکھکر کہا۔ "کیا یہ تم کو پسند نہیں؟ میری بیٹی کے کان میں ڈالو، تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کیسی معلوم دیتی ہے" یہ کہہ کر وہ حلیمہ کی طرف مڑی لیکن حلیمہ جا چکی تھی،

ماں کا خون خشک ہو گیا، اور ان نگاہوں سے انور کی طرف دیکھا، جو تمام ارمانوں اور آرزوؤں کے خون ہونے کی تفسیر بیان کر رہی تھیں۔

بالیاں اس وقت بند کر دی گئیں۔ اور جب حلیمہ کی شادی ایک دولت مند ڈاکٹر کے ساتھ ہو گئی۔ تو جو بالیاں بڑے بڑے ارمانوں کے ساتھ بیٹے کی دلہن کے لئے بنی تھیں وہ حلیمہ کو شادی کا تحفہ دیدی گئیں۔

انور سے اس کے والدین کی بہت سی امیدیں بندھی ہوئی تھیں ان سب پر پانی پھر گیا۔ اور اب دنیا میں انکے لئے اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

حمیدہ

ترجمہ

جامہ زیبی

از محمد عباس حسین صاحب قاری سابق اڈیٹر نسائی ـ تبلیغ نسواں وغیرہ

کبھی کبھی نہیں اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ اچھی خاصی صورت شکل کی عورتیں بے ڈھنگے کپڑوں سے کچھ عجیب گت بنا لیتی ہیں. ناک نقشہ پاکیزہ. رنگ و روغن اچھا تناسب اعضا کی نعمت بھی موجود مگر بیوی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے ایسے کپڑے پہنتی ہیں کہ خواہ مخواہ دیکھنے والوں کو ہنسی آئے۔

اکثر محفلوں میں یہ ہوتا ہے کہ اچھی خاصی معقول بیوی اُتر آئیں اور شوخ مزاج لڑکیوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانا شروع کیا، ان لڑکیوں کو شوخ شریر بدتمیز جو جی چاہے کہئے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا واقعی ان بیوی کی سج دھج ایسی تھی جسے دیکھکر خواہ مخواہ ہنسی آئے. واقعہ یہ ہے کہ لباس انسانی زندگی کی وہ ضروری چیز ہے جس کے انتخاب میں اپنی رائے سے زیادہ دوسرں کی رائے کا دخل ہے. اسی لئے کہتے ہیں کہ کہائے من بھاتا اور پہنے جگ بھاتا

آپ کے اس حق کو کون چھین سکتا ہے کہ آپ جو جی چاہے پہنیں اور جب وقت جی چاہے پہنیں. لیکن آپ کے اس حق کو تسلیم کرنے کے بعد غالباً ناانصافی ہوگی اگر دوسروں کا یہ حق تسلیم نہ کیا جائے کہ بے موقعہ اور بے محل اَن مِل بے جوڑ کپڑے پہنے ہوئے دیکھکر انہیں ہنسی آئے تو وہ قابلِ تعزیر نہ قرار دیئے جائیں۔

لباس کو حسن کے اضافہ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے. خوبصورت سے خوبصورت خاتون اگر غیر مناسب اور بے ڈھنگا لباس پہنے گی تو اُس کا قدرتی حسن بھی بہت کچھ دب جائیگا. اس لئے خواتین کو لباس کی موزونیت کی طرف غیر معمولی توجہ کرنی چاہئے.

بہت سی عورتیں غلطی سے یہ سمجھتی ہیں کہ زر کار اور قیمتی کپڑا انہیں حسین بنا دے گا. حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بڑھیا سے بڑھیا کپڑا اُن کے اعضا اُن کے رنگ کے لئے موزوں نہ ہوگا بلکہ اُن کے حسن میں اضافہ کرنے کے بجائے انہیں مضحکہ خیز بنا دے گا. برخلاف اس کے اگر معمولی سے معمولی کپڑا رنگ کے اعتبار سے ان کی شکل وصورت اور اُن کے سن کے لئے مناسب اور سلائی کے اعتبار سے اُن کے قد و اعضا کے لئے مناسب ہوگا تو وہ اُن کے حسن میں، معتد بہ اضافہ کا موجب ہو سکتا ہے.

"جامہ زیبی" اسی کا نام ہے کہ ایسا لباس پہنا جائے جو پہننے والے پر پھبے. لباس تیار کرنے سے پہلے اُس کا خیال کرنا بہت ضروری ہے کہ کس قسم کا لباس ہمارے لئے موزوں ہے.

ہندوستانی عورتیں اس وقت جو لباس پہنتی ہیں یہ ضروری نہیں کہ اُن میں سے سب کے سب ایک عورت کو اچھے معلوم ہوں کوئی لباس کسی کے لئے موزوں ہے تو کوئی کسی کے لئے اگر ایک جگہ عورتیں سب ایک ہی قسم کا لباس پہنتی ہیں تو بھی ہر خاتون کو اپنے جسم کی خاص ساخت کے اعتبار سے لباس کی کانٹ چھانٹ میں کچھ نہ کچھ جدت پیدا کر لینی چاہیئے تاکہ وہ اپنے قومی اور ملکی لباس کو پہنے بھی اور اُس لباس میں ان کے جسم کے

اعتبار سے جو نا موزونیت ہو وہ اگر بالکل نہ جا سکے تو کم ضرور ہو جائے۔

پھر یہ بھی ایک سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم مروجہ لباسوں میں وہ لباس استعمال کریں جو ہمیں زیب دے۔ پرانے خیال کی خواتین تو اسے ہرگز پسند نہ کریں گے کہ جو لباس ان کے علاقہ میں رائج ہو اس سے کوئی لڑکی ذرا بھی ہٹے لیکن اس خیال کی تائید نہیں کی جا سکتی یہ تو یقیناً لغویت ہو کہ اپنے ہاں کا اچھا خاصہ لباس چھوڑ کر صرف فیشن کی تقلید میں کوئی دوسرا لباس استعمال کیا جائے۔ لیکن اس میں تو کچھ زیادہ خرابی نہیں ہے کہ اگر پنجاب کی ایک خاتون کو شلوار قمیص۔ دوپٹہ اچھا نہیں معلوم ہوتا تو وہ ساڑھی نہ استعمال کرے۔ میرے نزدیک لباس کے سلسلے میں ہمیں اس نقطے کو ہمیشہ اپنی نظر کے سامنے رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ لباس استعمال کیا جائے جو اُن کے جسم کے لئے موزوں ہو۔

"جامہ زیبی" کے سلسلے میں ایک غلط فہمی یہ ہے کہ یہ قدرت کی دی ہوئی نعمت ہے۔ بعض لوگ قدرتی طور پر جامہ زیب ہوتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگوں کے اعضا میں تناسب ہوتا ہے۔ چہرے پر وقار اور مختلف قسم کے لباس ان کے جسم پر اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن نہ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ایسا شخص اگر بالکل بے ڈھنگا اور اُول جلول لباس پہن لے تو وہ بھی اُس پر اچھا معلوم ہو گا اور نہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ قدرت نے کسی پر ایسا ظلم کیا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر کٹا اور سلا ہوا کپڑا پہنے اور بدصورت ہی معلوم ہو۔ لباس کی صحیح کانٹ چھانٹ کا تو ذکر کیا ہے۔ جدید ترین نظریہ تو یہ ہے کہ مختلف ورزشوں سے اعضا میں تناسب پیدا کیا جا سکتا ہے اور یہ صحیح بھی ہے مثلاً اگر ایک شخص کے کلّے ڈھلے ہوئے ہیں یا بازؤں پر گوشت نہیں ہے تو اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جب اعضا کی درستگی بھی ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے تو آخر یہ کیونکر نا ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر ایک جسم پر لباس ٹھیک نہ آ جائے

لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر جسم کی ساخت کے اعتبار سے کپڑے کی کانٹ چھانٹ میں فرق ضرور ہو گا۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے قصوروں کو دوسروں پر ٹالا کرتا ہے۔ جُرم خود کرتا ہے اور اُس کی ذمہ داری دوسرے کے سر تھوپتا ہے۔ ہندوستان میں یہ مرض زیادہ ہے اور عورتیں اس میں زیادہ گرفتار ہیں۔ ہم اپنے بہت سے قصوروں کا قدرت کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح ہم ایک معصیت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

لباس کے سلسلے میں بالکل یہی ہو رہا ہے۔ ہماری بہنیں بے سوچے سمجھے کہہ دیتی ہیں کہ خدا نے اُسے جامہ زیب بنایا ہے اور ہم اس نعمت سے محروم ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بہن اپنی صحت کو برقرار رکھنے کپڑے کے انتخاب۔ اس کی کتر بیونت۔ سلائی۔ کڑھائی کے سلسلے میں محنت اور توجہ کرتی ہیں۔ کپڑا اُن پر پھبتا ہے۔ لیکن قدرت کو مطعون کرنے والی بہن اپنی سہل انگاری کی وجہ سے نہ توجہ کرتی ہیں اور نہ محنت۔ صرف قدرت کو مطعون کر کے سبکدوش ہو جاتی ہیں۔

لباس کا مسئلہ اُس وقت سے جب سے لباس کے سلسلے میں تکلف پیدا ہوا ہے کافی مشکل رہا ہے۔ لیکن اب تو بہت ہی دشوار ہو گیا ہے۔ پہلے لباس کی اقسام کم تھیں اب اُن میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ پہلے کپڑے اتنی قسم اتنی وضع اتنے رنگوں کے نہ ہوتے تھے جتنے کہ اب ہوتے ہیں۔ پھر اب قدرتی رنگ وروپ پر صبر کرنے کے بجائے چہروں کو مختلف قسم کے پوڈروں وغیرہ سے جلا دی جانے لگی ہے۔ اور دن بدن لباس کے سلسلے میں مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ ایک طرف تو یہ ہے

اور دوسری طرف ہماری خواتین اپنی ماؤں پھپیوں نانیوں دادیوں سے بہت زیادہ کام چور رہوتی جاتی ہیں۔ پہلے زمانے کی عورتیں زنانے کپڑوں کو درزیوں سے سلوانا حد درجہ عیب سمجھتی تھیں۔ لیکن اب تو سر سے پاؤں تک کپڑے درزیوں سے سلوائے جاتے ہیں۔ جو چیز پہلے بے شرمی میں داخل تھی اب وہ فیشن میں شامل ہے۔ درزیوں سے سلوانے والی خواتین اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اُن کو آسانی سے معلوم ہو جائے گا کہ درزیوں سے کپڑے سلوانا بھی کپڑوں کی بدزیبی کی ایک وجہ ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان کی عورت لاکھ آزاد ہو جائے اُسے مرد درزی سے صحیح کپڑا نپوانے میں حجاب آتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ درزی کے سلے ہوئے کپڑے میں کچھ نہ کچھ خامی رہ جاتی ہے۔ جو کبھی درست نہیں ہو سکتی بلکہ اکثر اوقات کپڑے کے بار بار اُدھیڑنے اور سلنے سے وہ اور زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا لباس بیگم صاحبہ پہنتی ہیں۔ دیکھنے والے اُن کے کپڑوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں یہ پیچ و تاب کھاتی ہیں اور زیادہ نہیں تو دل ہی دل میں بُرا بھلا کہتی ہیں۔ کبھی درزی پر تبرا ہوتا ہے تو کبھی کپڑے پر نفرین اور کبھی قدرت پر یہ الزام کہ مجھے جامہ زیب نہیں بنایا۔ لیکن اصل میں نوے فیصدی یہ خود قصوروار ہوتی ہیں۔

عام طور پر ہندوستانی خواتین کا لباس صحیح نہیں ہوتا وہ تو خدا بھلا کرے ساری کا کہ جس نے سہل انکاری اور بدمذاقی اور پھوہڑپن کا ایک حد تک پردہ ڈھک رکھا۔ ورنہ درزیوں سے کپڑے سلوا کر پہننے کی حقیقت معلوم ہو جاتی گو اب بھی بالکل چھپی نہیں رہتی۔ ساری اس زمانے میں سب سے زیادہ مقبول لباس ہے لیکن بہت سی عورتیں اِسے محض فیشن کی تقلید میں استعمال کرتی ہیں۔

اُن میں سے ایسی خواتین کم نہیں ہوتیں جنہیں ساری اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ایسی خواتین ساری کے استعمال سے اپنے حُسن میں کچھ نہ کچھ کمی کرنے کی مجرم ہیں پھر ساری باندھنے والی خواتین میں کتنی ہی ایسی ہوتی ہیں جنہیں ساری باندھنی نہیں آتی۔ اور ایسی تو بہت زیادہ ہیں جو زیور وغیرہ کے سلسلے میں اس کا خیال نہیں رکھتیں یا نہیں رکھ سکتیں کہ وہ اُن کی ساری کے مناسب نہیں ہے۔ بہرحال یہ بہت ضروری ہے کہ انسان جو لباس پہنے اُس کے متعلق اُسے ضروری معلومات حاصل ہوں۔

عورتوں کے لباس کے سلسلے میں سب سے مشکل مسئلہ رنگ کے انتخاب کا ہے اُن کے رنگ کی مناسبت سے کپڑے کا رنگ کیا ہونا چاہیئے پھر اس کپڑے پر کس رنگ اور کس قسم کا بیل فیتہ وغیرہ موزوں ہوگا۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر کپڑے کی قسم کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ پہننے والی خاتون کے رنگ اور اُن کے سن کو یہاں بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ کپڑے کی قسم "جامہ زیبی" پر اس درجہ اثر انداز نہیں ہوتی تاہم بالکل بے اثر بھی نہیں رہتی۔ اس کے بعد کپڑے کی تراش اور سلائی کا نمبر آتا ہے جو عورتیں اس کا صحیح انتخاب کرلیں کہ کس وضع کا کپڑا سلنا چاہیئے اور اُس کے لئے صحیح قسم اور صحیح رنگ کا کپڑا انتخاب کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں تو اُن میں سے نوے فی صدی ایک نئی دشواری میں پھنس جاتی ہیں یا تو وہ خود سی نہیں سکتیں۔ یا

سینا نہیں چاہتیں آخر کپڑا درزی کے ہاں جاتا ہے اور اکثر اوقات ان کی وہ جد و جہد جو کپڑے کے انتخاب میں کی تھی بے کار جاتی ہے۔

ہمارے ہاں کی خواتین کا عام رجحان یہ ہے کہ جب کسی پارٹی یا تقریب میں جائیں تو ان کا لباس زکمہ سے سکھ ہو" جامہ زیبی" کا جو خیال اس وقت ہوتا ہے غالباً اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ کپڑے پہننے میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات خواتین وقت کے بعد مجلس میں پہونچتی ہیں۔ جوں جوں جانے کا وقت قریب ہوتا جاتا ہے بیگم صاحبہ کی بے اوسانی بڑھتی جاتی ہے۔ گھبراہٹ میں کپڑے نکال کر پھینکے جاتے ہیں۔ زیور اُلٹ پلٹ کیا جاتا ہے۔ ساری مل گئی مگر جمپر نہیں ملتا۔ جمپر ملا تو ایک موزہ غائب ہے۔ ان چیزوں کے ڈھونڈھنے میں تمام صندوقچے کے نیچے ہو گیا۔ دست بند کی لڑی ٹوٹ گئی جاتے جاتے بھی ایک آدھ چیز نہیں ملی۔ بیگم صاحبہ نے بڑا کمال کیا تو کباڑئے کی اس دوکان پر جو وہ کمرے میں چھوڑے جا رہی ہیں یہ کہتی ہوئی کہ مجھے دیر ہو رہی ہے قفل لگا دینا یہ جا وہ جا۔

میرے خیال میں اس ساری بے ترتیبی کی جڑ یہ ہے کہ ہماری خواتین کا گھر کا لباس اور تقریبات کا لباس بہت زیادہ مختلف ہوتا ہے۔ گھروں میں میلا کچیلا اور بے ڈھنگا لباس پہنا جاتا ہے اور تقریبات میں حد سے زیادہ تکلف کا لباس استعمال ہوتا ہے۔ کہنے کو یہ کہہ دیجئے کہ ہماری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ گھروں میں بھی اچھا لباس پہنیں اور باہر بھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ گھر میں بھی ہماری خواتین اسی طمطراق سے رہیں جس طرح تقریبات میں جاتی ہیں۔ اس لئے کہ میں تو اس کے بھی خلاف ہوں کہ ہماری عورتیں تقریبات میں اپنے آپ کو اُس حیثیت سے زیادہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ جو دراصل اُن کی ہے۔ میں جس بات پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری خواتین گھروں میں صاف ستھری رہیں اور صحیح لباس پہنیں اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوگا کہ صحیح لباس پہننے کی عادت ہو جائے گی اور تقریبات میں جاتے وقت جو بے اوسانی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہ ہوگی۔ دوسرا فائدہ جو میرے نزدیک سب سے بڑا فائدہ ہے یہ ہے کہ بیوی کے شوہر کو گھر میں آکر یہ دیکھ کر وحشت نہ ہوگی کہ گھر والی اچھی خاصی "بیچا" بنی ہوئی ہے۔ اور وہ اس سے ڈر کر گھر سے باہر تفریح کا مرکز تلاش کرنے یا کم سے کم محض گھر سے باہر رہنے کی کوشش نہ کرے گا +

موجودہ تمدن اور ہندوستانی خواتین

اس وقت ہندوستان میں نئے نظام حکومت کے ساتھ عورتوں کے گرد وپیش میں جو نئے ماحول پیدا ہورہے ہیں اُس پہ ہر جگہ خیال آرائیاں ہورہی ہیں۔ اور ہر فرد کی یہی خواہش ہے۔ کہ آیندہ حکومت میں ہمیں کافی حقوق حاصل ہوں۔ چنانچہ خواتین بھی جو مدت العمر عزلت نشینی اور گمنامی میں بسر کر رہی تھیں۔ اپنے حقوق کی طلبی میں سرگرم عمل نظر آرہی ہیں۔ اور کوششیں جاری ہیں۔ کہ آیندہ دستور اساسی کی بنیاد ان کی آزادی اور مساوات پر قائم ہو۔

کٹک کی ایک خاتون سرلادیوی تحریر کرتی ہیں "کہ موجودہ سیاسی سرگرمیاں جنہوں نے ملک میں ہلچل پیدا کر رکھی ہے ہماری ماؤں اور بہنوں کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرچکی ہیں ان کو اس بات کا احساس ہورہا ہے۔ کہ آج ان کی کیا حیثیت ہو۔ اگرچہ ابھی کثیر تعداد میں خواتین جہالت اور تاریکی کے پردہ میں مستور ہیں۔ تاہم سیاسیات کی یہ نئی تحریک ان کی تنگ و تاریک کھڑکیوں سے گذر کر ان کے دلوں میں ایک نئی روشنی کی ضیا بخش رہی ہے۔ اور اس چراغ کی رہنما شعاعوں نے انہیں اپنی درماندہ حالتوں اور غیر موزوں طریقۂ زندگی سے واقف کرا دیا ہے۔ کہ موجودہ ترقیوں اور تمدنی عروج کے زمانہ میں یہ ماحول ہرگز مناسب نہیں۔ اگر جمود کی یہی حالت رہی تو پھر کون بتاسکتا ہے کہ ہم ہندوستانی عورتوں کا مستقبل کیا ہوگا۔

کیونکہ مشاہدے سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ گزشتہ صدی میں ہم عورتوں کی حالتیں اور مرتبے ایسی ہی تھے جیسا کہ آج آپ دیکھ رہی ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر تھے حقوق اور آزادیاں بیشتر حاصل تھیں۔ عورت دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتی تھی۔ حکومت میں بھی اس کو کافی حق حاصل تھا۔ لیکن ادہر دو صدی سے اس کی حالت بدترین ہوگئی۔

سیاسیات سے قطعی علیحدگی عورتوں کو بے دست وپا بنانے میں معاون ہوئی۔ اور وہ مردوں کی تختۂ مشق بنکر لونڈیوں سے بدتر زندگی گزارنے پر تیار ہوگئیں۔ اُنھیں اپنی پست حالت کا بالکل احساس نہیں ہوا بلکہ مردوں کی غلامی کو سر آنکھوں پہ قبول کرکے۔ ان کے ہر جا اور بیجا تشدد کو اپنی نجات سمجھ کر خوشی منظور کیا۔ چنانچہ مدت العمران کے دباؤ میں رہکر ذہنیت اس قدر پست ہوگئی۔ کہ جس وقت مصلح قوم بزرگ اصلاح پر آمادہ ہوئے تو سب سے پہلے ہم ہی نے سینہ سپر ہوکر ان کی مخالفت کی اور حتی الامکان اسی میں کوشاں رہیں کہ پستی اور جہالت میں ہمیں غرق چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ یہ عادت طبیعت ثانی بن چکی تھی۔

ماحول کا اثر کچھ اس قدر غالب تھا۔ کہ اور کسی رنگ پر چڑھانا دشوار مرحلہ ہوگیا۔ گو کہ اب بھی ہماری ماؤں اور بہنوں کی حالت کچھ زیادہ بہتر نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ مخدوش ہی سمجھ لیجئے۔ زیادہ تر خواتین مردوں پر اپنے سارے بار ڈال کر عسرت اور کلفت میں زندگیاں بسر کررہی ہیں۔ چند ایک اگرچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرچکی ہیں۔ لیکن زیادہ تر اب تک ناخواندہ ہیں۔ اس لئے ان کی مصیبتیں اور بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ ایک صنف کی بے دست وپائی۔ اس اقتصادی کش مکش کے دور میں حالات کو بد سے بدتر بنانے لگی

ذمہ وار ہے۔ ان کے روحانی صدمات کا اندازہ بہت ہی دشوار ہے جبکہ وہ دیکھتی ہیں۔ کہ ان کے نونہالوں کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ ان کو مناسب حال تعلیم خرچ کی تنگی کے باعث نہیں دی جاسکتی۔ یہ لاعلاج مجبوری ان کے لئے جسمانی تکالیف سے بڑھ کر دوچند روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ سچ پوچھئے تو عورتوں پر موجودہ اقتصادی زبوں حالی کا زیادہ اثر ہے۔

ایک نقص ہماری تمدنی ترقیوں کی راہ میں اور حارج ہے۔ وہ مردوں کی عدم توجہی اور ہماری عزت افزائی سے روکشی ہے۔ اگرچہ سوسائٹی میں وہ دنیا کے دکھاوے کو عورتوں سے نہایت احترام سے پیش آتے ہیں۔ لیکن دراصل واقعہ نہیں ہے میں تسلیم کرتی ہوں کہ بہت سے لوگ عورتوں کے حقوق کی حصولی کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور ہر جائز مطالبات کو ہندوستانی ماؤں اور بہنوں کے تسلیم کرنے پر تیار نظر آ رہے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد محدود ہے۔ اگرچہ یہ کیفیت نہیں ہوتی اور بیشتر لوگ وسیع نظری اور بے غرضی کو اپنا لائحہ عمل بناتے تو بہت سارے مسودے انڈین لیجسلیٹو اسمبلی میں اس طرح مسترد نہیں ہوسکتے تھے۔ اور انہیں ابتداہی سے دبایا نہیں دیا جا سکتا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ویدک اور بدھ مت کے زمانوں میں عورتوں کی زیادہ قدر افزائی ہوتی تھی۔ اگرچہ مسلمانوں میں اسلام سے پیشتر عورتوں کی حالت خراب تھی۔ مگر ان کے رہنمائے دین کی ہدایات کے بموجب بہت کچھ عمل کیا جانے لگا ہے۔ اگرچہ رسم ستی مٹادی گئی۔ اور بچپن کی شادی کی رسم کو مٹانے میں لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ لیکن کیا وہ یقین دلا سکتے ہیں۔ کہ عورتوں کی اہمیت اور ان کی قدر و قیمت ان کے آبا و اجداد کے وقتوں سے کیا اب کچھ زیادہ بڑھی ہے۔ ہرگز نہیں گو بیسویں صدی کی تمدن اور ترقیوں نے اپنا بہت کچھ رنگ ہم پر جمایا ہے اور ہم اس سے بیخبر نہیں رہے۔ خیالات کا تموّج جو مغرب سے سیلاب کی طرح بڑھتا آرہا ہے ہمیں نئی طاقت بخش رہا ہے۔ اور اس رو میں ہمیں بھی بہا لیجانا چاہتا ہے۔ اگرچہ ہر گوشہ گوشہ میں یہ ہوا نہیں پہونچی ہے۔ تاہم جو قریب تر ہے ہم پر کافی اثر کر چکی ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ اب فیصلہ کرنا چاہیئے کہ کونسے تمدن کو قبول کریں۔ اور کس کو چھوڑیں۔

ہم جانتے ہیں کہ اس نئے تمدن میں بہت سی باتیں واقعی مفید ہیں۔ اور بعض ناقص لیکن ہم جس تاریکی میں غرق ہیں اس میں بھلے اور بُرے کا امتیاز ناممکن ہے۔ چنانچہ بادی النظر میں ہمیں نئے تمدن کی چمک دمک بہت زیادہ بصیرت افروز معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے تخییل کی بلند پروازی بالکل محدود ہے جس کا نتیجہ لازمی طور پر ظاہر ہو رہا ہے بے شمار خواتین حقیقت بینی سے قطع نظر کرکے۔ مغربی تہذیب و تمدن کی غلامی پر فخر و ناز کر رہی ہیں۔ اگر تعلیم عام ہوتی اور پہلے سے ان کے حسن و قبیح ذہن نشین کرائے جاتے تو یہ نوبت نہیں آتی۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم تمام واقعات کو مجتمع کرکے جو بہتر ہو اختیار کریں اور جو بُرا معلوم ہو۔ اور ہمارے مناسب نہ ہو ترک کردیں۔ یہ عمل ہمارا سوسائٹی کے حق میں بھی ہو گا۔ مغربی بہنوں کی بہترین باتوں کو اخذ کرنے میں جہاں ہمارا فائدہ مقصود ہو ان کی نظیر پکڑیں۔ کیونکہ مغربی تقلید تمام باتوں میں اندھا دھند کرنا ہماری سوسائٹی کا خون کرنا ہوگا۔ وہی مثل ہوئی کہ کوا چلا

ہنس کی چال اپنی چال بھی بھولا۔ اندھی تقلید کی بدولت ہم گویا ہندوستانیوں سے خارج ہو جائیں گے۔ بتلائیے پھر کوئی ہمیں یورپین تسلیم کرے گا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے آبا و اجداد کے قدیمی روایات کو مٹا کر صرف نقال رہ جائیں گے۔ نسائیات کے جوہر جو کبھی مشرقی خواتین کی مایۂ ناز خصوصیت تھی ملیامیٹ کرنے سے فائدہ؟

عورتوں کو جاننا چاہیئے کہ وہی سوسائٹی کی حقیقی رہنما ہیں۔ انہیں کی ذات سے سچائی حسن عقیدت۔ اور نیکی کا بول بالا ہے۔ اُنہیں لازم ہے۔ کہ شجاعت میں رعد و برق کو مات کردیں۔ رحمدلی اور نرمی میں کنول کو شرما دیں۔ ان کی خوبیوں کی مہک چنبیلی کی طرح شاہ نواز۔ گلاب سے زیادہ حسین۔ چاند کی حسین روشنی کی طرح شیریں۔ اور نیلے سمندر سے زیادہ عمیق ہے۔ اُنہیں سحر کی دلکشی سے لطف اندوز ہونے کا حق کیوں نہیں حاصل ہوگا۔ اور یہ اُس وقت ہوسکتا ہے جب وہ اولالعزمی سے اپنی حقیقت بین نگاہوں سے۔ مردانہ وار موجودہ تمدن کی تمام خوبیوں کو اپنے مناسب حال پہچان کر قبول کریں گی۔ اور برائیوں کو الگ کردیں گی۔

صرف مشرقی اور مغربی قدیم اور جدید تہذیب کا موازنہ انہیں بخوبی حق و باطل کی شناخت بتلائے گا۔ اور انہیں مسرت بخش زندگی گزارنے کی تعلیم دے گا۔ موجودہ تمدن میں بہت سی خوبیاں ایسی موجود ہیں جو آپ کو سوسائٹی میں سر برآوردہ ظاہر کریں گی۔ اور آپ کی پوزیشن کو زیادہ ٹھوس و با وقار بنانے میں معاون ہوں گی۔ لہذا کوئی موقع ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہیئے۔ کسی قوم کی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کوئی سوسائٹی بغیر خواتین کی سیرتوں کی تکمیل کے مہذب کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے۔ عورتوں کو معزز اور ممتاز بنانے میں ہی ہماری ترقیوں کا راز ہے۔

وکٹورین عہد کے ملک الشعرا لارڈ ٹینی سن نے بلا ضرورت یا بے معنی یہ مصرعے موزوں نہیں کیئے تھے۔

اگر وہ نازک اور ننی سی فطرتاً ہوگی
تب مرد کیونکر بڑے ہیں گے؟

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

مانگنے کی عادت

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہمارے پاک مذہب نے سوال کی جس قدر ممانعت کی ہے اُسی قدر آج کل ہم میں اُس کی زیادتی ہو گئی ہے۔ بھک منگے اور گداگر دنیا کی کسی قوم میں اس کثرت سے نہ ملیں گے جتنے مسلمانوں میں ہیں۔ مانگنے والوں کی اس کثرت سے لوگ گھبرا اُٹھے ہیں۔ اور بعض جگہ تو اِس کو قانوناً روکا جا رہا ہے۔ اور اکثر جگہ جہاں ابھی تک ایسا قانون نہیں بنا اُس کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن اس وقت مجھے ان گداگروں سے بحث نہیں ہے اس مضمون میں صرف ان مہذب مانگنے والوں کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جو رشتہ داروں دوستوں اور ہمسایوں کی شکل میں ہم پر مسلط ہوتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو مانگنے والوں کی یہ نہایت خطرناک قسم ہے۔ عام گداگروں کو تو آپ جو کچھ موجود ہو دے کر یا بعض مرتبہ ویسے ہی ٹال دیتے ہیں۔ لیکن ان مانگنے والوں کا تو ہر مطالبہ، خواہ کتنا ہی ناجائز اور بے موقع ہو، پورا کرنا ہی پڑتا ہے، ورنہ پھر ہمیشہ کی بُرائی مول لیجئے۔

میں یہ نہیں کہتی کہ کبھی کسی سے کوئی چیز مانگی ہی نہ جائے۔ ایسا کون ہو گا جسے کبھی کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی ہو۔ بیسیوں ضرورتیں اور ضرورتوں کے لحاظ سے لین دین تو انسان کی جان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ لیکن آپ جانئے ہر چیز موقع اور اعتدال کے ساتھ اچھی ہوتی ہے۔ وہ خوش قسمت بہنیں جو اس تکلیف سے محروم ہیں۔ شاید اسے مبالغہ سمجھیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ بعض عورتیں اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے مکان کو بلا تکلف پنساری کی دکان سمجھ بیٹھی ہیں۔ جہاں کسی چیز کی ضرورت ہوئی اور انہوں نے نوکر یا بچوں کو دوڑایا کہ فلاں کے ہاں سے لے آؤ۔ حالانکہ پیسہ دو پیسے خرچ کرکے وہ اُسی آسانی سے بازار سے منگوا سکتی تھیں۔ اس میں پان چھالیہ نمک مرچ لہسن تمباکو کسی چیز کی تخصیص نہیں۔ دسویں پندرھویں آٹا، چاول، گھی، لکڑی کی بھی باری آتی ہے چیز مقدار میں زیادہ ہو تو لوٹائی بھی جاتی ہے۔ لیکن جب دن رات لین دین جاری رہے گا تو ظاہر ہے کہ بیچارہ دماغ کب تک کام دے سکتا ہے۔ پھر ہماری بہنوں کا جن کی بھول ضرب المثل ہے۔ لیکن ان چیزوں کے واپس نہ آنے سے تو کوئی ایسی تکلیف نہیں ہوتی جتنی، بعض مرتبہ دینے میں ہوتی ہے بعض مرتبہ ذرا سی چیز کے لئے کبھی گودام کھولنا پڑتا ہے کبھی صندوق۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ طبیعت خراب ہے۔ یا کسی وجہ سے تھک کر لیٹے ہیں۔ نوکر اس وقت موجود نہیں۔ کسی بہن کا نوکر یا بچہ آتا ہے کہ فلاں چیز دیجئے مجبوراً اُٹھنا اور دینا پڑتا ہے۔ اگر ضرورت شدید ہو اور دوسری جگہ سے ملنے کا امکان نہ ہو تو آدمی کو اپنی تکلیف کا خیال نہیں ہوتا۔ لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ بہت تھوڑے صرف میں اس سے زیادہ آسانی سے وہ چیز منگوائی جا سکتی تھی تو دل جل جاتا ہے۔ لیکن قہر درویش برجان درویش۔ یہ تو ہوئی اکثر کم استطاعت بہنوں کی عادت۔ کم استطاعت کا لفظ دیکھتے ہی اکثر بہنیں کہہ اُٹھیں گی کہ لے ہے

غریبی میں تو انسان کو سب کچھ گوارا کرنا ہی پڑتا ہے لیکن غور کیجئے تو محض غریبی اس کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پیسہ دو پیسے کا صرف ایسا زیادہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ اس طرح چھوٹی چھوٹی چیزیں لینے کے بجائے آپ ایک بار ہی دو چار روپے لے کر اپنی ضرورتوں کی تکمیل زیادہ باعزت اور آرام دہ طریق پر کریں کیونکہ تجربہ رکھنے والی بہنیں جانتی ہیں کہ ایسے لوگوں کی دوسروں کی نظروں میں وہ عزت باقی نہیں رہتی جو اس عادت کے نہ ہونے پر ہوتی ہے اور آرام بھی ظاہر ہے کیونکہ ذرا ذرا سی چیز کے لئے آدمیوں کو دوڑانا خود اُن کے لئے بھی کافی تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن محض ایک عادت کے پڑجانے سے جس کا خود اُن کو احساس نہیں ہوتا سب کچھ گوارا کرتی ہیں۔

بعض لوگ اس قسم کی چیزیں تو نہیں لیکن برتنے کی اکثر چیزوں کے درپے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مہربان نے ہم سے بجلی کی استری یہ کہہ کر مانگی کہ آپ کو روز تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی اسے چند روز میرے پاس رہنے دیجئے جب عرض کیا گیا کہ روز تو نہیں لیکن اکثر ضرورت پڑجاتی ہے آپ نے بگڑکر فرمایا کہ کیا بجلی کی استری کا ہی استعمال ضروری ہے۔ جب یہ استری آئی نہ تھی تو آپ کیا کیا کرتی تھیں۔ اب بتائیے کہ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ یہ مہربان ہمارے قریبی رشتہ دار بزرگ تھے۔ ضرورت کی چیزوں میں سب سے زیادہ جن چیزوں کا مانگا جانا تکلیف دہ ہوتا ہے وہ مشنری کی قسم کی چیزیں ہوتی ہیں۔ شلاً سینے کی مشین، گراموفون، ہارمونیم، ٹائپ رائٹر وغیرہ بعض نہیں بلکہ اکثر لوگ اس کا معقول استعمال نہیں جانتے اور لاپروائی یا صحیح استعمال نہ جاننے سے خراب کر دیتے ہیں کبھی بچے ناقابل تلافی نقصان کر دیتے ہیں۔ ایک بہن نے میری سینے کی مشین منگوائی اور پھر ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ مہینوں کے لئے۔ جب میں اپنی ضرورت کے لئے منگواتی تو وہ ساتھ ہی کہلا بھیجتیں کہ ابھی مجھے پورے کپڑے سینے کی فرصت نہیں جب آپ اپنا کام ختم کریں تو پھر بھیج دیجئے۔ اگر میں چار پانچ روز نہ بھیجتی تو وہ یہ کہہ کر کہ اس وقت تو آپ کچھ نہیں سی رہی ہیں اور مجھے ضروری سینا ہے پھر منگوا لیتیں۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی پیر سے اور کبھی ہاتھ سے سینے میں اس کی ہتھے کو جوڑنے والی کیل کھو گئی اگرچہ انہوں نے کہیں سے تلاش کر کے دوسری کیل کپڑا وغیرہ لپیٹ کر لگائی لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ بار بار رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مشین کے سنہری نقش و نگار گھس کر ختم ہوگئے جا بجا سے روغن خراب ہوگیا اور سب سے بڑا غضب یہ ہوا کہ کسی شریر بچہ نے چاقو سے بڑے تختے کے کنارے پر دو جگہ سے دو تین انچ کا چھلکا توڑ کر نکال دیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا کیونکہ باوجود چار پانچ سال کی مستعملہ ہونے کے مشین نئی کی طرح بے عیب تھی۔ لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ البتہ جس وقت مشین کو دیکھتی ہوں روحانی تکلیف ہوتی ہے۔ اس طرح بہت سی چیزیں اپنے مہربانوں کی زخم خوردہ ہیں لیکن مضمون کی طوالت کے خیال سے ان کے ذکر کو نظر انداز کرتی ہوں۔ کتابوں کا میں نے اس موقع پر قصداً ذکر نہیں کیا کیونکہ جو لوگ برتنے کی چیزوں کا سلیقہ نہیں جانتے وہ کتابوں کی کیا خاک حفاظت کریں گے۔ کیا میں امید کر سکتی ہوں کہ اس مضمون کی پڑھنے والی خواتین جن میں یہ عادت موجود ہے اس کو چھوڑنے کی کوشش کریں گی۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مانگنے کی عادت تو قطعاً ترک کرنے کے قابل ہے کسی شدید ضرورت کے موقع

کا ذکر نہیں برتنے کی چیزوں کے مانگنے میں بھی بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے بعض چیزیں جن کا لینا بہت معمولی اور بے ضرر سمجھا جاتا ہے ان کا بار بار منگوانا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے مثلاً چھلنی، کڑاہی، کرچھا، کدوکش، ہاون دستہ وغیرہ کیونکہ گھر میں اکثر وقت بے وقت ان کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ جس بیچارے نے دام خرچ کرکے چیز منگوائی ہے اسے اُس کے اطمینان سے برتنے کا بھی حق حاصل ہونا چاہیئے یہ کیا آفت ہے کہ وہ ہر وقت ضرورت بے ضرورت اُسے کام میں لئے رکھے ورنہ جہاں چیز خالی ہوئی اور آپ نے اس پر قبضہ کرکے ناس کرنا شروع کیا۔ مختصر یہ کہ حتی الامکان کسی سے کوئی چیز نہ لیجئے۔ اور جب لیجئے تو اپنی چیز سے دس گنا زیادہ احتیاط کیجئے اور اپنی ضرورت کو جلد از جلد رفع کرکے چیز واپس کر دیجئے۔ اس کا ہمیشہ خیال رہے کہ کسی چیز کے استعمال کا آپ سے بہت زیادہ حق اس کے مالک کو ہے۔ اگر آپ اس چھوٹی سی بات کا خیال رکھیں گی تو آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں میں آپ کی عزت زیادہ بڑھ جائے گی۔

دردانہ حیدرآباد دکن

تہذیب جدید کی برکتیں

از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے

تن ڈھانکنے کو تھی جو ضرورت لباس کی
مفقود اب ہے جسم پہ صورت لباس کی!!

ہاں پوشش گہہ ان سے ہے معدوم فائدہ
تخفیف کا جہاں میں ہے معلوم فائدہ

جب بوجھ سے لباس کے جھکنے لگے کمر
بارِ لباس، دوشِ نزاکت پہ الحذر!

عریانیٔ لباس میں، تہذیب کی جھلک
خیرہ کنِ نگاہ، ملمّع کی ہے چمک

کوتاہ آستین ہوئے، شانے جو کھل گئے
سارے نشان، عہدِ جہالت کے دُھل گئے!!

داغِ درازدستیٔ دورِ کہن مٹے
پھر کیوں نہ تنگدستیٔ اہلِ وطن مٹے

ہے روشنی کے دور میں ہر چیز مختصر!
زلفِ دراز بھی نہ رہی، اب وبالِ سر

برکت سے دورِ نو کی یہ جنجال مٹ گئے
پوشش کو اختصار ہوا، بال مٹ گئے

سر ڈھانپنے سے ہو گیا نقصان یہ بڑا
آنچل کا سارا بارِ گران، سر پہ آ پڑا

گٹھری لباس کی جو بنے، فائدہ ہی کیا؟
چہرہ لپیٹ رکھنے کا ہے قاعدہ ہی کیا؟؟

مذہب کو اس معاملہ میں، دخل کیا بھلا
ہے وسعتِ خیال، کہ رکھتے ہیں سر کھلا

مغرب کا کر لیا ہے طریقہ جو اختیار
سر کھولتے ہیں، پیشِ بزرگانِ ذی وقار

ہر کام کی ایک حد

نظام عالم کی تنظیم عمل کو محققانہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ فطرت کا ہر فعل خاص انداز کے زیر اثر ہے سورج کا اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہونا چاند کا خاص انداز پر بڑھنا گھٹنا، دریا کا ایک حد پر اتار چڑھاؤ. موسم کی میعاد پر تغیر و تبدل یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ حدود کی پابندی فطرت کا زبردست ضابطہ ہے اور فطرت وہ قوت ہے جو تمام کائنات پر حاوی ہے اس کے قوانین سے جبکہ ایک ذرہ تک مستثنےٰ نہیں تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہے وہ اس سے کیسے بری ہو سکتا ہے بلحاظ مراتب ہماری زندگی سب سے بڑھ کر اس ضابطہ کی حامل ہے. لقمان جیسے مدبر اور ذی ہوش شخص کا جب آخر وقت آپہنچا تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تو اگر اچھی زندگی چاہتا ہے تو تجھے لازم ہے کہ مراحل حیات میں بیچ کی چال اختیار کر. بہت زیادہ نہ کھا کہ اس سے معدہ کی خرابی کا خوف ہے بہت نہ سو تاکہ تیرا جسم اضمحلال کی برائی سے محفوظ رہے. کم ہنسا کر اس لئے کہ دل پژمردہ نہ ہو. شریعت اسلام نے (جو کہ فطری مذہب ہے) مخصوص اور مقدم فرض یعنی عبادت کے لئے حد ٹھیرائی ہے. ہمارے مذہب میں عبادت کے حکم کے ساتھ رہبانیت کی جو ممانعت ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو ہر فعل میں اعتدال ضروری ہے. چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو ہمارے ہر کام کی ایک حد مقرر کی گئی ہے. ترکاریوں کے پکانے کے لئے نمک مرچ کی حد ہوتی ہے نون حد سے زیادہ پڑ گیا تو ترکاری بگڑ گئی. کھچڑی میں پانی بہت ڈال دیا گیا تو کھانا خراب گیا یہی حال پوشاک کا ہے وہ بھی ناپ کی حد سے بڑھنے کی صورت میں بیکار ہو جاتی ہے. دوا صحت وشفا کا ذریعہ ہے تو انداز مقرر ہوتا ہے. تریاق بھی اگر زیادہ کھایا جائے تو نتیجہ برعکس ثابت ہوتا ہے غرض یہ کہ ہر بات میں اعتدال کی ضرورت ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس ضابطہ کی کہاں تک پیروی کرتے ہیں ہم کو اپنے افعال کے متعلق حد بندی کا پاس بھی ہے یا نہیں صورت حال اس بات کی شاہد ہے کہ ہمارا طرز عمل بالکل خلاف ہے ہم دُھن کے پیچھے فطرت کے اصول کو بھولائے ہوئے ہیں. ہمارا قاعدہ ہے کوئی بات بھلی معلوم ہوئی یا جو کا پسند آیا بے طرح اس میں مشغول ہو گئے اور جس بات کو طبیعت نہ چاہے وہ بات خواہ کیسی ہی بھلی کیوں نہ ہو اس کی جانب رخ ہی نہ کیا. بے پروائی غالب ہوئی تو کنبہ کی مصائب کا علاج نہ سوچا ہمدردی پر طبیعت آئی تو مال و قوم پر سب کچھ نثار کر دیا. کفایت شعاری نے تسلط کیا تو پیٹ بھر روٹی نہ کھائی نفس کی خاطرداری منظور ہو تو فضولیات کے پیچھے کل مایہ پونجی گنوا بیٹھے. افراط و تفریط کی طرفہ کاری دیکھئے یا لڑکیوں کا کتاب اور قلم پکڑنا عیب سمجھا جائے اور یا ڈگریوں کے حصول کے لئے انہیں کالے کوسوں تنہا بھیج دیا جائے. یا تو پردہ کی اس غضب کی پابندی کی ہو کہ جان کی حفاظت کے مقابلہ میں پردہ دری کا خوف غالب آئے یا پھر یہ حالت ہو کہ مردوں کے مجمع میں عورتیں کھلے بندوں تقریر کے لئے کھڑی نظر آئیں باوجودیکہ ہم اس بات سے ناواقف نہیں کہ یورپ میں عورتوں کی حد سے بڑھی ہوئی آزادی اس وقت کیا گل کھلا رہی ہے اور ہمارے یہاں کی

بے طرح قید بندی نے مستورات کو کس قدر مشکلات سے دوچار کر دیا ہے ہماری ناسمجھی کی بھی کوئی انتہا ہے جو دیدہ و دانستہ تباہی اور زیاں کی راہ اختیار کر رہے ہیں افسوس ہے ہم انجام سے غافل ہو کر افراط و تفریط کی کشمکش میں بری طرح جا گھرے ہیں۔ ہماری بے قاعدگی نے ہم کو فطرت کے مسلک سے علیحدہ کر کے زیان اور تباہی کا مستوجب کر دیا ہے۔ بہت ضروری ہے اس غلط روِیہ کو چھوڑ کر ہم صحیح صحیح راہ اختیار کریں اس کارگاہ حیات میں جہاں معقول اور مناسب باتوں سے قطعی طور پر علیحدہ رہنا برا ہے وہاں اچھے سے اچھے امر پر حد سے تجاوز کرنا بھی اچھا نہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہر کام ایک حد تک کریں کیونکہ اعتدال فلاح و بہبودی اور امن و عافیت کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ اپنے کاموں میں اعتدال کا پاس نہیں کرتے وہ انجام کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ اگر آپ طالب علم ہیں تو علمی مشاغل میں اتنا بھی انہماک نہ کریں جس سے صحت بگڑ جائے اور جو صاحب روزگار ہیں تو کاروبار میں اس درجہ مصروف نہ ہوں کہ بال بچوں کے ساتھ دلچسپی لینے کی فرصت ہی نہ رہے۔ اکثر لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بے اندازہ دوستی گانٹھ لیتے ہیں اس بات پر انہیں فخر ہوتا ہے کہ دوست کی جدائی لمحہ بھر کے لئے گوارا نہیں ہوتی مگر معلوم ہونا چاہیئے دوستی حد سے بڑھ جاتی ہے تو نفاق کی صورت پیدا کرتی ہے حد سے بڑھی ہوئی دوستی زیادہ دنوں قائم نہیں رہ سکتی دوستی کا نباہ جب ہوتا ہے کہ وہ اعتدال پر ہو۔ دوستوں میں بعض مخلص ہوتے ہیں اور اکثر خود غرض اور مطلبی بھی ہوتے ہیں۔ لہذا ہر کس و ناکس پر بلا پس و پیش اعتماد کرنا اور نہ ہر کسی سے روکھا پن برتنا بہتر ہوتا ہے۔ انسب یہ ہے اس معاملہ میں شاعر کے اس قول پر عمل کیا جائے

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

سیر و تفریح بیشک اچھی بات ہے بشرطیکہ اعتدال پر ہو اگر آپ کو سینما کا شوق ہے تو یہ نہ چاہیئے کہ تمام وقت اسی کا دھیان لگا رہے اور جو سیر و سیاحت سے رغبت ہے تو یہ نہ ہو کہ سارا وقت اسی کی نذر ہو جائے۔ طبیعت اگر خوش مذاق پائی ہے تو آپ کا وجود ہم جلیس کے لئے باعثِ خوش بختی ہے مگر یہ خیال رکھئے کہ مذاق کی حد سے گزر کر اپنی قدر نہ کھوئیں۔ غرض یہ کہ کوئی کام خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اس پر عمل کرنے میں حد سے نہ گزریں میانہ روی کو اپنا شعار بنائیں کردار و گفتار اور حرکات و سکنات میں درمیانہ انداز اختیار کریں یاد رکھیں ہر اچھے کام کا نتیجہ جب ہی اچھا ہوتا ہے کہ وہ حد میں رہ کر کیا جائے حد سے گذرنا اچھی باتوں کی خوبی کو نہ صرف پامال کرتا ہے بلکہ زیان اور تباہی کا موجب ہوتا ہے ؞

ح۔ ا۔ ابو۔ رنگون

فکر و غم اور ان کے دُور کرنے کی تدبیر

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر حقیقت میں ایک نفسانی عارضہ ہے جس میں نفس متحیر ہوتا ہے اُس پر پژمردگی کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ یہ اگرچہ پائدار نہیں پھر بھی جب تک اس کا اثر قلب پر رہتا ہے انسان کے تمام قویٰ معطل سے معلوم ہونے لگتے ہیں لیکن اسی کے مقابلہ میں غم کی کیفیت شدید ترین کیفیت ہے جو اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا اور تمام قویٰ کو مضمحل کر دیتی ہے۔ نشاط اور انبساط باقی نہیں رہتا۔ حرارت غریزی بجھنے لگتی ہے جسم گھلنے لگتا ہے کوئی معمول باقی نہیں رہتا اور اس طرح زندگی کے دن گھٹ جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کی روحانی تکلیف ہے جو مرغوبات کے فقدان اور پسندیدہ چیزوں کے چھن جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام مرغوبات کا جن کے فقدان سے ان آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک سایہ ہے جو پیدا ہوتا ہے اور غائب ہوجاتا ہے۔ لہذا ایسی چیز جس کی کوئی حقیقت پانی کے بُلبلے سے زیادہ نہیں ہے۔ غم والم کرنے سے اپنی ہی ذات پر غم و الم کرنا دور اندیشی کے خلاف ہے۔

اس دنیا میں جتنی چیزیں نظر آرہی ہیں کسی کو بقا نہیں۔ اس عالم فانی میں کوئی چیز نہیں مل سکتی ہے جو غیر فانی ہو۔ دوام و بقا تو انہیں ہستیوں کو ہے جو اس عالم سے بلند تر ہیں۔ اگرچہ ایک زمانہ میں ان کے لئے بھی فنا ہے بجز ذات باری تعالیٰ کے۔ اس عالم کون و فساد میں ایسی چیز کی تلاش جس کو فنا نہ ہو حقیقتاً ایسی چیز کے لئے سعی ہے جس کا وجود فطرت کے خلاف ہو اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایسی چیز کے حصول کی کوشش کرے گا جس کا وجود فطرت کے خلاف ہو اس نے حقیقتاً معدومات کی تلاش اور جستجو کی کیونکہ کوئی چیز دنیا میں ایسی موجود نہیں جس کا وجود فطرت کے خلاف ہو غیر موجود کے لئے سعی کرنا خلاف عقل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس نے زمانہ کے حالات پر غور و فکر نہیں کیا اور تغیرات اور حوادث سے بیخبر ہے جب اُس سے اس کی مرغوب اور محبوب اشیا چھن جائیں یا ضائع ہوجائیں گی تو اس کو اس کے رنج والم میں کھانا پینا اچھا نہیں معلوم ہوگا۔ ہر لذت اس کے غم میں تلخ ہی معلوم ہوگی۔ دنیا میں ہر انسان کی یہ عادت ہے کہ کسی مرغوب شے کو اپنے سے جُدا ہونا نہیں چاہتا۔ یہ امر متعین ہے کہ چیزوں کی ملکیت صرف دو طریقوں سے ہوتی ہے یا بذریعہ تجارت و صنعت یا بجبر و تعدی ان میں سے جس ذریعہ سے ہو ہر ایک شے جو ہمارے قبضہ میں کسی طرح سے آئے زوال پذیر ہے۔

دنیا میں رہکر جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کبھی کسی مصیبت کا سامنا نہ ہو حقیقتاً اُس کی خواہش دو متضاد چیزوں کو جمع کرنے کی ہے اس لئے کہ دنیا عالم کون و فساد ہے اس کی ہر شے فانی ہے اور فساد پذیر ہے۔ انسانی مرغوبات کا تعلق جب انہیں زوال

پذیر اشیا سے ہوا تو وہ شے خواہ مخواہ ایک روز چلی جائے گی اور فنا ہو جائے گی اور اس کے زوال اور فنا سے انسان کو الم و رنج ہوگا لہٰذا یہ خواہش کہ ہم کو مصائب اور آلام کا سامنا نہ ہو اور دنیا میں بھی ہوں ناممکن ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس خواہش کے یہ معنی ہیں کہ ہم دنیا میں ہوں اور نہ ہوں۔

دیکھا جاتا ہے کہ عادت فطرت انسانی کا ساتھ دیتی ہے اور اخیر میں طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے انسان جس چیز کا عادی ہو جاتا ہے طبیعت اُسی طرف مائل ہوتی ہے اور بغیر اُس کے طبیعت کو راحت نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو لذیذ کھانے کی عادت ہو جائے، تو اس کے بغیر بھی اس کا پیٹ بھر جائے گا اور ایک ہی گھنٹہ کے بعد دونوں برابر ہو جائیں گے اگر یہی لذت برابر قائم رہے تو پھر اس کی مساوات ہو جائے گی اور وہ لذت نہیں رہے گی بلکہ نفرت سے تبدیل ہو جائے گی۔

دیوجانس بہت بڑا مشہور فلسفی تھا کسی جگہ بیٹھا تھا اتفاقاً خوش بادشاہ اس طرف سے گذرا لیکن دیوجانس نے کچھ توجہ نہیں کی اور نہ اس کی تعظیم کی۔ بادشاہ کے حاجب نے دیوجانس کو ایک لات ماری۔ حکیم دیوجانس نے کہا کہ "تو آدمی ہے یا جانور، تو نے مجھے کیوں مارا" حاجب نے کہا کہ "تو بادشاہ کی تعظیم کے لئے کیوں نہیں کھڑا ہوا؟"

حکیم دیوجانس نے جواب دیا کہ "میں اپنے غلاموں کے غلام کی کیوں تعظیم کروں" بادشاہ نے یہ بات سن لی اور دیوجانس سے پوچھا کہ "تم نے کیونکر جانا کہ میں تیرے غلاموں کا غلام ہوں" حکیم نے کہا کہ "تو دنیا کا غلام اور خادم ہے میں نے دنیا چھوڑ دی جس نے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو وہ اُس شئے کا حاکم ہو گیا۔ جب میں نے اپنی خوشی سے دنیا کو چھوڑ دیا اور تم نے مجبوراً دنیا کو اختیار کیا تو اس کا غلام ہو گیا" بادشاہ نے اس کا مدعا سمجھ لیا۔ اس نے بہت ہی مہربانی سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو اپنے ساتھ رکھوں اور تمام خزانے اپنے تمہارے سپرد کر دوں" حکیم نے جواب دیا کہ اگر ان چیزوں کی میرے نزدیک کوئی قدر ہوتی تو اس کو کیوں چھوڑتا" بادشاہ نے کہا کہ "اچھا میں تمہیں اچھے اچھے کھانے کھلاؤں گا" دیوجانس نے کہا کہ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ بادشاہ کی سیری کو غیروں کی سیری پر کیا ترجیح ہو سکتی ہے" بادشاہ نے کہا کہ "میں تم کو اچھے اچھے کپڑے پہناؤں گا" حکیم نے جواب دیا کہ "میں نے قدیم حکماء کے اقوال میں پڑھا ہے کہ بدن کی زینت لباس علم سے بہتر کسی کپڑے سے نہیں ہو سکتی" بادشاہ یہ سُنکر رو یا اور اس سے نا اُمید ہو کر واپس چلا گیا۔

اوپر یہ ذکر ہو چکا ہے کہ عادت فطرت کی قائم مقام ہوتی ہے عادت ہی طبیعت کو خوش بھی کرتی ہے اور یہی عادت انسان کو مبتلائے آلام بھی کرتی ہے یہی عادت طبیعت کو بگاڑتی ہے۔ لہٰذا انسان کو لازم ہے اخلاق حسنہ اور قناعت کا خوگر ہو تاکہ بُری عادات کو طبیعت انسانی میں جگہ پکڑنے کا موقع نہ رہے اس لئے کہ تمام مرغوبات اور مکروہات حسیہ کو طبیعت انسانی کے ساتھ کوئی لزوم نہیں ہے بلکہ ان کا دارو مدار بالکل عادت پر ہے اگر انسان طمانیت خاطر اور ریاضات کا عادی ہو جائے تو اس میں تھوڑی تکلیف اٹھانی پڑے گی مگر اس کو جھیل کر اس پر صبر کرلے تو دنیاوی اور اخروی زندگیوں میں اس کو راحت ہو گی۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اکثر امراض میں کسی عضو کے کاٹنے کی حاجت ہوتی ہے تو انسان اس شدید تکلیف کو اس امید میں

برداشت کرلیتا ہے کہ آیندہ زندگی محفوظ ہو جائے گی۔ کسی عضو کے داغنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو انسان اس تکلیف کو اس وجہ سے برداشت کرلیتا ہے کہ آیندہ راحت کی خیالی تصویر اس طرح سامنے کھڑی ہو جاتی ہے کہ یہ موجودہ اذیت اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی اسی طرح اگر نفس کو خیالات صادقہ اور امور حقہ کا عادی بنا لیا جائے تو آئے دن کے ترددات اور رنج وافکار سے جو انسانی زندگی کو بالکل تلخ اور بے لطف کر دیتی ہے نجات ہو جائے گی اور اگر دیکھا جائے تو یہی افکار بسا اوقات انسان کو خودکشی پر مجبور کرتے ہیں اور زندگی سی عزیز شے کو مفت۔ بیکار ضائع کر دیتے ہیں جس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا اور نہ دنیا میں اس کی کوئی قیمت یا معاوضہ ہوسکتا لہذا اس طریق علاج نفس میں خطرہ نہیں ہے اور منافع بہت زیادہ اور اس پر آیندہ کامیاب زندگی کا دارومدار ہے ظاہر ہے کہ نفس کو تمام حواس اور احساسات بدنی سے وہی نسبت ہے جو ایک بادشاہ کو اپنے رعایا سے ہے بادشاہ کی خرابی سے رعایا کی خرابی ظاہر ہے اگر نفس کا نظام ٹھیک ہے تو تمام احساسات بدنی اپنے نظام میں درست اور مکمل ہیں ورنہ سب درہم برہم ہیں۔ نفس پر خواہشہائے نفسانی کو غلبہ ہوا کرتا ہے اور یہیں خواہشیں عقل کی محکوم ہیں اگر نفس کی خواہشیں نفسانی اور ہوا و ہوس حکومت عقل سے باہر ہو کر سرکشی اختیار کرلیتی ہیں تو تمام افکار وہموم کا سرچشمہ بنکر انسانی زندگی کو بوجھ بنا دیتی ہیں اور امواج غم میں تھپیڑے کھا کھا کر گرداب ہلاکت تک پہونچ جاتی ہے

لہذا انسان کا فطری فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام زندگانی نفس اور خواہش اور عقل کی باہمی ترکیب سے قائم کیا ہے ان میں توازن اور تناسب کو اس نہج پر قائم رکھے جو منشا فطرت انسانی ہے اور فساد نفس اور مرض کے علامات ظاہر ہونے لگیں تو فوراً اس کے معالجہ کی فکر کرے۔ مرض نفس کی علامت رنج وفکر اور ہجوم ترددات ہے جس طرح ہر بیماری کی تشخیص اس کی علامات سے ہوتی ہے اور اس کی ابتدا انہیں علامتوں کے ظہور سے سمجھی جاتی ہے اسی طرح مرض نفس کی ابتدائی علامت ہجوم افکار اور رنج وغم دنیاوی ہے جوں ہی یہ علامت ظاہر ہو اس کے معالجہ میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ یہی مرض مزمن ہو کر ہلاکت کا باعث نہ ہو حکیم ہرمس کا قول ہے کہ" وہ شخص قابل رحم ہے جس کو برائی کا ملکہ ہوگیا" لوگوں نے حکیم سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اس نے جواب دیا کہ جس شخص کی خواہشات بڑھ جائیں اور حسرت وتمناؤں نے اس کے دل میں گھر کرلیا ہو تو وہ ان کے تسلسل اور پیاپے مدوجزر سے عذاب دائم میں مبتلا ہے تو جو شخص زندگی میں صحیح رستہ پر چلنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کو قید غم اور اور فکر وتردد کے پھندے سے چھڑائے تاکہ زندگی ان ترددات اور افکار کے بوجھوں سے ہلکی ہو کر ترقی دینی اور دنیوی کے شاہ راہ پر گامزن ہوسکے اور اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کرسکے جو حقیقی معنوں میں صحیح زندگی ہے۔

اکثر غم وفکر کا باعث موت کا تخیل اور مرنے کی فکر ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ موت اک طرح کا قرض ہے جس کو ادا کرنا ضروری ہے تو جو شخص ادائے قرض کا کافی سامان رکھتا ہے اس کو قرض کے تقاضا کی کیا پروا ہوسکتی ہے۔ انسان اگر حقیقت موت اور حیات پر غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ موت قابل نفرت نہیں ہے اس لئے کہ موت کمال نفس ناطقہ ہے

اگر موت نہ ہوتی تو انسان کی حقیقت متعین نہ ہوتی کیونکہ انسان کی تعریف میں موت کا مفہوم داخل ہے انسان کی تعریف ہی زندہ ناطق مرنے والا۔ اگر کوئی ایسا انسان فرض کرلیا جائے جس کو موت نہ ہو یا ناطق نہ ہو یا زندہ نہ ہو تو وہ انسان نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ انسان کی حد سے باہر ایک نئی چیز ہوگا۔ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے سے گھبراتا ہے۔ اگر کسی جگہ سے وہ مالوف ہو چکا ہے تو اس سے بہتر جگہ ہی کیوں نہ ہو وہاں جانا پسند نہیں کرتا۔ حاصل یہ ہے کہ انسان اپنی مالوف جگہ کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا مثلاً اس کی فطرت بھی یہ ہے۔ اس کے اگر بس میں ہو تو شکم مادر کو چھوڑ کر اس کشادہ دنیا میں آنا کبھی پسند نہ کرے گا۔ اسی طرح عالم آخرت جو اس دنیائے فانی اور محدود سے کہیں زیادہ وسیع اور بہتر ہے انسان اس کو چھوڑ کر اُس عالم میں جانا پسند نہیں کرے گا لیکن اسی کے ساتھ اگر انسان کو عالم آخرت میں پہونچا دیا جائے اور اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ پھر اس عالم کون وفساد میں جو ہزاروں مصائب اور آلام سے گھری ہوئی ہے لوٹ آئے تو ہرگز اس میں رجوع کرنا پسند نہ کرے گا جس طرح کسی انسان سے کہا جائے کہ وہ پھر شکم مادر میں جس میں ایک زمانہ تک رہ چکا ہے واپس جائے تو کبھی پسند نہ کرے گا۔ وہ شخص کبھی موت کو ناپسند نہ کرے گا جس پر اُس عالم کی حقیقت کھل گئی ہے جہاں مرنے کے بعد جاتا ہے وہ شخص کبھی اس عالم کو جو محدود پر از آلام آفات ارضی وسماوی سے گھرا ہوا ہے پسند نہ کرے گا۔

لہذا اس دنیا کی کسی چیز کا رنج وغم سخت غلطی ہے کیونکہ اس عالم کی کسی چیز کو حقیقتاً قیام نہیں ہے یہاں کی ہر شئے فانی اور ناپائدار ہے اور فانی وناپائدار چیز کا غم عقل کے خلاف ہے۔ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ طبیعت انسانی جس سے مانوس ہو جاتی اور کسی چیز کی الفت گھر کر لیتی ہے تو وہی بنیاد رنج وغم کی ہوتی ہے۔ اور اس کی طلب حقیقتاً باطل کی طلب ہی۔ چاہے کتنی بڑی جماعت اُس کی طالب ہو۔

فیثاغورس کا قول ہے کہ اگر دولت مندی کی ہوس دل سے نکال دو تو حقیقی دولت ہاتھ آجائے۔ بہت سے لوگوں کا یہ گمان ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ودولت نہ ہو اور غنی وہ ہے جس کے پاس بہت دولت ہو لیکن یہ فقر وغنا عارضی ہے۔ حقیقی فقیر وہی ہے جس کی خواہشیں اور آرزوئیں زیادہ ہوں اور حقیقی دولت مند وہی ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو یعنی اس کو اپنے نفس کی خواہشوں پر قدرت ہو اور بندہ نفس نہ ہو انسان کو اگر اپنے نفس پر غلبہ حاصل ہو جائے تو حقیقتاً اس نے بہت بڑی دولت پائی اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ساری دنیا سے بے پروا ہو گیا۔

عاصمہ خاتون خفا عالم

"مامتا"

ساون بھادوں کی اندھیری، بھیانک اور ڈراؤنی رات میں جبکہ ایک روز موسلادھار بارش ہو رہی تھی بجلی کی چمک، بادل کی گرج دل ہلا دیتی تھی۔ تاریکی ایسی کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دے ایک غربت زدہ مکان میں جس کے احاطے کی دیوار برسات کی نذر ہو چکی تھی اور سامنے پھٹا، پرانا پڑا ہوا پردہ تفسیر غربت کر رہا تھا ایک بیوہ نیم شکستہ دالان کے ایک گوشہ میں جو ٹپکنے سے کسی قدر محفوظ رہ گیا تھا ایک جھلنگے پر بیٹھی اپنی زندگی کے سہارے، اپنے پیارے لعل کا چہرہ ڈبیا کی مدہم روشنی میں بغور دیکھ رہی تھی جو دودھ خشک ہو جانے کی بدولت چیختے چیختے تھک کر پڑ گیا تھا۔ یوں تو مہینوں سے روزانہ ایک فاقہ کے بعد دو چار لقمے کھانے کو میسر آ جاتے مگر آج تیسرا فاقہ تھا۔ چہرہ زرد اور زبان خشک تھی۔ ایک تو فاقے کرتے کرتے دوسرے دودھ بغیر بچے کی بیتابی سے اور بھی جان پر آ بنی تھی، شام سے ٹہلا ٹہلا کر اور خشک دودھ منہ میں دے دے کر کسی طرح اب تک وقت کاٹا۔ کوئی ہمدرد نہ شریک، نہ پرساں حال، کہاں جاتی اور کس سے درد دل کہتی۔ کبھی گھر سے باہر بھی تو نہیں نکلی تھی۔ بچے کو بہلاتی چمکارتی اور اپنی مجبوری، ناداری، بےبسی اور بےچارگی پر خود بھی رونے لگتی اور اپنی آواز میں بچے کی آواز چھپا لیتی۔ تھوڑی دیر کے لئے بچہ خاموش ہو جاتا اور جونہی کہ اس کے آنسو تھمتے بچے کے اُسی طرح چیخنے اور بلکنے کی آواز آتی جو اس وقت تھک کر چپ چاپ پڑا تھا۔ رونے کی سکت نہ تھی۔ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا جس میں سانس آ جا رہی تھی۔ بچے کی بالکل خاموشی، بند آنکھیں اور ڈھلی ہوئی گردن نے ماں کے دل میں ہول پیدا کر دیا۔ ڈرتے ڈرتے اس کا بدن چھوا۔ اُسے ٹھنڈا ٹھنڈا سا معلوم ہوا۔ آنکھوں تلے آتی جاتی سانس بھی نہ معلوم ہوئی ایک زور کی چیخ ماری اور "ہائے لال! تری غربت و بےکسی پر ماں فدا ہو" کہتی رونے اور بین کرنے لگی۔ بچہ چیخ کی یکایک آواز سے چونک کر کلبلانے لگا۔ مہر مادری سے آنسو پونچھ، پیار کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ بچے نے خشک زبان ہونٹھ پہ پھیری! ماں کا کلیجہ پھٹنے لگا! کمزوری و ناتوانی سے وہ اب چیخ یا رو تو نہ سکتا تھا مگر جاگ رہا تھا اور زبان کے اشارے سے کچھ مانگ رہا تھا! ماں دیکھ رہی تھی، سمجھ رہی تھی مگر کچھ نہ کر سکتی تھی دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ جب یہ منظر دیکھا نہ جاتا تو آنکھ بند کر لیتی، اسے ڈراؤنی صورتیں اور بھیانک شکلیں دکھائی دینے لگتیں۔ گھبرا کر آنکھ کھول دیتی۔ کبھی آسمان دیکھتی کبھی اس اندھیری میں سپیدۂ سحری تلاش کرتی مگر آہ، آج نہ رات ختم ہوتی تھی نہ پانی۔ ہوا کی سرسراہٹ اور پانی کے دھائیں دھائیں گرنے کی آواز کے سوا نہ کچھ دکھائی دیتا تھا نہ سنائی، چاروں طرف سے عاجز آ کر فطرۃً درگاہ باری میں حسب حال مناجات پڑھتی، گڑگڑاتی اور دعا کرتی "اے سب کے خالق! اے نامرادوں کی مراد برلانے والے! تو رحیم ہے! تو کریم ہے! تو اپنے بندوں کی مدد وقت پڑ جانے پر ضرور کرتا ہے!!! کیا تو نے حضرت یعقوب کو یوسف سے نہیں ملایا؟ کیا تو نے حضرت یحیٰی کو ان کی بیتاب

ماں کے گلے سے نہیں لگایا؟ کیا تو نے حضرت موسیٰ کو نہیں بچایا، جبکہ وہ ایک صندوق میں بہے جارہے تھے؟ پھر کیا تجھے نہیں معلوم کہ آج مجھ پر کونسا فاقہ ہے؟ کیا تو میری مصیبتوں سے ناواقف ہے؟ نہیں! تو خوب جانتا ہے! تو عالم ودانا ہے۔ تجھ سے کسی کا راز پوشیدہ نہیں! تو خوب جانتا ہے کہ اس بچے کی دودھ بغیر کیا حالت ہے!!! تو پھر اے مالک! کیوں نہیں رحم کرتا!!! تجھے ترے نبیوں اور پیغمبروں کا واسطہ دیکر منتیں کرتی ہوں کہ رحم کر! اور اس مصیبت سے نجات دے۔ اور اگر یہ گنہگار بندی ترے رحم کے قابل نہیں تو اس معصوم بچے پر رحم کر، اس کے سوکھے ہونٹوں پر رحم کر اس کی حالت تجھ سے پوشیدہ نہیں رحم کر، اس ہڈی کے ڈھانچے پر جو بھوک وپیاس کے مارے اب کوئی دم کا مہمان ہے؟ پھر بیتابی سے روتے ہوئے "ترے سوا مری فریاد سننے والا کون ہے! تجھ ہی سے طالب امداد ہوں گی اور تجھ ہی سے اس بچے کو لوں گی! ہائے اللہ! میرے دل کو تسکین دے! میرے پھڑکتے قلب کو تھام لے! کیا تری یہی مرضی ہے؟ یہی مشیت یہی مصلحت ہے کہ یہ غریب سسکتے سسکتے دم توڑ دے۔ بس بس تو یہی چاہتا ہے! تو اپنی مصلحت کے خلاف، مشیت کے علاوہ کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ دندان رسول شہید ہوتے رہے! تو دیکھا کیا! علی سا محبوب بندہ سجدہ میں شہید ہوگیا! تو خاموش رہا۔ حضرت ذکریا پہ آرا چلتا رہا۔ آسمان وزمین یوں ہی قائم رہا۔ بس حد ہوگئی کہ کربلا والوں کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ اچھا اگر تری مصلحت یہی ہے تو یوں ہی سہی۔ موت دے اور جلد دے مگر ایک ساتھ۔ ہاں! ہاں! ایک ساتھ" کہتے کہتے جوش میں آکر روتے روتے بیخود ہوگئی۔ نیم بیہوشی کی حالت میں اسے ایسا معلوم ہوا کہ خوبصورت پردار فرشتوں سے صحن ودالان بھرا ہوا ہے ہاتھوں ہاتھ بچے کو لئے کھلا رہے ہیں۔ بچہ بھی اب ویسا نحیف ولاغر نہیں ہے بلکہ تروتازہ ہوگیا ہے۔ وہ ہمک ہمک کر مسکرا رہا ہے اور ایک کی گود سے دوسرے کی گود میں خوشی خوشی جاتا ہے، ماں کا دل دیکھ کر باغ باغ ہوگیا۔ اپنی آغوش میں لینے کے لئے ہاتھ پھیلادئے۔ بچے نے منھ پھیرلیا۔ غریب ماں حیرت سے منہ دیکھتی رہی اور بچہ اسی طرح ایک کی آغوش سے ہوتا ہوا دوسرے کی آغوش میں پہنچتے پہنچتے صحن میں جا پہنچا۔ ایک فرشتہ لے کر آسمان کی طرف چلا۔ غریب ماں "مرا بچہ! ہے ہے مرا بچہ!!! ہائے لال کہاں ماں سے روٹھ کر چلا!!! ارے لوگو اسے کہاں لئے جاتے ہو" کہتی دوڑی آنکھ کھل گئی! اپنے کو پلنگ کے نیچے گرا ہوا پایا۔ آنکھوں سے آنسو اسی بیتابی سے گر رہے تھے۔ گھبرا کے اٹھی۔ آنکھ سے کچھ سجھائی نہ دیا۔ کیونکہ ڈبیا بھی شب غم سے عاجز آکر خموش ہوچکی تھی۔ جلدی سے پلنگ پر کوئی چیز ٹٹولنے لگی بچہ ہاتھ آگیا۔ چہرہ پہ ہاتھ رکھا۔ ہونٹھ اسی طرح خشک تھے، زبان پھیر رہا تھا۔ ماں دکھیاری ماں کا دل دڑا ہوا، پھڑکنے لگا۔ بچے کو گود میں لے کر بھینچ بھینچ کے پیار کیا، پھر خیال آیا۔ آؤ محلہ کی گھوسن ہی کے پاس چلوں شاید وہ رحم کرکے تھوڑا دودھ دیدے۔ سپیدہ سحری کی جھلک نمودار ہوچلی تھی۔ نماز صبح کے بعد سجدۂ شکر بجالائے، بارے پہاڑ سی رات کاٹے کٹ تو گئی۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ امرا عموماً دنیا سے غافل، اپنے بیگانوں سے بے فکر، غریبوں محتاجوں سے لاپروا اینڈ اینڈ کر میٹھی نیند سوتے رہتے ہیں اور غربا کے سوا شاید ہی کوئی خدا کا بندہ سجدۂ معبود کے لئے اذان سُنکر مسجد میں جاتا، یہ برقعہ اوڑھ برستے پانی میں گھر سے باہر نکلی۔ مٹی کا ایک پیالہ ہاتھ میں تھا۔ اکا دکا غریب نمازی مسجد کی طرف جاتے ہوئے رستہ میں ملے۔ اس کا قدم سو سو من کا ہوگیا۔ چلا نہ جاتا تھا

ناواقفیت علیحدہ پاؤں پکڑ رہی تھی مگر وہ کسی جذبہ کے ماتحت پاؤں گھسیٹ گھسیٹ کر بس چلی جا رہی تھی۔ اسے اتفاق کہئے یا تائیدِ غیبی کہ وہ گھوسن ہی کے دروازے پہنچی۔ آواز دی "مائی ذرا یہاں آنا" کوئی جواب نہ ملا، سر سے پاؤں تک بھیگ چکی تھی۔ ہوا کی تیزی سے سردی معلوم ہو رہی تھی۔ بدن ٹھٹھرا جا رہا تھا اور دانت بج رہے تھے، جی کڑا کر کے پھر آواز دی! کسی نے کواڑ کھولا اندر گئی، گھوسن بیٹھی گھی نکال رہی تھی۔ دیکھتے ہی حیرت سے کہنے لگی "بی بی کیا ہے جو اس آفت میں باہر نکلی ہو" وہ غریب شرم سے کٹ کٹ گئی، زبان میں کانٹے پڑ گئے، دیر تک سوکھے ہونٹھ پر زبان پھیرنے کے بعد آنا بمشکل کہا "مائی پیاس سے بچہ مر رہا ہے! اگر رحم کھا کے تھوڑا دودھ دیدو تو شاید اس کی جان بچ جائے"۔ عورت چاہے کتنا ہی سخت دل کیوں نہ ہو مگر وہ بچے کے معاملے میں نرم دل ہو ہی جاتی ہے۔ یہ اس کی فطرت ہے۔ بتمنی علیحدہ رکھتے ہوئے جلدی سے کہنے لگی "بی بی! اے ہے بچے کا یہ حال اور ہمیں محلہ میں رہ کر کوئی خبر نہیں! دودھ تو نہیں البتہ چھاچھ ہے لے جائیے"۔

"مائی پیسے اس وقت نہیں! شرم معلوم ہوتی ہے! کیسے لے جاؤں!"

"بی بی! یہ وقت شرم و لحاظ کا نہیں! جب پیسے ہوں دیدیجئے گا مجھے تو آپ کو دیکھ کر ہی سناٹا ہو گیا کہ کوئی ایسی ہی آفت آپڑی ہے جب تو یہ قدم باہر نکلے ورنہ اس گھر سے آج تک کوئی باہر نکلا ہے۔ ہاں بی بی! سچ ہے۔ وقت آپڑنے پر سب ہی کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اللہ ایسی مصیبت کسی پر نہ ڈالے۔ بی بی! آپ کو دیکھ کر مجھے آپ کے سسر کا زمانہ یاد آجاتا ہے کلیجے پر سانپ لوٹنے لگتا ہے۔ دروازے پر ہاتھی جھومتے تھے ہاتھی۔ کیسے کیسے نوکر چاکر، اجلی اجلی وردیاں پہنے ادھر ادھر آتے جاتے تھے دربار لگا رہتا تھا۔ ایک آتا ایک جاتا۔ دن رات آدمیوں کا تانتا لگا رہتا۔ سچ تو یوں ہے بی بی! آج اس نوبت کو تمہیں اللہ جنت نصیب کرے تمہارے شوہر نے پہنچایا۔ ان کی غفلتوں نے یہ دن دکھایا، بدمعاش، دنیا کے آوارے، لچے اور شہدے ان کی صحبتوں میں بیٹھتے۔ بیوقوف بنا بنا کر روپے اینٹھے، اپنے پرائے میں تمیز نہ ہونے دیتے۔ دن رات ہنسی مذاق، کھیل کود میں مشغول رکھتے۔ بس اور کیا کہوں کہ کیا کیا کرتے۔ دل پر چوٹ لگتی ہے۔ نوکر چاکر ان کی غفلت سے خوب کھل کھیلے اور اندر ہی اندر ایسے پاپڑ بیلے کہ جب چاروں طرف سے ڈگری دار ڈگریاں لے لے کر آ پہنچے تو آنکھ کھلی۔ جائداد، مکان سب ضبط ہو گیا۔ نیلام پر چڑھا اور ایک۔ دو تین ہو گیا، یہ مکان جس میں اب تم ہو۔ یہی ایک کچا مکان بچ رہا تھا جس میں آپ کو لے کر چلے آئے خود تو زہر کھا کر جنت سدھارے اور ایک امانت دے کر بے سہارے تنہا مکان میں آپ کو چھوڑ گئے"۔ "مائی! خاموش رہو یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا اچھا کیا۔ میں ہی بدنصیب تھی جو ان کے بعد ان مصائب کے جھیلنے کے لئے زندہ رہ گئی"۔

"ہاں! ہاں! اچھا بی بی دیر ہو رہی ہے جائیے جائیے چھاچھ لیتی جائیے میں گائے کا دودھ لے کر ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں"

"اچھا مائی! پیسہ آکر ضرور لے لینا۔ بھول نہ جانا"۔

یہ کہتی ہوئی جس راستے سے آئی تھی اسی راستے گھر پہنچی، بھیگا ہوا کپڑا اور برقعہ اتارا۔ گھر بھر میں ایک پھٹی پرانی پیوند دار چادر رہ گئی تھی جسے سر سے پیر تک لپیٹ لیا اور پیالا لئے بچے کے قریب گئی۔ منھ سے کپڑا ہٹایا، بچہ آنکھیں بند کئے خاموش

پڑا تھا۔ گھبرا کر جھنجھوڑا، مگر آہ وہاں کچھ نہ تھا، خدا کے نیک فرشتے اسے لے جا چکے تھے۔ اس کے چہرہ پر فقط مسکراہٹ ہی مسکراہٹ رہ گئی تھی۔ خدا کسی کو بے آس نہ کرے۔ امید جاتی رہی، کوکھ جلی ماں "ہائے لال" کہہ کر بیتابی سے اس پر گری۔ پیالہ ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ ناتوانی و کمزوری نے دیر تک بیہوش پڑا رہنے دیا۔ ہوش آنے پر مردہ بچے کو کلیجے سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر روئی اور بین کرنے لگی، سویرا ہو چکا تھا۔ درختوں پر چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ گھر کے اندر رہنے والی کنجشک خانگی بھی بولی اور بیقراری سے والان میں اڑنے لگی۔ غم نصیب ماں، کھوکھ جلی۔ بچے کو رو پیٹ کر دفن وکفن کی سوچ میں تھی۔ گھر کا سارا اسا جو کچھ تھا وہ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اندر سے باہر تک جھاڑو پھری ہوئی تھی۔ ایک مٹی کے لوٹے اور پیالے کے سوا اور تھا ہی کیا وہ بھی تو اس کے گرتے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اب کیا کرتی۔ گھٹنے پر سر جھکائے غور و خوض میں تھی۔ بار بار چڑیوں کے بیقراری سے اُڑنے نے اسے اس طرف متوجہ کیا۔ سر اُٹھا کر دیکھا ایک سیاہ سانپ آہستہ آہستہ رینگتا گھونسلے کے قریب جا رہا تھا جس میں دو ننھے ننھے بچے منہ کھولے چوں چوں کر رہے تھے۔ درد رسیدہ دل تڑپ اٹھا۔ ظالم۔ خونخوار۔ فرشتہ موت افعی کے بھیس میں! اسے لقمۂ اجل کرنا چاہتا ہے؟ "نہیں ہو سکتا۔ میں اس کے منہ سے ان بچوں کو بچاؤں گی" کہتی ہوئی اٹھی اور پلنگ پر کھڑی ہو گئی۔ لٹکی ہوئی دم پکڑ کر کھینچ لیا۔ پھینکنا چاہتی تھی کہ وہ کلائی میں بل کھا کر لپٹ گیا۔ چھڑانے کی ہزار کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ آخر ڈس ہی لیا۔ "آخر مری دعا قبول ہوئی اور تری مشیت یوں تھی" اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا اور دھم سے چکر کھا کر گر پڑی!

سیاہ افعی کا زہر آناً فاناً سارے جسم میں پھیل گیا اور دو گھنٹہ کے اندر ہی اندر وہ فرشتوں سے اپنا بچہ لینے چلی گئی۔ آٹھ بجے کے قریب کسی قدر پانی کم ہوا، دودھ لئے گھوسن آئی، گھر والی کو اس حال میں دیکھ کر محلے والوں کو اطلاع دی۔ امرا تو سوتے رہے البتہ دو چار غربا افسوس کرتے آ گئے۔ اُنھوں نے دیکھا بچہ جھلنگے پر موت کی آغوش میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔ ماں پلنگ کے نیچے مردہ پڑی ہے، اور سینہ پر ایک چھوٹی چڑیا چہچہا رہی ہے۔

معلوم نہیں اس کا چہچہانا شکریہ کا تھا یا اس کی بیکسی پر رونا؟

مسز جوزف پٹنہ

بچّوں کے اخلاق واطوار

یہ بات اکثر مشاہدہ میں آئی ہے کہ باوجود پند ونصائح اور طرح طرح کی کوششوں کے بعض بچوں کے اخلاق و اطوار کی اصلاح نہیں ہوتی۔ بچے اپنی کتابوں میں بہت عمدہ عمدہ نصیحتیں لکھی ہوئی دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ بعض مدرسوں میں درستی اخلاق کے متعلق لیکچر بھی دیے جاتے تھے ہیں۔ تاہم بچوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر غور کیا جائے تو ان خرابیوں کا سبب بآسانی معلوم ہوسکتا ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ہم بچوں کی تربیت کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کرتے اور نہ کبھی اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اخلاق واطوار کی نگہداشت شروع ہی سے ہونی چاہیئے۔

بچہ مادہ پرست ہوتا ہے۔ اشیاء غیر محسوسہ وغیر مرئی سے اسے مطلق دلچسپی نہیں ہوتی۔ اُس پر صرف زبانی نصیحتیں اس وقت تک کارگر نہیں ہوتیں جب تک کہ وہ روزمرّہ کی زندگی میں ان کا عمل درآمد نہیں دیکھتا۔ مدرسے میں تھوڑی دیر رہ کر بچہ کو ان باتوں کا پورا موقع نہیں مل سکتا۔ اس کے اوقات کا زیادہ حصّہ گھر پر گزرتا ہے لہٰذا اس کی اخلاقی اصلاح گھر پر ممکن ہے، نہ کہ مدرسے میں۔ اخلاقی تعلیم کی ذمہ داری والدین کو لینا چاہیئے۔ جب تک وہ اس کا پورا خیال نہ کریں گے اس وقت تک کوئی اصلاح عمل میں نہیں آسکتی۔

جیسا ابھی بتایا جاچکا ہے اخلاق کی درستی محض زبانی نصیحت سے نہیں ہوتی۔ بچّوں پر افعال واعمال کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ بڑوں کی نقل کرنا بچوں کا طبعی خاصہ ہے، ان میں تقلید کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ وہ بڑے بوڑھوں کو جو کچھ گھر پر کرتے دیکھتے ہیں وہی خود بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچّوں کو جن باتوں کا عادی کرانا چاہیں اسے پہلے عملی طور پر خود کر کے دکھائیں۔

اگر بچّوں کو نماز کا عادی بنانا ہے تو والدین کا بھی نمازی ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ خود صوم وصلوٰۃ اور احکام دین سے غافل ہیں انھیں یہ ہرگز نہ توقع کرنا چاہئے کہ ہماری اولاد تمام ارکانِ دین کی پابند ہوگی۔ بعض والدین نماز پڑھنے کے لئے بچّوں پر جبر تشدّد کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے۔ اس طرح کامیابی بہت مشکل ہے۔ بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ والدین اپنے اعمال وافعال سے بچّوں کی رہنمائی کریں۔ اس سے متاثر ہو کر خود بخود تقلید کرنا شروع کریں گے۔

اسی طرح بہت سے لوگ خود تو دن بھر غیبت کیا کرتے ہیں۔ دوسروں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ دغا وفریب کے طریقے سوچتے رہتے ہیں اور طرح طرح کی بیہودگیوں میں مبتلا رہتے ہیں لیکن اپنے بچّوں سے ایمانداری۔ راست گوئی اور نیک چلنی کی تاکید کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ والدین خود اپنے اخلاق نہ درست رکھیں اور بچّوں سے اچھّے اخلاق وعادات اختیار کرنے کی امید کریں۔ اخلاقی تربیت میں عمل کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بغیر عمل کے سب پند ونصیحت بے سود ہے۔

یہ دستور ہے کہ جہاں دو چار بے تکلف عورتیں جمع ہو جاتی ہیں وہاں آپس میں ہنسی مذاق ہونے لگتا ہے خیر یہاں تک کچھ مضائقہ نہیں۔ ع۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ ہنسی مذاق ہونے لگتا ہے۔ بعض خواتین غلطی یہ کرتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیوں کے سامنے مخرب اخلاق اور حیا سوز مذاق کرتی ہیں سمجھدار بچے اور بچیاں سب باتوں کو بغور سنتے ہیں اور بعد کو خود عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ عقلمند ماؤں کا یہ فرض ہے کہ بچوں کے سامنے جو کچھ کہیں یا کریں پہلے یہ ضرور غور کرلیں کہ اس کا ان کے اخلاق و اطوار پر کیا اثر پڑے گا۔ گو یہ باتیں بہت معمولی ہیں لیکن ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ہمکو انھیں چھوٹی باتیں سمجھکر نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

اگر کوئی ماں ہر بات میں دوسروں کے سامنے اپنی جھوٹی تعریف کرتی ہے۔ ماضی کی امارت و دولت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتی ہے تو بچے بھی ماں کی باتیں سنکر ماں کی طرح فضول گو بن جائیں گے۔ بعض عورتیں ماماؤں اور ملازموں سے بہت سختی سے پیش آتی ہیں اور ذرا ذرا سے قصور پر گالیاں دیتی ہیں۔ اور مامائیں ان سے پناہ مانگتی ہیں۔ شاید ہی کوئی ماما مسلسل سال بھر رہتی ہوگی۔ میں نے ایک دن ان کے بچوں کو اپنی ماں کی نقل کرتے ہوئے دیکھا اور اس خوبی سے نقل کر رہے تھے کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ چنانچہ میں آڑ میں کھڑی ہو کر کچھ دیر تک ان بچوں کا تماشا دیکھتی رہی۔ بڑا بچہ ماں بنا ہوا تھا اور چھوٹا بچہ ملازمہ کی نقل کر رہا تھا۔ جس لہجہ میں ماں نوکروں کو گالیاں دیا کرتی ہے بالکل اسی لہجے میں بڑا بچہ چھوٹے بچے کو گالیاں دے رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں شرماکر خاموش ہو گئے۔ جب ان بچوں کی ماں سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ہر وقت اپنے بچوں کے سامنے بھی ماماؤں کو گالیاں دیا کرتی ہیں۔ یہی باتیں آپ کے بچے بھی سیکھ رہے ہیں اور آپ کی نقل کرتے ہیں۔ آئندہ اپنے گفتار و کردار میں بہت احتیاط ملحوظ رکھئے۔ ورنہ بعد کو سوائے تاسف و افسوس کے کچھ نہ حاصل ہوگا اور اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ ماں اب تک بہت غافل تھی۔ میرے کہنے سے اب وہ ہوشیار ہو گئی۔

اسی طرح اگر ہم خیال کریں تو ہر قسم کے اخلاق و عادات کی اصلاح کر سکتے ہیں اور نیک اطوار و خصائل کی بنیاد ڈال سکتے ہیں۔ رواداری اور مساوات کے سبق بھی بچے اپنے گھر ہی سے سیکھتے ہیں۔ ان کو صرف یہ بتا دینا کافی نہیں ہے کہ بچو! تم کسی سے لڑو جھگڑو نہیں۔ سب کے ساتھ یکساں پیش آؤ۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ بلکہ عملی زندگی میں بھی ان سب باتوں کا تصور کرانا ضرور ہے۔ مثلاً بعض بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی کھانے پینے کی عمدہ چیز یا کھلونے وغیرہ گھر کے بچوں میں تقسیم ہوتے ہیں تو ہر بچہ سب سے زیادہ چیز لینے کی کوشش کرتا ہے خواہ اس کی وجہ سے دوسرے بچے بالکل محروم کیوں نہ رہ جائیں۔ اس قسم کی خصلت کی نشو و نما ہونے دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے بڑے ہو کر خود غرض اور بے انصاف ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر یہ سمجھانا چاہیے کہ ہر بچے کے حقوق مساوی ہیں۔ کسی کو ایک دوسرے پر فوقیت نہیں ہے۔ بلکہ ایسی عادت ڈالنی چاہیئے کہ بچے صلح و امن کے ساتھ بغیر لڑائی یا فساد کے خود ہی آپس میں سب چیزیں تقسیم کر لیا کریں اور والدین کو مطلق مداخلت کی ضرورت نہ ہو۔

اکثر بڑے بچے چھوٹے بچوں کو کمزور اور بے بس سمجھکر مارتے پیٹتے اور ستاتے ہیں اگر اس قسم کی عادت کا بچپن سے انسداد نہ کیا جائے تو ایسے بچے بڑے ہوکر ظالم اور فسادی ثابت ہونگے۔ بعض بیوقوف مائیں بچوں کی ان حرکات پر خوش ہوتی ہیں کبھی اُن سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کرتیں۔ لیکن ان حرکات سے روکنے کے لئے جبر و تشدد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نرمی کا برتاؤ ہونا چاہیے۔

والدین کو یاد رکھنا چاہئے کہ بچوں کی تربیت و درستی اخلاق و اطوار کے لئے بچپن کے شروع سال بہترین ثابت ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں بچے زیادہ اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک ہری پتلی ڈالی آسانی سے جھکائی جاسکتی ہے اور پھر جب پڑھکر سخت اور موٹی ہو جاتی ہے تو اس کا جھکانا مشکل ہے۔ اسی طرح شروع میں بچوں کو بھی جس طرف جھکایا جائے اس طرف جھک جاتے ہیں۔ اسی لئے اس زمانے میں ان کو جو کچھ سکھایا جائے اسے وہ بغیر کسی دقت کے سیکھ لیتے ہیں۔ اور جو راستہ انھیں دکھا دیا جاتا ہے اس پر بغیر پس و پیش کے چلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لہذا شروع ہی سے نیک عادت ڈالنے کی کوشش کرنی چاہئے اور بری خصلتوں کو چھڑانے کی تدابیر عمل میں لانی چاہئیں اگر کوئی بچہ جھوٹ بولتا ہے۔ چوری کرتا ہے۔ دوسروں کی چغلی کرتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آتا ہے تو ان بری عادتوں کا انسداد فوراً ہونا چاہئے۔ ان حرکات کو ایک معمولی بات سمجھکر غفلت کرنا یا ان کے متعلق پند و نصائح کے لئے کوئی فرصت وقت مقرر کرنا غلطی ہے۔ اس سے بچے اور دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ والدین ہماری سب حرکات کو بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اس لئے بچے جب کوئی بری حرکت کریں تو اس سے باز رکھنے کی تدابیر فوراً عمل میں لائی جائیں اور ان کو بخوبی ذہن نشین کرا دیا جائے کہ یہ بری بات ہے بلا تامل سزا دینا بھی نامناسب ہے۔ کیونکہ بہت سے بچے محض نادانستگی میں مذموم حرکتیں کر گزرتے ہیں اور اگر ان کو اچھے برے کا فرق بتا دیا جاتا ہے تو بغیر سزا دئے ہوئے وہ سمجھ جاتے ہیں اور آیندہ ایسی باتوں سے خود پرہیز کرنے لگتے ہیں۔

بچے اپنے کاموں کی تعریف سُن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ جب ان کے اچھے کردار و افعال کی مناسب داد نہیں ملتی تو وہ بے دل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمکو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً ان کی تعریف کر دیا کریں۔ اگر بچے سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے اور وہ اسے سچ سچ بتا دیتا ہے تو اتنا کہدینے میں کوئی ہرج نہیں شاباش بچے! تم بہت سچے بچے ہو۔ ایسے ہی ہمیشہ سچ بولا کرو۔ یا اگر کوئی بچہ دوسرے سے لڑ رہا ہے اور منع کرنے سے فوراً لڑنے سے باز آتا ہے تو اس وقت بھی اس کی تعریف کر دینی چاہئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت تعریف کی جائے۔ اس سے تعریف کی کوئی وقعت نہ رہے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ بچوں کے اخلاق و اطوار کی درستی اعمال و افعال کے ذریعہ سے ہونی چاہئے جو ان کے لئے نمونہ بن سکیں۔ محض زبانی ہدایات و نصائح زیادہ مفید نہیں ہیں۔ بری عادتوں کی بیخ کنی شروع ہی سے ہونی چاہئے۔ بعد کو بہت دشواریاں پیش آتی ہیں۔

مسز سید احمد مچھلی شہری

شیر خوار بچے کی غذا

بچے کی قدرتی اور فطرتی غذا اُس کی ماں کا دودھ ہے، اس غذا کے برابر یا اس سے بہتر اور عمدہ نہ کسی گائے بھینس بکری کا دودھ ہے۔ نہ تمام دنیا کے کارخانوں کا بنا ہوا ڈبوں میں بند کیا ہوا دودھ اور نہ کوئی سائنسداں آج تک اس دودھ کی پوری اور صحیح نقل اتارنے میں کامیاب ہوا ہے۔

ماں کا دودھ ذائقہ میں خوشگوار، جلدی ہضم ہونے والا اور طاقت دینے والا ہوتا ہے، اور چونکہ براہ راست ماں کی چھاتی سے بچے کے منہ میں آتا ہے، اس لئے اس کی حرارت وہی ہوتی ہے جو ماں اور بچے کے جسم کی طبعی حرارت ہے۔ اس کا ذائقہ نہیں بدلتا۔ اس کی بو خراب نہیں ہوتی۔ اس میں جراثیم یعنی بیماریوں کے کیڑے داخل نہیں ہونے پاتے۔ گرد و غبار اور دھوئیں کے ذرے اس کے اندر نہیں آسکتے۔ اور سب سے بڑی خوبی اس کی یہ ہے کہ اس میں وہ تمام چیزیں صحیح نسبت اور پوری طاقت میں موجود ہوتی ہیں۔ جو بچے کی صحت اور نشو و نما کے لئے ضروری ہیں۔ پس وہ ماں یا جاہل ہے یا ظالم جو اپنے بچے کو اپنا دودھ نہیں پلاتی اور بدنصیب ہے وہ بچہ جو اس نعمت سے محروم رہتا ہے،

پیدائش کے پہلے ہی دن بچے کو دودھ پلانا شروع کر دو پہلے دو دن کا دودھ مقدار میں کم مگر قبض کشا تاثیر رکھتا ہے، اس سے پیٹ صاف ہو جاتا ہے اور گھٹی یا کیسٹر آئل وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، چنانچہ پہلے دو دن چار یا پانچ دفعہ روزانہ دودھ پلائیں۔ تیسرے دن دودھ باقاعدہ اُترا آتا ہے تندرست اور پورے وزن کے بچے کو دن میں چار چار گھنٹہ بعد دودھ پلانا چاہئیے، اور رات کو بالکل نہیں۔ کمزور اور چھوٹے بچے کو بجائے چار کے تین تین گھنٹہ کے وقفہ بعد دینا چاہئیے۔

عام گھروں میں بچے کو پیدا ہوتے ہی گائے کا دودھ قسم قسم کے شربت اور طرح طرح کے جوشاندے اور دوائیں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ دودھ پلانے میں بہت افراط سے کام لیا جاتا ہے۔ بچہ کسی سبب سے روتا ہو، سردی لگتی ہو، پیشاب سے بدن اور کپڑے گیلے ہو گئے ہوں۔ زیادہ خوراک سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ غرض کوئی بھی سبب ہو یہی سمجھیں گے، بھوک لگی ہے چنانچہ دودھ پلایا جاتا ہے۔ بدہضمی ہوتی ہے بچہ تھوڑی دیر کے بعد پھر اس سے بھی زیادہ شدت سے روتا ہے۔ پھر کئی قسم کی دوائیں، عرق، گرائپ واٹر، سوڈا، جلاب، افیم وغیرہ دئے جاتے ہیں، ان سب دواؤں سے یہ خرابی اور بھی بڑھتی ہے بیچارہ

دنیا میں آتے ہی دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایک خوراک کی زیادتی دوسرے دواؤں کی بھرمار۔
اگر ماں کی صحت درست ہے تو نہ کسی بناوٹی دودھ کی ضرورت ہے نہ دوا کی۔ بڑا ہو یا بچہ غذا کی زیادتی سے قے، بدہضمی، اسہال، پیچش وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر سوئے ہضم کی یہ کیفیت بہت دیر تک جاری رہے تو بچہ ایک ایسی پیچش یا اسہال میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے نجات پانا بہت مشکل اور بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے
بچے کے دودھ پلانے کے وقت مقرر ہونے چاہئیں، اور ان اوقات کے درمیان سوا پانی کے اور کوئی چیز نہ دو۔ رات بھر بچے کے معدے کو آرام چاہیئے، اس لئے رات کو سوتے وقت دودھ پلاؤ اور پھر صبح اُٹھ کر پلاؤ، اس سے بچے کو رات کو اٹھنے کی عادت نہیں پڑتی۔ بچہ نہ خود اٹھتا ہے نہ ماں اور باقی گھر والوں کو اپنی چیخ پکار سے بیزار کرتا ہے۔ وہ مائیں جن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ادھر بچہ رویا ادھر اس کے منہ میں دودھ ٹھونس دیا۔ وہ اپنی صحت، آرام اور خوشی کھو بیٹھتی ہیں۔ اور بچے کو بھی اس کی صحت اور آرام سے محروم کر دیتی ہیں۔
وہ مائیں جو اپنی اور اپنے بچے کی صحت کو درست اور زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتی ہیں ان کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو خود دودھ پلائیں۔ وقت پر پلائیں۔ دودھ کے علاوہ کوئی خوراک نہ دیں شربت، پیٹنٹ دوائیں اور جوشاندے قطعی بے فائدہ بلکہ اکثر و بیشتر نقصان دہ ہوتے ہیں۔

سید ممتاز حسین۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لاہور۔

سکون شب

لامحدود آسمان! قدرت کی خوبصورت تصویر سوائے تیرے اور کون محفوظ رکھ سکتا ہے۔ سورج اپنی بساط سلطنت کو الٹ کر عمیق اتھاہ تاریکی میں ڈوب گیا میں حیرت و استعجاب سے روشن ستاروں کو دیکھتی ہوں، تمام کائنات تیرے نقرئی جلوؤں کی چادر میں لپٹی ہوئی امن و راحت کے خواب دیکھ رہی ہے، شب پرسکون کی آرام دہ تاریکی مجھے بھی اپنا رازدار بنالے، میں بھی ان سرمدی گیتوں کو سن سکوں، جو پاک فرشتے تیرے تقدس میں گا رہے ہیں جن کے شفاف آنسوؤں کے سفید قطرے گھاس کی ہر پتی پر چمک رہے ہیں، مجھے بھی سننے دے، وہ غمگین گیت جو آفتاب کی آخری کرنوں نے شکستہ ہو کر تیری رنگین سطح پر چھوڑے ہیں مجھے بھی گانے دے وہ مغموم گیت جو دن بھر کی تلخیوں نے میرے شکستہ دل پر چھوڑے ہیں۔ زندگی کے متعلق غور و تامل کرنے پر رنج کے سوا جب کچھ نہیں ملتا تو میرے آنسوؤں کے قطرے المناک ہو کر بے اختیار ٹپکنے لگتے ہیں، اس کٹھن سفر سے تھک کر میں انتہا فکرمند ہو جاتی ہوں، دن نکلنے کے قریب تازہ غم پھر مجھے دیوانہ بنا دینگے، نقارۂ صبح کی شدید خبریں میرے رنجور دل کو زیادہ زخمی کردینگی نقاب پوش رات مجھے بھی اپنے دامن امن میں چھپالے

ایس۔ بی طاہرہ

سرنگاپٹن

آہ! کون سا ایسا دل ہوگا جو سرنگاپٹن کو دیکھنے کے بعد مضطرب و بے قرار نہ ہوا ہو، کونسی ایسی آنکھ ہوگی جس نے یہاں کے مناظر دیکھنے کے بعد آنسو نہ بہائے ہوں۔ جب شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا جاہ و جلال زد ریبہ تھا اور تاریخی یادگاریں مٹ گئی تھیں تو جنوبی ہند میں سرنگاپٹن ہی ایسا بارونق شہر تھا جیسا اسپین کے بعد غرناطہ۔

سرنگاپٹن کو خشکی کا جزیرہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے اطراف کو دریائے کاویری گھیرے ہوئے ہے۔ یہ آج سے دو سو سال قبل ایک معمولی سا گاؤں تھا۔ اور یہاں پالیگار حکومت کرتے تھے جو شاہان بیجاپور کو ہر سال خراج ادا کیا کرتے تھے۔

حیدر علیخاں بہادر رح راجہ میسور کی فوج میں پہلے پہل ایک نائک کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اسوقت راجہ میسور کے زیر اثر صرف بتیس قریہ جات تھے۔ اس زمانہ میں بہت سے پالیگار ملک میسور کے اطراف و اکناف میں سکونت پذیر تھے جن میں مدگری، چتلدرگ اور بنگلور کے پالیگار خصوصاً بہت جواں مرد تھے، جو کہ مضبوط ترین قلعہ جات تعمیر کرا کر مقیم تھے، ان قلعوں کا تسخیر کرنا تو کجا وہاں تک رسائی بھی ناممکن تھی۔ غرض حیدر علیخاں بہادر رح اپنی ہوشیاری اور جوانمردی سے رفتہ رفتہ فوج کے سپہ سالار بن گئے اس وقت ان کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا۔ فتح ان کے قدم چومتی تھی۔ یہ دیکھکر راجہ میسور نے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔ حیدر علی نے مدگری، چتلدرگ اور بنگلور کے پالیگاروں کو بھی شکست دی اور خود حاکم بن گئے۔

سرنگاپٹن پایہ تخت قرار دیا۔ اور شہر کو آراستہ و پیراستہ کیا قلعہ اس قدر مضبوط و پائدار بنوایا تھا کہ عقل دنگ رہجاتی اور اطراف میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں، جس کی شہادت آج بھی اس کے منہدم شدہ نشانات دے رہے ہیں۔ قلعہ میں چار سو مورچہ بندی، فصیلیں، برج، تہ خانے، سرنگیں اور غنیم کا قیدخانہ اس انداز سے تعمیر کرائے تھے کہ گویا طلسم خانہ تھا، اس شہر کے دیکھنے سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہونچتی ہے کہ حیدر علی خاں بہادر رح اور ٹیپو سلطان شہید کے عہد حکومت میں یہ شہر بہت ہی پُر رونق تھا۔ گویا جنت ہی جنت تھا۔ دریائے کاویری اس قصبے کے گرد گھیرے ہوئے ہے جس سے اس کی رونق اور بھی دوبالا ہو رہی ہے۔ شہر کیا ہے

گویا بہارستان ہے۔ شہر میں ایک مسجد دو منزلہ بہت ہی اونچی ہے۔ بالائی حصہ میں نماز ادا کرتے ہیں، اس کے مینار بہت ہی اونچے ہیں اور میناروں پر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں، ایک مینار جو دائیں جانب ہے مقفل ہے جس کا سبب مینار کی شکستگی بتاتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اُس طرف مسلمانوں کے مکانات واقع ہیں۔ بائیں مینار پر لوگ چڑھتے ہیں، اوپر سے نیچے اگر دیکھیں تو بڑے سے بڑا آدمی بھی ایک لڑکا سا نظر آتا ہے۔ اب سرکار میسور نے میناروں پر برقی روشنی کر دی ہے۔ یہ مسجد اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔ اس کے پہلو میں ایک مندر ہے جو رنگا کا مندر مشہور ہے۔ بعض غیر مسلم حضرات ٹیپو سلطان رح کو متعصب ظاہر کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر اصلی واقعات کا مشاہدہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کی ذات سے کتنے غیر مسلم فیضیاب ہوتے رہے۔ اگر وہ متعصب ہوتے تو اس مسجد کے پہلو میں مندر کا قیام ہرگز ہرگز گوارا نہ کرتے اور منہدم کر دیتے۔ نیز حیدر علیخاں بہادر سے لیکر ٹیپو سلطان شہید کی شہادت تک دیوان یعنی وزیر اعظم ایک برہمن پورنیا تھا۔

یہاں ایک دریا دولت باغ ہے جس میں ایک محل ہے جو حیدر علیخاں بہادر رح و ٹیپو سلطان کا حکومت گاہ تھا۔ یہ محل بھی عجیب ہی قسم کا ہے اور دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی کاریگری دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے جن کی کاریگری سے دنیا متحیر ہے۔ یہ محل دریائے کاویری کے ساحل پر ہے۔ محل سے کاویری کا فاصلہ سو گز ہوگا۔ محل بہت ہی موزوں مقام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ہوا بہت ہی خوشگوار چلتی ہے، کاویری کی موجوں کا تھپیڑے دینا اس کے لطف کو اور بھی دوبالا کر دیتا ہے محل کی دیواروں پر میسور کی جنگوں کے پورے پورے واقعات مصور کئے گئے ہیں۔ ایک طرف ٹیپو سلطان کی آمد کا غل ہو رہا ہے۔ اتنے میں ٹیپو سلطان ہاتھی پر بیٹھے آرہے ہیں، تمام فوج مودب ایستادہ ہے، ایک طرف جنگ ہو رہی ہے۔ کسی کا سر کٹ کر گرا ہے، کسی کے گولی لگی ہے۔ کوئی بیچارا سسک سسک کر دم توڑ رہا ہے۔ غرض کل واقعات دیواروں پر نظر آتے ہیں۔ محل بہت ہی بے نظیر ہے افسوس کہ ٹیپو سلطان کے شہید ہو جانے کے بعد یہ شہر ویران ہی ہوتا گیا۔ اور بہت سی تاریخی یادگاریں منہدم کر دی گئیں۔ قلعے کے صرف نشانات ہی رہ گئے، جو کچھ کہ یہاں شاہی اسباب تھا بہت سا رالٹ گیا باقی جو بچا وہ میسور لایا گیا جو کہ جگن موہن بنگلے میں رکھا گیا ہے، یہاں سے تین میل پر لال باغ ہے، جہاں گنبد واقع ہے جس کے اطراف میں چمن لگا ہے جس میں درخت میوہ جات اور ہر قسم کے پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں، انسان جب گنبد میں قدم رکھتا ہے تو بدن میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ پتھر کے دل والا انسان بھی آنسو بہائے بغیر واپس

نہیں ہوتا، گنبد میں تین مزارات ہیں۔ ایک حضرت ٹیپو سلطان شہید کا۔ دوسرے حیدر علی خاں بہادر کا تیسرا والدہ ٹیپو سلطان کا۔ یہ گنبد حیدر علیخاں بہادر کی حین حیات میں تیار کیا گیا تھا۔ سارا گنبد سنگِ مرمر سے بنایا گیا ہے اس میں ایسا عمدہ نقش ونگار کیا گیا ہے کہ ہر شخص محو حیرت ہو جاتا ہے۔ پتھروں پر نقش ونگار، بیل بوٹے اس سلیقہ سے کندہ کئے گئے ہیں گویا ہاتھ سے کاغذ پر نقش ونگار کیا گیا ہے۔ گنبد میں پہونچکر ہر شخص کلیجہ مسوس کر رہجاتا ہے۔ افسوس ایک وہ زمانہ تھا کہ ان کے نام کا سکہ رواں تھا حکومت تھی۔ نوبت نقارے بجتے تھے، جس کے نام سے سارا یورپ کانپتا تھا۔ آج اسی بادشاہ کے مزار پر حسرت برس رہی ہے۔

یہاں بہت سی خانقاہیں ہیں اور پہلو میں ایک مسجد ہے۔ گنبد کے اوپر سونے کا ایک بہت بڑا کلس لگا ہوا ہے۔

گو آج شیر میسور پیوند خاک ہے۔ مگر اس کے کارنامے رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔

فخر زیبا ہے تجھے ارض سرینگپٹن تجھ میں سوتا ہے کوئی فخر سلاطین زمن

افضل النساء (از نلپلور)

چند تجربات

پھلوں کو دیر تک محفوظ رکھنے کا طریقہ پھلوں کو سرد مقام پر رکھا جائے، پہلے ان پر ایک تہہ بھوسے کی رکھی جائے، پھر عمدہ اور بے داغ فروٹ کی تہہ جمائی جائے، غرضکہ اسی طرح ایک بھوسے کی اور ایک تہہ فروٹ [illegible] کی جمائی جائے، ہیں انچ تک جمائی جائے اس سے زیادہ تہہ نہ جمائی جائے اس وجہ سے کہ اوپر کی تہہ کے بار سے نیچے کے فروٹ اور پھل جائیں گے،

اصلی شہد کی پہچان پانی پیالے میں لیکر شہد کی بوند پانی میں ڈالئے، نیچے تک جاکر بوند اپنی اصلی حالت پر رہے تو اصلی ہے اور اگر پانی میں گھل جائے تو نقلی ہے،

اصلی ہینگ کی پہچان ہینگ کو آگ پر ڈالتے ہی اگر بو آئے تو اصلی سمجھنا چاہیئے، اگر بو دیر میں آئے یا کم آئے تو نقلی سمجھنا چاہیئے

زعفران کی پہچان زعفران لیکر گندھک کے تیزاب میں ڈالئے۔ اگر رنگ کالا ہوکر سرخ ہو جائے تو اصلی ہے اور نیلا رنگ ہو جائے تو نقلی ہے

سنہری بیلوں کی پہچان سنہری بیل کا تھوڑا سلمہ لیکر دیا سلائی سے جلائے۔ اگر جل کر سیاہ ہو جائے تو جھوٹا ہے اور اصلی حالت پر رہے تو سچی ہے۔

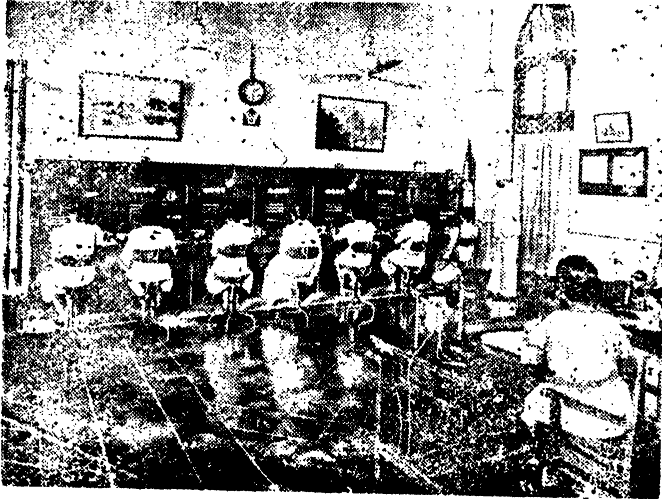
راقمہ ا۔ ب جعفری



مس ی-کے-راجن
پدوکوٹہ لیجسلیٹو کونسل کی
خاتون ممبر



ہسپانیہ میں فاسسٹ خیال کی تعلیم



غیر ممالک میں ٹیلیفونوں پر خواتین اوپریٹر



ہسپانیہ کی خواتین کا ایک باغی دستہ

ان میں سے کسی کی بھی عمر ۲۲ سال سے زائد نہیں ہے یہ ہر وقت ہتھیاروں سے
لیس لڑائی کے لئے تیار رہتی ہیں۔

چھتیس گڈھ کے عقیدے

چھتیس گڈھ کے باشندے ہندوستان کی نہایت پرانی نسل کے ہیں۔ یہ لوگ جادو ٹونے، ٹوٹکوں کے بہت معتقد ہیں اور نعوذ باللہ خدا کو ایک معذور ہستی سے زیادہ خیال نہیں کرتے۔ موت اور حیات کا مالک بیگا یعنی جادوگر کو سمجھتے ہیں مرد جادوگر کو بیگا یا ٹوہنا کہتے ہیں۔ اور جادوگر عورت کو ٹوہنی کہتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال ہے کہ ہر گاؤں میں ایک نہ ایک بیگا یا ٹوہنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی وبا گاؤں میں پھیلتی ہے تو اس کا سبب یہی ٹوہنا یا ٹوہنی قرار دیئے جاتے ہیں۔ اس خیال سے کہ وبائیں ان کے تابع ہوتی ہیں اور انہی نے وبا کو دعوت دی ہے۔ وبا کو بند کرنے کے لئے بڑے بیگے تلاش کئے جاتے ہیں۔ جو گاؤں میں آتے ہیں۔ اور گاؤں والوں سے چندہ کرکے کچھ چیزیں مثلاً لال کپڑا۔ ناریل، پان۔ گوگر۔ مرغی بکرا۔ لکڑی اور لوہے کی کیلیں وغیرہ خریدتے ہیں اور گاؤں کے باہر جا کر دوسرے گاؤں کی حد میں کچھ چیزوں کو جلاتے ہیں۔ اور مرغی۔ بکرا جھٹکے سے مار کر کھاتے ہیں۔ جب تک وبا بند نہ ہو یہ عمل برابر جاری رہتا ہے۔ البتہ پہلا بیگا ناقابل تصور کیا جاتا ہے۔ اور دوسرا آکر اس کی جگہ لیتا ہے۔ اور جس کی باری میں وبا بند ہوتی ہے وہی ممتاز ہوتا ہے زیادہ تر بیگے خانہ بدوش ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی عمل کے بعد وہ ناقابل قرار دیا جاتا ہے۔ اسے مستقل بیگا قرار نہیں کیا جا سکتا۔

گاؤں والے ایک نہ ایک مرد کو اپنے گاؤں کا ٹوہنا اور ایک نہ ایک عورت کو ٹوہنی خیال کر لیتے ہیں۔ اس پہچان کے لئے کہ کون ٹوہنی یا ٹوہنا ہے کئی علامات ہیں۔ مثلاً کسی نے کسی کی خیریت دریافت کی۔ اور وہ اس کے بعد بیمار ہو گیا۔ راستہ چلنے میں دھکا لگ گیا اور وہ یا اس کے گھر میں کوئی بیمار ہوا، نہانے میں کسی کے اوپر چھپٹ گر گئی۔ اور وہ بیمار ہو گیا وغیرہ وغیرہ جس کو گاؤں والے ٹوہنا یا ٹوہنی سمجھ لیتے ہیں اس سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس کے سامنے اپنے بچوں کو نہیں نکلنے دیتے۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ وہ بچے کو کھا جائے گی،

وبا کے زمانہ میں ٹوہنا یا ٹوہنی کا گاؤں میں رہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی بیمار ہوتا ہے اس وقت اس کو پکڑ کر گاؤں والے مارتے ہیں۔ اور اس کو صحت دینے کے لئے کہتے ہیں۔ اگر کوئی اچھا ہو جاتا ہے تو اس کا یقین اور پختہ ہو جاتا ہے۔ ٹوہنا اپنی جان بچانے کے لئے صحت کا وعدہ کرتا ہے۔ اور کچھ منتر پڑھ کر پھونکتا ہے۔ اور کوئی چیز دیتا ہے، جو بدن پر ملی جاتی ہے یا کھلائی جاتی ہے۔ عام طور پر بیماری کی خبر ہوتے ہی ٹوہنا ڈر کی وجہ سے لاپتہ ہو جاتا ہے۔ اور جب تک کہ صحت یا موت نہ ہو جائے وہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک چشم دید واقعہ ہے کہ موضع نان گھاٹ (ضلع درگ) میں ایک کھیوٹ بسرام رہتا ہے جس پر ٹوہنا ہونے کا یقین بستی والوں کو ہے۔ ۱۹۳۲ء میں میرا چھوٹا بھائی سخت بخار میں مبتلا ہوا۔ اور اس کو ڈبل نمونیا ہو گیا۔ اور اس کی زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ والد صاحب دورہ پر تھے۔ اس روز تقریباً دس بجے واپس آئے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب مسٹر گاس کو اطلاع دی کہ لڑکے کا علاج کریں۔ مگر گاؤں والے مصر تھے کہ ڈاکٹر کو مت بلاؤ، ان کی فیس بہت جائیگی۔ بسرام کو بلا کر اس کی مرمت کراؤ،

بچہ ابھی اچھا ہو جائیگا۔ مگر والد صاحب اس پر راضی نہ ہوے۔ اور اس وقت انہوں نے لوگوں کو ٹال دیا۔ بستی والوں کے چلے جانے پر لبسرام بھی عیادت کو آیا۔ اس کو دیکھکر والد نے اُس سے ہنس کر کہا، کہو لبسرام کیا حال ہے۔ اس وقت اس نے کہا کہ آپ کا لڑکا بیمار رہے مجھکو کوئی ڈر نہیں ہے۔ اور میں اس کو دیکھنے آیا ہوں۔ اگر کسی دوسرے شخص کا لڑکا بیمار ہوتا تو سب مجھکو ڈہونڈہتے اور میں ایسا غائب ہوتا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلتا کہ کہاں ہوں۔

۱۹۳۳ء میں ایک بیراگی لڑکی کو سانپ نے کاٹ لیا۔ علاج کرنے کے لئے گاؤں والے لبسرام کو ڈھونڈہنے لگے، وہ ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ لڑکی مر گئی، لڑکی کی ماں نے بیان کیا کہ کل میری لڑکی بازار جا رہی تھی اسوقت لڑکی سے پوچھا تھا کہ تو کہاں جا رہی ہے۔ لڑکی نے کہا کہ بازار، اور آج سانپ نے کاٹا ہے، اس سے سب کو شک ہوا کہ اسی لبسرام نے ٹونا کر کے سانپ کو بھیجا ہے۔ اور اسی نے سانپ سے چوسوا دیا اور وہی موت کا باعث ہوا۔ بستی والے لبسرام کو ڈہونڈہتے رہے، اور جب لبسرام دو ماہ کے بعد ملا تو لوگوں نے اس کو مارا۔

۱۹۳۴ء میں چھتیس گڈہ میں سخت ہیضہ پھیلا۔ یہ وبا دو ماہ تک رہی اور کوئی گاؤں اس وبا سے نہیں بچا تھا۔ اکثر گاؤں میں لوگوں نے ان عورتوں کو مار ڈالا جن پر ٹوہنی ہونیکا شک تھا۔ ایک قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ جب کوئی اُن کو لکڑی سے مارتا ہے تو وہ جلدی سے اس درخت کی پتیاں گن لیتی ہیں جس کی لکڑی ہوتی ہے اور مارنیوالا مر جاتا ہے۔ اس لئے جب کوئی ٹوہنی کو مارتا ہے تو تین چار املی کے درخت کی لکڑیاں ملا کر مارتا ہے اس خیال سے کہ املی میں پتیاں زیادہ ہوتی ہیں اور وہ گننے نہیں پاتی اس لئے مارنے والا محفوظ رہتا ہے اس موضع میں بھی ہیضہ ہوا۔ لبسرام غریب گاؤں چھوڑ کر چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد جب واپس آیا تو خدا کے فضل و کرم سے امن تھا۔ اس کے بعد پھر لوگ بیمار ہوئے، لوگوں نے لبسرام کو پریشان کیا۔ میرے والد نے گاؤں والوں کو سمجھایا۔ مگر وہ لوگ کہنے لگے کہ پولیس والوں سے مل کر لبسرام نے وبا کو نیوتہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے بستی والے بیمار ہو کر مر جاتے ہیں۔ مگر پولیس کا نہ کوئی آدمی بیمار ہوا نہ مرا۔ اصل وجہ پولیس کے بیمار نہ ہونیکی صرف خدا کا رحم ہی تھا اور احتیاط۔

۱۹۲۹ء میں جب میں یہاں آئی تو سب سے پہلے یہ قصہ میرے والد کو سنایا گیا۔ انہوں نے اس کو لغو کہہ کر سننے سے انکار کر دیا کو ادرٹے سے کچھ دور ایک نالہ تھا، کچھ دنوں کے بعد اس نالہ میں اچانک دس بجے رات کے مشعل سی جلتی دکھائی دی لوگوں نے والد کو یقین دلایا کہ ٹوہنی ہے اور یہ ٹوہنی ناچتی ہیں جو جل اٹھتی ہیں۔ والد صاحب نے لوگوں سے کہا کہ ٹوہنی کوئی چیز نہیں ہے اور تم لوگ خواہ مخواہ ڈرتے ہو، چلو دیکھیں کیا چیز ہے۔ اس پر وہ لوگ پہلے تو نہ مانے مگر والد صاحب کے اثر سے اس شرط پر رضا مند ہوے کہ سڑک چھوڑ کر نہ چلیں گے کیونکہ قسم کے مطابق جو ان کو خدا کے یہاں دیگئی ہے ٹوہنی سڑک پر چلنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گی اور یہ کہ والد صاحب سب کے آگے چلیں اس شرط پر یہ لوگ ہمراہ ہو لئے، وہاں پہنچکر دیکھا کہ کچھ آدمی شہد نکال رہے ہیں اور ہاتھوں میں مشعل لئے ہوئے ہیں اور جب کبھی ضرورتاً وہ لوگ مشعل اونچی کرتے ہیں تو وہ تھانہ میں دکھائی دیتی ہے۔ اور جب نیچی کر لیتے ہیں تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اور اسی کو وہ لوگ جلنا اور ناچنا بتاتے تھے۔ یہاں کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ٹوہنی ننگی ہو کر ناچتی ہے اور اس کے منہ سے جو رال ٹپکتی ہے وہ مثل شعلہ کے روشن ہوتی ہے)

اس کے علاوہ والد صاحب نے مجھ سے ایک اور واقعہ بیان کیا میں اسے بھی درج کرتی ہوں۔ مذکورہ بالا واقعہ کے بعد تھانہ کے ملازمین کی کچھ ہمت بڑہ گئی ہے ایک دن انہوں نے میرے والد کی غیر حاضری میں قریب کے گاؤں

میں چار پانچ مشعلیں جلتی ہوئی اور اس گاؤں کے باہر ایک روشنی آتی ہوئی دیکھی، ان لوگوں کی کچھ ہمت بڑھ گئی تھی اور چار آدمی دیکھنے کے لئے گئے، ان کے ڈر کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ انہوں نے یہ دیکھا کہ روشنی انہیں کی طرف آرہی ہے یہ بیچارے ڈر کی وجہ سے بیچ سڑک پر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک کے پیچھے دوسرا کھڑا ہو گیا۔ اگرچہ یہ لوگ بھاگتے تو نہ تھے لیکن خوف کی وجہ سے آگے والا اہٹ کر سب سے پیچھے ہو جاتا۔ اور وہ آگے والوں کی ہمت بڑھاتا رہتا اور یہ کہتا کہ ڈرو مت اگر ڈرو گے تو ڈو ہی تمہارا خون چوس لے گی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک بیل گاڑی ہے جو گاؤں سے باہر آ کر دوسری جگہ جا رہی ہے۔ اور اس میں ایک لال ٹین بندھی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی

زبیدہ خاتون

(بنت سراج الدین صاحب قدوائی)

بقیہ صفحہ ۵۰۸

عجیب و غریب دیوانی دنیا

"ہم لوگ عجیب و غریب دیوانی دنیا میں ہیں" آپ نے فرمایا "ہم لوگوں کے آرچ بشپ نے خود ہم لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ ابن آدم ایک ایسے طوفان سے دوچار ہو رہا ہے جو ہر قیمتی اور محبوب چیز کو چکنا چور کر کے رکھ دیگا۔ اسی کے ساتھ ساتھ حکومتیں ایسے اسباب فراہم کرنے میں مصروف ہیں جو دہشتناک منظر کی رفتار کو اور زیادہ تیز کر دیں گے۔"

انشاپرداز جنگ کے حامیوں پر منہ آتے ہیں اور طعنہ زن ہیں کہ یہ لوگ مجذوبانہ خواب دیکھنے والے ہیں۔ میں ان کے طعن و تشنیع کو ان ہی کی طرف مسترد کرتا ہوں۔ کوئل کی سرزمین (یعنی خواب و خیال کی دنیا میں) رہنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک دنیا کے نوجوانوں کو غیر مہذب قتل و غارتگری کے جنون میں مبتلا کر دیا تھا، اور اس کے خاتمہ پر نئی نسل کو نفرت اور مایوسی کی میراث عنایت کی۔

یہی لوگ ہیں جو دنیا کے نوجوانوں کو اس مرتبہ "کھوپڑی اور صلیبی ہڈی" (یعنی رنگ و نسل مترجم) کے نشان کے نیچے جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ دنیا کو بربریت سے نجات دلائیں۔

دیکھو غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا" آپ نے خاتمہ پر فرمایا! "کیونکہ تخفیف اسلحات کے لئے کوشاں قوم کا یہی مآل کار ہے"۔

ترجمہ الطاف کریم ایم اے

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکے گی۔

منیجر

دُنیا کی ماؤں کے نام

مسٹر جارج لینسبری (ممبر انگریزی پارلیمنٹ) کی دعوت

جنگ کی وحشیانہ حماقت کا خاتمہ کرو

آپ نے اپنے بیسویں پوتے کی پیدایش کے فوراً ہی بعد مزدوروں کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دنیا کی ماؤں سے اپیل کی کہ تم لوگ متحد ہو جاؤ۔ اور جنگ کی قاتلانہ اور وحشیانہ حماقت کا خاتمہ کردو۔

"میں نے" آپ فرماتے ہیں "دو دن کے پوتے کو گود میں لیا— ایک ننھے حسین بچہ کو —میں نے بچہ کی بشاش ماں کو بھی دیکھا، بشاش اس لئے کہ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے بچہ جیسی حسین شے کو پیدا کیا۔

جب میں نے اپنے قلب کو دیکھا تو اس میں یہ اندیشہ تھا کہ۔ اگر جنگ چھڑ گئی اور لندن، برلن اور پیرس پر بمباری شروع ہوئی اور نوزائیدہ بچے اور ان کی مائیں زہریلی گیسوں یا بم سے تباہ شدہ مکانات کی گرتی ہوئی دیواروں کا شکار ہو گئیں تو یہ کیسی بات ہوگی،

ماؤں کو متحد ہو جانا چاہیئے

"میں امید کرتا ہوں کہ دنیا کی مائیں متحد ہو جائیں گی اور ایک زبردست کوشش کرکے جنگ کی قاتلانہ اور وحشیانہ حماقت کا خاتمہ کردیں گی۔"

"اے عورتو! مسٹر لینسبری نے فرمایا" کیا یہ کوئی اطمینان بخش بات ہے کہ دوسری عورتوں کے بچے تمہیں بچانے یا تمہارا بدلہ لینے کے لئے ذبح کر دئے جائیں؟ اور اے عیسائیو کیا تمہیں وہ الفاظ یاد نہیں ہیں جن کی تعلیم یہ ہے کہ چکی کا ایک پتھر ہم لوگوں کی گردن کے گرد باندھ کر سمندر کے اندر پھینک دیا جانا ہمارے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے اس سے کہ خدا کے چھوٹے بچوں کو مجروح کرنے کے مجرم ٹھیریں'؟

اے عورتو! میں تم سے بھی درخواست کرتا ہوں اور تمہارے مردوں سے بھی کہ تم لوگ گھر جا کر اپنے حسین بچوں کو دیکھو اور انہیں کے اندر دنیا کے بچوں کو دیکھو اور عہد کرو کہ کوئی جنگ نہ ہونے دیں گے۔

امن کا وعظ کہو، اور مایوس کن مجبوری قسمت کو دور کرو، جو پیدایش جنگ کی حالتیں پیدا کرتی ہیں، اور گورنمنٹ کو اس بات کے لئے مجبور کرو کہ دنیا کو شہنشاہیت اور استبداد سے کنارہ کشی کرکے اس کی رہنمائی کرے۔ آؤ ہم لوگ مل کر ایک کانفرنس کریں قبل اس کے کہ معاصی جنگ کی ابتدا ہو۔

باقی دیکھئے صفحہ ۵۰۷ کالم ۲ پر

ہندوستان کے غربا

ہندوستان کے غربا کے متعلق مسٹر نوگوچی کے خیالات جو محترمہ بہن اشرف جہاں بیگم صاحبہ نے تہذیب میں تحریر فرمائے ہیں کس قدر قابل رنج و افسوس ہیں کہ غور کرنے سے دل میں ایک طوفان اور سینہ میں ایک تلاطم برپا ہوتا ہے لے کاش اس غریب ملک ہندوستان میں جہاں ہر طرف افلاس ہی افلاس ہے، کوئی ایسا دردمند دل رکھتا جو غریبوں کی تباہ حالی و بربادی سے اس قدر بےچین ہوتا۔ خیال کیجئے ایک غیر قوم غیر ملک کا آدمی بطور مہمان آئے اور ہندوستان کے غربا کا اس قدر احساس و غم لیکر جائے

مسٹر نوگوچی ایک دعوت سے غمگین ہوگئے۔ ایسی ایسی ہزاروں دعوتیں ہم اڑا جاتے ہیں۔ اگر کبھی مہمان کم آتے ہیں اور کھانا باسی ہوا جاتا ہے تب کہیں تھوڑا بہت ان غریبوں کو بھی مل جاتا ہے، ورنہ یوں ان کا کوئی خاص حصہ نہیں ہوتا۔ شادی بیاہ میں کثرت سے پکاتے اور کھاتے ہیں، لاکھوں روپیہ آن واحد میں خرچ کرڈالتے ہیں۔ غرض دل بہلانے کی خاطر روپیہ کی حقیقت نہیں سمجھتے، اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے ہیں، انتہا سے زیادہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ حال ہی کا ایک واقعہ ہے، ایک نواب صاحب کی لڑکی کی شادی نہ ہوتی تھی، عمر زیادہ ہوگئی تھی کسی نے کہا بہن صاحبہ اس طرح کبتک خاموش بیٹھی رہوگی بھلا ایسا بھی کہیں ہوا ہے۔ ہم تو ہزاروں جتن کرتے ہیں۔ آپ ایک کام کیجئے۔ صاحبزادی کو بر نہیں جڑتا ہے۔ تو گڑیا کا بیاہ رچائیے، دیکھئے صاحبزادی کی شادی اسی ماہ کے اندر ہوجائے گی۔ شادی تو خیر گڑیا کی تھی لیکن نواب صاحب کے گھر میں رچی تھی اکیسے چپ چاپ ہوجاتی۔ شادی ہوئی اور نہایت دھوم دھام سے ہوئی۔ مگر کئی ہزار کا قرضہ ہوگیا ہوگا، کیونکہ ہزاروں روپے لٹا دئیے گئے، ایسی ایسی کئی مثالیں ہیں جو رات دن ہماری آنکھوں کے پیش نظر ہیں۔ خیر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہندوستان میں کوئی غربا کا ہمدرد نہیں لیکن اس طرح کہ اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ اور کثرت سے مسلمان ہی مفلس نظر آتے ہیں جس کی پہلی وجہ ان کی اپنی فضول خرچی ہے۔ دوسری وجہ خود مسلمان ہی غریب مسلمان کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تھی، اللھم احیینی مسکینا و امیتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ یہ تو خدا کے پیارے رسول کی دعا تھی حضرت صدیق اکبر رض سے جب راہ حق میں امداد طلب ہوئی تو آپ نے سب کچھ نذر فرما دیا جب حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اے صدیق کچھ اہل و عیال کے لئے بھی ہے تو مسکرا کر فرماتے ہیں۔ ؎

پروانے کو شمع ہے عنادل کو پھول بس　　　صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

یہ تھی مسلمانوں کی خیرات، اب فلسطین مسلمانوں کے ہاتھوں سے کس قدر ظلم و ستم کے ساتھ چھینا جا رہا ہے۔ کسی نے اخبار میں لکھا تھا کہ ساری دنیا کے مسلمان صرف ایک دن روزہ رکھیں۔ اس سے جو کچھ پس انداز ہو وہاں کے عربوں کی امداد کے لئے روانہ کریں۔ مگر کسی نے اس طرف توجہ کی؟ خیر اس وقت ذرا آگے بڑھ گئی ہوں جن کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں وہ اوروں کی کیا خبر لیں گے، کیونکہ مسلمانوں نے جہاں اپنی بہت سی خوبیاں مٹا ڈالیں وہاں خیرات کا طریقہ بھی برباد کردیا۔ جہاں اور احکام خداوندی کو پس پشت ڈال کر صرف نام کے مسلمان رہ گئے وہاں زکوۃ کو بھی بہلا دیا۔ بہت کم ایسے ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں یا صحیح اصول سے خیرات کرتے ہیں، کیونکہ اکثر ایسے لوگ ہیں جو خیرات تو کرتے ہیں لیکن ملک کے اکثر افراد کو وہی کاہلی اور سستی سکھاتے ہیں، اور ان ہی لوگوں کی وجہ سے وہ لوگ جو محنت کرسکتے ہیں بھیک مانگنا عیب نہیں خیال کرتے، کیونکہ جہاں حضور اکرم نے غریبوں کی امداد کو ضروری فرمایا ہے۔ وہاں بھیک مانگنا بھی گناہ قرار دیا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو صرف نام کے لئے خیرات کرتے ہیں۔ بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں محفلیں کی جاتی ہیں، غریبوں کی امداد سے زیادہ

آپس میں شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ نیاز و نذر کا اس طرح خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ ناغہ نہیں ہوتی۔ فضول رسمیں نہیں بھلائی جاتیں۔ حلوہ، ملیدہ۔ تیل، پان سب ہی یاد رہتا ہے، یہ نہیں کہ ان سب چیزوں میں پیسہ خرچ نہیں ہوتا ہے بلکہ کثرت سے ہوتا ہے کسی پر بار نہیں گذرتا، لیکن زکوۃ جس کا دینا فرض ہے جس کو اعلیٰ سے اعلیٰ مالدار اور کم سے کم درجہ کا مالدار پورا کرسکتا ہے، اور ایسا فرض ہے کہ اس کا بجالانا لازمی ہے، ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضہ کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے سرکشی کی اور یہ کہنے لگے کہ اگر ہم زکوۃ دیں گے تو نماز نہیں پڑھیں گے اور اگر نماز پڑھیں گے تو زکوۃ نہیں دینگے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان قبائل سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اگر ایک اونٹ کا بندھن بھی جو زکوۃ کی وجہ سے اپنر واجب الادا ہے اگر وہ لوگ نہ دینگے تو میں ان سے لڑوں گا۔ کیونکہ زکوۃ کلمہ توحید کا حق ہے۔ اس کا ترک کرنا کسی طرح جائز نہیں نماز اگر ہم نہ پڑھیں تو یہ ہمارے حق میں برا ہے، اور گویا ہم نے حق خداوندی ادا نہیں کیا، لیکن اگر ہم زکوۃ نہ دیں تو ایک تو خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی دوسرے خدا کے بندوں کی حق تلفی کی جو ایک طرح کا ظلم ہے، کیا یہ ظلم نہیں کہ ہم خود تو اچھا کھائیں، اچھا پہنیں اور خوب مال اور دولت جمع کریں لیکن حکم خدا کے موافق غریبوں کو نہ دیں۔ افسوس ہم مذہب سے کیا غافل ہوئے کہ دین دنیا دونوں کھو بیٹھے۔ اسپر بھی یہ گھمنڈ ہے کہ ہم جنت کے حق دار ہیں، جنت کا حقدار تو وہ ہے جو خدا کے احکام کی تعمیل خوش اسلوبی سے کرے۔ خواہ وہ کوئی ہو، فی زمانہ اکثر مسلمانوں کو اگر فکر ہے تو یہ ہے کہ ہم اچھے رہیں۔ اگر آج ہمارے پاس زکوۃ سے جاری شدہ نادار فنڈ ہوتا تو کیوں نہ ہم ان لوگوں کی بھی امداد کرتے۔ جو غیر ممالک سے آئے ہوئے صدہا ستم رسیدہ غریب مرد عورتیں اور بچے دربدر بھیک مانگتے رہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں بغداد سے آئے ہیں، کربلا سے آئے ہیں۔ آفت رسیدہ ہیں مفلس ہیں۔ محتاج۔ خدا ہمپر رحم کیجئے۔ جواب ملتا ہے۔ خود ہمارے ہاں غریبوں کی کمی نہیں، لاکھوں فقیر، محتاج موجود ہیں، تم کو کیوں دیں، جاؤ محنت کرو، حالانکہ کسی کو بھی سوائے دو چار پیسوں کے کچھ نہیں دیا جاتا۔ ہمارے ملک کے سینکڑوں لاوارث بچے اور وہ بھی جو وارث رکھتے ہیں لیکن اس قدر غریب ہیں کہ پرورش نہیں کرسکتے، بدن پر چیتھڑے لگائے ہاتھ میں ٹوٹا ہوا برتن لئے دربدر مارے پھرتے ہیں۔ ہائے اللہ ان کا وہ ترس ترس کر نوالہ بھر دلانے مانگنا ایک پیسے کے لئے گریہ و زاری کرنا۔ سردی سے اکڑ اکڑ کر مرجانا صدہا دلوں کو غمگین کردیتا ہے

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے سے جب خون جگر کی آمیزش سے اشک پیازی نہ بن سکا

ہزاروں مسلمان تکلیفوں سے تنگ آکر اغیار کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ لوگ ان کی تسلی تشفی کرتے ہیں وہاں انہیں امن نصیب ہوتا ہے۔ کھانا اچھا نہیں ملتا، مگر ان کا پیٹ بھر جاتا ہے لیکن اکثر گھروں میں بڑے تکلف کے ساتھ صرف ایک وقت کا کھانا فقیروں کو کھلایا جاتا ہے۔ باقی اور دن وہ غریب بھوک سے تلملاتے ہیں، وہاں ان کو اچھا لباس نہیں ملتا لیکن صاف ستھرا اور ایسا کہ ان کا ستر ڈھک جائے۔ ان کی ہمدردی ایسی نہیں ہوتی کہ وہ غریب اپنی خیرات پر ایک مدت تک تکیہ کئے بیٹھے رہیں اور محنت مزدوری سے چرائیں وہاں ان کو یہ نہیں کہا جاتا کہ جاؤ محنت کرو کیوں بھیک مانگتے ہو، بلکہ خود کوشش کرکے کسی نہ کسی کام پر لگایا جاتا ہے۔ غرض وہاں ان کو زندگی کا راستہ ٹھیک بتایا جاتا ہے وہ لوگ نہ صرف اُن دربدر پھرنے والوں کی امداد کرتے ہیں۔ بلکہ از خود غریبوں کے گھروں کو جاتے ہیں انکی اصلاح کرتے ہیں، دکھ بیماری کے شریک ہوتے ہیں، ان کے گھروں کی گندگی دیکھ کر پیچھے ہٹتے۔ ہر طرح صفائی ستھرائی کی تعلیم دیتے ہیں وہ غریب اس برے وقت میں یہ تو نہیں خیال کرتے کہ یہ سب کس لئے ہو رہا ہے رفتہ رفتہ ان کی یہ ہمدردی ان دکھیا دلوں میں گھر کر لیتی ہے، کیونکہ دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت ساتھ دے۔ وہ دن دور نہیں کہ وہ نہیں تو ان کی اولاد عیسائی ہو کر رہے گی اور مسلمان منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔

میں پہلے بھی لکھ چکی ہوں کہ ہمارے ملک کے بعض افراد خود لوگوں کو بھیک مانگنا سکھاتے ہیں یعنی جب خیرات کرتے ہیں تو مستحقین

اور غیر مستحقین کا بالکل لحاظ نہیں رکھتے۔ اگر اس امر کا خیال رکھا جائے تو نہ ہماری قوم ایسی کاہل ہوگی نہ بھیک منگی۔ کیونکہ جو راہ چلتے بھیک مانگتے ہیں، ان میں سے اکثر بناوٹی ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کو بہت کچھ مل جاتا ہے، بلکہ بعض تو ان میں سے کافی روپوں کے مالک ہوتے ہیں اور اس قابل ہوتے ہیں کہ کافی محنت مزدوری کرکے حلال روزی کما کھائیں۔ ادھر شہر میں ایک فقیر ہر دوکان پر پھرا کرتا تھا جس کو کسی طرح فقیر کہنا درست نہیں۔ خاصہ تندرست و توانا چند مہمل کلمات دہراتا اور رو رو کر بھیک مانگتا پیسہ دو پیسہ لینے سے انکار کرتا، دینے والے بہت کچھ دے جاتے اور سمجھتے کہ ہم نے آج خدا کی راہ میں بہت کچھ خرچ کردیا۔ ایسی خیرات کا ہندوستان میں عام رواج ہے۔ اور جو شریف ہیں در بدر ہاتھ پھیلانا برا سمجھتے ہیں، ان کا دکھ سوائے خدا کے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ان غریبوں کا کوئی ہمدرد نہیں۔ جب تک ملک کے بسنے والوں کو اپنے ملک سے ہمدردی نہ ہو، ملک کی حالت سدھر نہیں سکتی۔ نہ معلوم ہم ہندوستانیوں کو کب ہوش آئے گا۔ اور کب اس ذلت اور پستی کو محسوس کرکے عیش و آرام کی زندگی ترک کرینگے۔ کاش کوئی حکومت سے یہ اپیل کرے کہ ہر عہدہ دار سے لیکر ادنی درجہ کے ملازم تک کی تنخواہ میں سے اور ہر بڑے تاجر سے لیکر معمولی دوکان دار تک غرض ملک کے ہر اس طبقے سے جو کماتا اور کھاتا ہے ایک خاص کمیٹی کے ذریعہ ہر ماہ فی روپیہ دو آنہ لے جائیں اور یہ ساری رقم رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کیجائے، کیونکہ اگر ہم زکوۃ کا نام لیں گے تو صرف مسلمانوں پر ہی فرض ہوگی۔ اس طرح ایسا راستہ اختیار کریں کہ ہندو اور مسلمان کا جھگڑا ہی نہ رہے، بلکہ سب مل کر خیرات دیں اور سارے محتاجوں کی اس طرح امداد کیجائے کہ ہر ایک ضلع میں بیکسوں کی ضروریات کو پورا کرنے والے دار المساکین قائم کئے جائیں اور ہر جگہ مرکز بہبودی اطفال کھولا جائے۔ ہونہار لڑکے اور لڑکیوں کو وظائف دئے جائیں غرض سارے امدادی کام کئے جائیں۔ یہ کام نہ صرف تنہا مرد کرسکتے ہیں بلکہ عورتیں اور مرد دونوں ملکر اگر کوشش کریں تو ملک سے غربت اور افلاس کی بہت کچھ کمی ہوجائے گی۔ میری اس رائے سے جس کو اتفاق ہو وہ ہمت اور کوشش سے کام لیں اور ملک سے اس قسم کا ایک قانون بنانے کی پُرزور درخواست کریں۔ مجھے امید ہے کہ ملک کے اکثر افراد اپنے آپ کو اس نیک خدمت کے لئے پیش کریں گے۔ یہ غفلت کی نیند آخر کب تک سوار رہے گی، صرف اچھا پہننا، اچھا کھانا اور مرجانا بھی کوئی زندگی ہے۔

کچھ کام کرو، کچھ سعی کرو، اور خدا کے لئے ملک کو اس قسم کی گداگری سے نجات دلاؤ، کیونکہ مفلسی ہی کی وجہ سے ملک کے اخلاق و عادات بھی تباہ و برباد ہورہے ہیں۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدرآباد (دکن)

نالۂ خاموش

مجبور ماں کے جذبات خلد آشیاں بچی کے فراق میں

کہاں ہے میری آنکھ کی روشنی
کہاں ہے میرے قلب کی تازگی
کہاں ہے مرا غنچۂ آرزو
کہاں ہے مرے باغ ارماں کی بو
کہاں ہے وہ چاندی کی تصویر آہ
کہاں ہے وہ تاروں کی تنویر آہ
کہو کچھ تو اڑتے ہوئے طائرو
خبر میری بلبل کی کچھ لائے ہو
بتا آہ اے بلبل نغمہ زن
کہیں تو نے دیکھا وہ غنچہ دہن
نہ کر چھیڑ زخموں سے بادِ صبا
میرے گل کی خوشبو تو پہلے سنگھا
چمکتے ہوئے اخترانِ حسین
میرا چاند دیکھا ہے تم نے کہیں
تو ہی آہ بحر رواں دے سراغ
کہاں ہے میرا گوہر شب چراغ
فلک کا فرشتو اٹھا دو نقاب
دکھا دو مجھے تم میرا آفتاب
نظر آہ گو میری ناشاد ہے
مگر دل کی دنیا تو آباد ہے
نہاں ہے وہ آنکھوں سے گو دل میں ہے
وہ لیلےٰ تصور کے محمل میں ہے
وہ معصوم مکھڑا وہ بھولی نگاہ
نگاہوں سے کیسے بھلا دوں میں آہ
ہمکنا ترا مسکرانا ترا
وہ معصوم بجلی گرانا ترا
وہ مخمل سے رخسار رنگیں ترے
قمر پاش لب ہائے لعلیں ترے
وہ زلفوں کی عارض پہ تیرے بہار
ہوں خورشید پر جیسے کرنیں نثار
جبین بقعۂ نور وہ تیری آہ
کشیدہ وہ ابرو کہ صدقے ہو ماہ
نگاہوں میں ہنستی ہیں حوریں ترے
نظر میں فرشتے سے تھے کھیلتے
مرے دل کی دنیا ہے تاریک آج
یہ روشن مکاں ہو گیا بے چراغ
ہے آغوش ویران ہے سنسان گھر
مجھے کاٹے کھاتے ہیں دیوار و در
دکھاؤں کسے چیر کر اپنا دل
رکھوں کیسے سینہ پہ پتھر کی سل
گئی ساتھ تیرے مسرت مری
کلی دل کی کھلتے ہی مرجھا گئی
نہیں جھیلے جاتے یہ رنج و تعب
مرے دل میں اتنی تمنا ہے اب
نہ بولوں کسی سے نہ میں کچھ کہوں
نظر پھیر کر سب سے میں چل پڑوں
کہاں! آہ اس قبر معصوم پر
ہے پوشیدہ جس درج میں وہ گہر
لگا کر کلیجے سے تربت کو آہ
ہمیشہ کو بس بند کر لوں نگاہ

بلقیس جمال بریلوی

خواب میری نظر میں

عصمت کے کئی نمبروں میں مختلف بہنوں کے خیالات خواب کے متعلق مطالعہ میں آئے۔ آج میں بھی اسی سلسلہ میں اپنے ناچیز خیالات ظاہر کرتی ہوں۔

اس میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجایش نہیں کہ بعض خواب مستقبل کے لئے پیشین گوئی اور آنیوالے واقعات کی حقیقت ہوتے ہیں۔ بڑی بوڑھیاں تو عموماً صبح کے خواب کو سچ مانتی ہیں، اور کچھ ایسے نکات سے وہ تجربہ رکھتی ہیں کہ ان کی بتائی ہوئی تعبیریں اکثر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ مگر یہ نئی پود جس میں خیر سے مرد عورت سب ہی شامل ہیں۔ خواب کو ایک واہمہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اور زیادہ تر پیٹ کی گرانی پر محمول کرتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ جو خیالات تمام دن دماغ میں چکر لگاتے رہتے ہیں وہی شب کو خواب کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

میں خود پہلے وحشتناک اور ڈراؤنے خواب دیکھکر متاثر ہوتی تھی۔ بلکہ جب کبھی کوئی مکروہ وحشتناک خواب دیکھا تو عمدہ تعبیر اور اچھے خیالات سامنے لے آئی۔ میرے اکثر خواب باوجود عمدہ تعبیر لانے کے ہمیشہ رنجدہ ثابت ہوئے، چنانچہ تجربہ نے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ پروردگار ضرور اپنے بندوں کو آنے والے حادثات کی اطلاع خواب کی شکل میں کر دیتا ہے۔ اب اسے انسان اپنی کج فہمی سے سمجھے یا نہ سمجھے، ورنہ بات یہ ہے کہ ہمیں خواب سے آئندہ ہونے والے واقعات کا علم ہوجاتا ہے، میری مراد تمام خوابوں سے نہیں ہے کہ انسان جو خواب دیکھے وہ ہمیشہ سچ ہوگا، بلکہ بعض خواب سچ ہوتے ہیں بعض نہیں۔ یہاں میں اپنے تین خوابوں کا مختصر حال لکھتی ہوں۔

میں نے اپنی عمر میں پہلا خواب جو نہایت المناک تھا ٹونک میں دیکھا، اے خدا ایسا خواب جس نے میری روح مردہ کر دی تھی زندگی میں اپنے حبیب پاک کے طفیل پھر مت دکھائیو۔ میں ٹونک میں تھی اور اپنی نند کے ہاں شہر سے دور "بروتی" میں مہمان گئی ہوئی تھی، ان کے ہاں میں نے رات کو خواب دیکھا، کیا دیکھتی ہوں کہ میری حقیقی ہمشیرہ نہایت غمزدہ سامنے سے چلی آرہی ہیں۔ اور ان کی ایک ٹانگ میں سے خون بہہ رہا ہے اور ان کا وہ پیارا پیارا نازک اور دلکش چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔ میں ان کو اس حالت میں دیکھکر دوڑکر انکے پاس گئی۔ اور بے ساختہ پکار اٹھی۔ آپا کیا حال ہے۔ آپ تو مرنے کے قریب معلوم ہوتی ہیں۔ افسوس میری

جواں مرگ بہن نے افسردہ لہجہ میں جواب دیا۔ ہاں سچ کہتی ہو، مجھ پر بجلی گر پڑی، گھبراہٹ سے فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ وہ انشاء اللہ تندرست ہو نگی۔ صبح تک جیسا وقت گذرا کیونکر لکھوں، دنیا پڑی گرم بستروں میں میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی، لیکن مجھے کسی کروٹ چین نہ تھا خدا خدا کر کے دن نکلا۔ میں نے ناشتہ کے بعد اپنی نند سے خواب کا حال بیان کیا۔ اور گھر واپس جانے کو کہا، چنانچہ گھر آئی اور فوراً دہلی اپنی مرحومہ بہن کو خط لکھا، غم سے اس قدر وارفتہ تھی کہ خط میں خواب کا حال صاف صاف لکھدیا، جواب کی تاکید لکھی۔ مرحومہ بہن کی قلم کا آخری خط جو مجھ ہجراں نصیب کے پاس ان کی آخری یادگار کے طور پر آجتک محفوظ ہے مجھے مل گیا۔ خط میں لکھا تھا میری پردیسن ننھی تمہارا خواب سچ نکلا۔ میری طبیعت خراب تھی، کوہلے میں پھوڑا نکلا تھا، آپریشن کرایا۔ اب اچھی ہوں تم دل بھاری نہ کرو، بات آئی گئی ہوئی، کیا کہوں کہ اس کے کچھ روز بعد ہی مجھ پر کیا گذری۔ افسوس میری نوجوان بہن نے عین عالم شباب میں عمر بھر کے لئے ہمیں سوگوار کر دیا۔

دوسرا خواب میں نے جاپان میں دیکھا کہ اب سے دور میرے بھائی بہت بیمار ہیں۔ میری والدہ محترمہ جو سات اولادوں کے داغ سینہ پر لئے غم کے آنسو رو رہی ہیں، بھائی کی بیماری سے از حد پریشان ہیں۔ اس خواب نے مجھے بولا دیا۔ ہندوستان اور جاپان کا فاصلہ خدا کی پناہ۔ خط کے آنے جانے میں دو مہینے چاہئیں، میں اپنی پھوٹی آنکھ کے ایک دیدہ کی خیر منانے کے لئے بارگاہ ایزدی میں گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگنے لگی کہ خدایا اس کی ٹوٹی بھی ہو تو اپنی رحمت سے جوڑ دیجیو اور میری شکستہ دل ماں پر رحم کیجیو، ان کی زندگی کا سہارا یہی ایک دم ہے۔ عرصہ بعد والدہ صاحبہ کا خط آیا جس میں لکھا تھا تمہارے بھائی کی آنکھ میں ہاکی کا میچ کھیلتے وقت سخت چوٹ آئی، آنکھ کے پپوٹے میں ٹانکے لگائے گئے۔ بہت تکلیف اٹھائی، شکر ہے اب خدا کا فضل ہے، تمہیں پریشانی کی وجہ سے نہیں لکھا تھا۔ آنکھ سلامت رہی سب کچھ بھر پایا۔

تیسرا خواب مئی ۱۹۳۵ء کی شب کو صبح کے وقت دیکھا کہ ماموزاد بہن کی صاحبزادی افسری بیگم یعنی میری بھانجی کی دہلی میں شادی ہو رہی ہے اور وہ دلہن بنائی جا رہی ہے۔ گھر میں بہت سے مہمان جمع ہیں، باوجود شادی کے ہنگامہ کے در و دیوار سے اداسی برس رہی ہے، ایک پلنگ پر ان کی معصوم بچی بنی لیٹی ہوئی ہے، دلہن کو شدت سے بخار چڑھا ہوا ہے۔ میں حیران و پریشان ایک ستون کے سہارے کھڑی ہوں اور دل میں سوچ رہی ہوں کہ ان کی شادی ہو چکی تھی بچی بھی موجود ہے۔ پھر کیوں دلہن بنائی جا رہی ہیں۔ آخر وداع کا وقت قریب آگیا۔ اسی دوران میں ایک طرف سے خالو جان صاحب مرحوم (مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم) جو مرحومہ بھانجی کے حقیقی پھوپا تھے آتے ہوئے نظر آئے وہ دلہن کے پاس ایجاب و قبول کرانے گئے، وہاں سے

(باقی صفحہ ۵۱۶ پر)

ناخن پینٹ کرنا

ناخون پینٹ کرنے کا شوق بہنوں میں آج کل روز بروز ترقی کرتا جارہا ہے، لیکن اکثر خواتین اس کے صحیح طریقۂ استعمال سے ناواقف ہوتی ہیں۔ اس لئے اپنی بہنوں کی خدمت میں چند باتیں اس سلسلہ میں پیش کرتی ہوں۔ سب سے پہلے جس بات کی جانب میں اپنی معزز بہنوں کی توجہ منعطف کرتی ہوں وہ یہ ہے کہ پینٹ ہمیشہ اچھا اور کسی معتمد میکر Maker استعمال کریں، خواتین کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے بہت سے مختلف پینٹ نکل آئے ہیں جو سستے ہونے کے لحاظ سے بہت سی ناواقف بہنیں خرید لیتی ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ بہت ضرر رساں ہوتا ہے۔ وہ نہ معلوم کن مرکبات سے تیار کئے جاتے ہیں۔ اور کیا اجزا ان میں شامل ہوتے ہیں، اور چونکہ ہم ہندوستانی گھرانوں میں عموماً ہاتھ سے کھانا کھانے کا دستور ہے، اس لئے وہ کھانے میں گھل کر غذا کے ساتھ جسم میں چلا جاتا ہے، اور بہت ممکن ہے کہ اس کی سمیت صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہو۔ اس بات کے علاوہ ہمارے واقف کاروں میں سے ایک بہن نے اسی قسم کا کوئی سستا پینٹ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ بہن صاحبہ اس کو رات دن ناخونوں پر چڑھائے رہتیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناخن بالکل گل گئے اور پھر ہفتوں اس کے علاج معالجہ میں صرف ہوئے اور پریشانی و تکلیف ہوئی سو الگ۔ اس لئے بہنوں کو بہت محتاط رہنا چاہئیے، ذرا سے فائدے اور فیشن کے لئے اپنی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھنا عقلمندی نہیں۔ مثل ہے "ارزاں بعلت گراں بحکمت" اگر دو چار آنے زیادہ دینے پڑے تو کیا مضائقہ ہے، چیز تو عمدہ اچھی اور قابل اعتبار ملے گی۔

خواتین کے فیشن ایبل طبقہ میں عموماً دو قسم کے پینٹ بہت مقبول ہیں۔ ایک تو CUTEX اور دوسرا MANex ان میں سے اول الذکر پالش سب سے زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ اسی لئے میں اسی کے طریق استعمال کے متعلق لکھوں گی۔ یورپ وغیرہ میں تو یہ فیشن ہے کہ جس رنگ کا لباس پہنا جائے ویسے ہی ناخون بھی رنگ لئے جائیں۔ اس لئے وہاں ہر ایک رنگ کے مختلف شیڈز ملتے ہیں اور نہ صرف ہر قسم کے رنگ بلکہ ایسے ٹرانسفرز بھی خرید سکتے ہیں جن سے ناخونوں پر مختلف قسم کے پھول پتے اور جانوروں وغیرہ کی تصاویر اتاری جاسکیں۔ لیکن ہماری ہندوستانی خواتین عموماً اس چیز کو ناپسند کرتی ہیں کہ ناخن نیلے پیلے رنگ لئے جائیں۔ اس لئے یہاں عام طور پر سرخ رنگ

کے یہ چار یا پانچ شیڈ ہی زیادہ رائج ہیں، ان میں سب سے ہلکا یا سمجھئے بالکل بے رنگ Natural ہے اس سے ناخونوں پر ہلکی سی گلابی جھلک آجاتی ہے اور چمک پیدا ہوجاتی ہے۔ دوسرا اس سے ذرا زیادہ گہرا Rose ہے ایک اور شیڈ Garnet ہے لیکن سب سے زیادہ شوخ و خوش رنگ Ruby ہے۔ یہ شیڈ خواتین کثرت سے استعمال کرتی ہیں اس لئے کہ یہ مہندی سے کچھ کچھ مشابہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے بہت زیادہ خوش رنگ و خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب شیڈز ہر ایک اچھی قسم کے دوکاندار جس کے ہاں سے آپ سینٹ تیل وغیرہ خرید کرتی ہوں کے ہاں سے مل سکتے ہیں۔ اب طریق استعمال کو لیجئے۔ سب سے پہلے ناخونوں کو مرضی کے مطابق تراش لیجئے، آجکل نکیلے ناخونوں کے بدلے پھر Oval شیپ کے ناخونوں کا رواج ہوتا جارہا ہے۔ اب برش (ہر ایک شیشی کے ڈھکنے میں ایک چھوٹا برش پیوست ہوتا ہے) کو پینٹ میں ڈبوکر اس طرح لگائیے کہ پیچھے کھال کے ساتھ ناخون پر ایک ہلال نما دھاری چھٹی رہے اور آگے بھی ناخن کی تراش کے ساتھ ساتھ ایک ایسی ہی باریک دھاری چھٹی رہنے دیجئے۔ اور بیچ میں احتیاط کے ساتھ پینٹ کیجئے لیکن یہ ملحوظ رکھئے کہ پینٹ ہموار ہو ورنہ جگہ جگہ سے کھردرا برا معلوم ہوگا۔ جس دکان سے آپ پینٹ خریدینگی وہاں ہی سے ایک علیٰحدہ شیشی میں اس کے چھٹانے کے لئے Remover بھی دستیاب ہوسکتا ہے جب یہ جگہ جگہ سے چھٹنے لگے تو ریموور سے ناخن صاف کرکے پھر پینٹ کریجئے۔ جو بہنیں زیادہ باقاعدہ ہیں وہ ہر روز صاف کرکے نئے سرے سے ناخون پر پالش کرتی ہیں لیکن میرے خیال میں تو روزانہ بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب وہ جگہ جگہ سے چھٹنے لگے تب بہت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت البتہ ضرور بدل ڈالنا چاہئے ریموور اور پالش دونوں کے ساتھ ترکیب استعمال کے متعلق ہدایات بھی ہوتی ہیں، اس لئے جو بہنیں انگریزی پڑھ سکتی ہیں ان کے لئے اس کے صحیح استعمال سے واقف ہونے میں چنداں دشواری نہ ہوگی۔

(بقیہ ۵۱۴ صفحہ کا)

اسماء سعید دہلی

واپسی میں میرے سامنے آن کر کھڑے ہوگئے اور صاف لفظوں میں میرا نام لیکر مجھ سے کہا تم کیوں رنجیدہ ہو ایک روز سب کو رخصت ہونا ہے۔ یہ کہا اور واپس چلے گئے۔ میری آنکھ کھل گئی۔ دل دھڑکنے لگا، انکی شادی سے لیکر میرے جاپان آنے تک کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آئینہ کی طرح آگیا، بھانجی کی بیماری کی روح فرسا اطلاعیں آرہی تھیں کہ صبح برلاس صاحب سے ذکر کیا، انہوں نے تسلی دی مگر دل میں کانٹا کھٹکتا رہا۔ آخر منحوس ڈاکیہ نے دل و دماغ پر غم و الم کی گھٹائیں مسلط کرنے والا خط لاکر دے ہی دیا، لکھا تھا کہ وسط جون میں افسری بیگم کا انتقال ہوگیا۔ ہزار افسوس کیسی حسرت بھری اور ناشگفتہ کلی نے دنیا سے منہ موڑا۔ جس کی عمر کی بائیسویں بہار بھی ختم نہ ہوئی تھی۔

مسز برلاس (از ٹوکیو)

اپنا گھر

رات کے دس بجے باسط دوکان بند کر کے گھر لوٹا تو دیکھا ننھا پلنگ پر سو رہا ہے اور خلاف معمول دوسری طرف اس کی کم عمر بیوی رقیہ ساڑی کے آنچل سے منہ ڈھانکے پڑی ہے۔ خیال کیا شاید بخار ہے۔ لیکن چھو کر دیکھنے سے معلوم ہوا حرارت بھی نہ تھی، آہستہ سے باسط نے آواز دی۔ "رقیہ کیوں؟ جی کیسا ہے۔ کیا تم نے کھانا کھا لیا" رقیہ آنکھیں ملتی ہوئی اُٹھ بیٹھی اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا ابھی خوب روئی ہے، باسط نے اسکی طرف دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے پوچھا "کیوں کیا بھائی نے پھر کچھ کہا" تھمے ہوئے آنسوؤں کے بادل پھر رخساروں کی چٹانوں سے ٹکرا کر برسنے شروع ہو گئے" ہائیں تم تو رونے ہی لگیں۔ آخر کہو تو بات کیا ہوئی؟"

"کچھ نہیں" "تو پھر یہ ..." "تم پہلے کھانا تو کھا لو" آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے رقیہ نے کہا "تم نے کھا لیا" "نہیں" "تو پھر لے آؤ" رقیہ جا کر کھانا سینی میں رکھ لائی، دسترخوان بچھایا۔ پانی رکھا۔ اس عرصہ میں باسط بھی منہ ہاتھ دھو کر آ چکا تھا۔ "کیا بھائی سو گئے" باسط نے پوچھا۔ "ہاں" "بھابی کہاں ہیں، آج ان کی آواز نہیں سنائی دیتی"۔ رقیہ نے کہا "وہ میکہ گئی ہیں۔ شاید صبح آئیں گی"، باسط نے دو چار نوالے کھائے اور آہستہ سے ذرا آگے جھک کر بولا "کیا بھابی سے پھر کچھ لڑائی ہوئی" "نہیں"۔ رقیہ نے ذرا بے پروائی سے جواب دیا "تو پھر" "کچھ نہیں"۔ رقیہ نے کہا۔ "توبہ تم عورتوں کے معاملے بھی عجیب ہوتے ہیں، کچھ نہیں تو پھر صورت کیوں جلی ہوئی ہے۔ اور رونا دھونا کیوں ہو رہا ہے"۔ باسط نے غصہ سے جھنجلا کر کہا۔

"بھابی کے روز روز کے طعنے مجھ سے سنے نہیں جاتے، میں الگ رہنا چاہتی ہوں۔ بھائی جان کی تنخواہ زیادہ ہے۔ اور ہماری آمدنی کم، ہمارا باران پر پڑتا ہے اور وہ روزانہ باتوں ہی باتوں میں میرا کلیجہ طعنے دے دیکر چھلنی کر دیتی ہیں"۔ رقیہ نے پھر آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "آخر بات کیا ہوئی" باسط نے پوچھا۔ رقیہ نے کہا "تم نے رات کہا تھا نا، آج سویرے جاؤ گے تو میں چار بجے اُٹھ کر تمہارے لئے روٹی وہیں پکا رہی تھی، بھابی اٹھ کر آئیں اور پوچھا "یہ تلے پراٹھے کس کے ہیں" میں نے کہا" تمہارے لئے ہیں" تو ناک بھوں چڑھا کر بولیں" آمدنی تو گنتی کی کوڑیاں ہیں اور مزاج دیکھو تو امیرانہ، رہیں جھونپڑی میں خواب دیکھے محلوں کے"۔ باسط کو بھی اس خبر سے بہت رنج و صدمہ ہوا، لیکن مشکل تو یہ تھی اس کی آمدنی قلیل تھی، تعلیم کا زمانہ اس نے کھیل کود اور آوارگی میں گذارا تھا، اور جس وقت آنکھیں کھولیں اس وقت تیر کمان سے جا چکا تھا، باپ کے ترکہ سے جو کچھ تھوڑی رقم ملی تھی اس میں اس نے ایک چھوٹی سی دکان ممتا کو سگریٹ کی لگائی تھی خدا بھلا کرے بڑے بھائی کا کہ اس نے ان دونوں کے کھانے پینے کا ذمہ اپنے سر لے لیا تھا جس کی وجہ سے بھاوج سیدھے منہ بات بھی نہ کرتی تھی۔ یہ بھاوج کے طعنے سنتا اور خاموش رہتا۔ اس کی بیوی رقیہ گھر کا سارا کام کرتی۔ اور بڑے بھائی کی بیوی رانی کی طرح بیٹھی حکومت کرتی۔ باسط کو یہ بات سخت ناگوار گذرتی۔ لیکن بیچارا کیا کرتا بعض بعض دفعہ اس زندگی سے اس کا جی بیزار ہو جاتا۔ مشکل تو یہ تھی۔ وہ اکیلا بھی نہ تھا۔ کیونکہ بچپن ہی میں اسکی شادی رقیہ سے ہو چکی تھی۔ جواب ایک بچے کی ماں تھی۔ باسط رقیہ کو۔ بھائی کے بچوں کی گھرکیاں برداشت کرتے دیکھتا تھا

لیکن کچھ نہ کر سکتا تھا۔ محض اس وجہ سے کہ باسط نادار غریب تھا۔

کچھ دیر تک سوچنے کے بعد باسط سر کھجاتے ہوئے بولا۔ بھئی بُرا ماننے کی بات ہی ہے تم خود سوچو کوئی کب تک کھلائے پلائے گا۔ واقعی بھائی کو ہماری وجہ سے بہت زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ کیا کیا جائے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"سمجھنے سمجھانے کا کیا ہے، بس میں نے اب ٹھان لی ہے۔ الگ گھر میں رہوں گی۔ بس تم اب دوسرا مکان دیکھو" رقیہ بولی۔ کرایہ کا مکان لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے، یہاں محلہ ہی میں کئی مکان خالی ہیں۔ لیکن تم اپنی کہو اتنی کم آمدنی میں کیا کر سکو گی"،

باسط ایک پھیکی ہنسی ہنسکر بولا، "اجی اللہ نگہبان ہے۔ فرض کرو کہ بھائی اگر سہارا نہ دیتے تو اس وقت تم کیا کرتے" رقیہ نے کہا۔ یہ اور بات ہے۔ لیکن بات اصل یہ ہے کہ اب میں خود بھائی کو زیر بار کرنا نہیں چاہتا، بھابی کا غصہ بالکل بجا ہے۔ اگر تم ان کے بجائے ہوتیں تو کیا تمہیں برا نہ لگتا۔ بات بھی ٹھیک ہے۔ یہی پیسہ جو آج ہمارے لئے خرچ ہو رہا ہے ان کو آئندہ زندگی میں یا ان کے بچوں کے کام آسکتا ہے۔ تم ہی خیال کرو، اب میں بھی کوئی دودھ پیتا بچہ تو نہیں ہوں، کھانے کمانے کے دن کب تک دوسروں کے بھروسے پر کٹیں گے، باسط نے جواب دیا۔

ہاں تو میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں" رقیہ نے کہا۔ "مجھے خوف ہے کہ کہیں تم عورتوں کی وجہ سے آئندہ ہم دونوں بھائیوں کے تعلقات بگڑ نہ جائیں"۔ باسط نے کہا۔

باسط کو رات بھر اسی ادھیڑ بن میں نیند بھی برابر نہ آئی۔ صبح اس نے اپنا ارادہ بھائی پر ظاہر کیا۔ واجد بھی بیوی کے طور طریق سے واقف ہو چکا تھا، غرض اس نے نہایت رنجیدگی کے ساتھ اجازت دیدی،

باسط کے اخلاق پر اس علیحدگی کا بہت اچھا اثر پڑا، اس کو اب گھر کی ذمہ داریوں کا پورا احساس ہو چلا تھا، جب اس کے فضول نکمے مطلبی دوستوں نے دیکھا کہ یہ اب ان کی دلچسپیوں میں شریک نہیں ہو سکتا تو انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جو باسط کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ اب اس کا رُجحان دن بدن ترقی اور روپیہ پیدا کرنے کی فکر کی طرف ہو گیا۔ اگرچہ باسط کو اب اچھی غذا نہ ملتی تھی، لیکن جوار باجرے کی روٹی میں اس کو پراٹھوں کا لطف آتا تھا ان دونوں میاں بیوی کو اس آزادی کی زندگی میں روحانی مسرت حاصل تھی۔ رقیہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ بڑی تن دہی کیساتھ اپنے چھوٹے سے گھر کے سب کام انجام دیتی، لیکن کبھی تکان محسوس نہ کرتی، وہ گھنٹوں اپنے پیارے گھر کو سنوارنے میں گذارتی، اب اس کو گھر کی ہر چیز سے محبت تھی، کبھی کبھی باسط و رقیہ بھائی کے ہاں ملنے کے لئے چلے جاتے تو ان کی بڑی خاطر و مدارات ہوتی۔ بھائی کے بچے جو پہلے کبھی باسط کے بچے کو چھوتے بھی نہ تھے، اب گھنٹوں گود میں لئے لئے پھرتے، کبھی کبھی تائی اماں بھی بڑی خوشی سے گود میں اٹھاتیں اور رقیہ کی طرف دیکھ کر کہتیں" تم دونوں سے زیادہ تو دلہن یہ نگوڑا بہت یاد آتا رہتا ہے"۔ گھر واپس ہوتے تو رقیہ و باسط کے دل خوشی سے لبریز ہوتے اور اکثر باسط انتہائی مسرت کے ساتھ کہتا: "اپنے گھر کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، یہ عزت یہ راحت یہ مسرت سب کچھ اسی گھر کی بدولت نصیب ہوئی"۔

بیگم عبدالرحمن خاں

(بمبئی)

ایک زنانہ تہوار کے گیت

عصمت میں ساون وغیرہ کے دیہاتی گیت ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئے تھے آج ایک ہندوستانی تہوار جس کو "ڈھنڈریا" کہتے ہیں۔ اُس کے گیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، گو یہ تہوار شاید ہر حصہ ملک میں رائج نہیں لیکن اس طرف دوآب ضلع الہ آباد وغیرہ میں بے انتہا دلچسپی اور نہایت زور شور سے منایا جاتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ صرف عورتوں کا تہوار ہے، مرد اس میں بالکل حصہ نہیں لیتے، ہندی مہینہ کاتک کی پہلی تاریخ دیوالی سے بارہ روز پیشتر یہ تہوار ہوتا ہے، لیکن دو تین ہفتہ قبل ہی سے کھیل تماشے گانے شروع ہو جاتے ہیں جس کے لئے رات کا وقت مخصوص ہے۔ یہ موسم فصل خریف کے کٹنے اور ربیع کے بونے کا ہوتا ہے، اس لئے دیہات کی زراعت پیشہ آبادی کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں انتہائی مشغولیت کا ہے، اور دن کو کھیل تماشے کی فرصت ممکن نہیں،

گانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عموماً کسی کھلی جگہ میں کچھ لڑکیاں اور نو عمر عورتیں درمیان میں تین چار گز کا فاصلہ چھوڑ کر آمنے سامنے صف بستہ کھڑی ہو جاتی ہیں، پہلے ایک صف گاتی ہوئی دوسری صف کے قریب جا کر پلٹ آتی ہے۔ پھر دوسری صف بھی اسی کی تقلید کرتی ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک لڑکی علیحدہ علیحدہ جھک کر گھومتی اور چٹکی بجاتی ہوئی گاتی ہے، گیت میں اکثر اپنی معصومیت، بے گناہی، ہوشیاری، میکے سے دلبستگی، ساس کی بدسلوکی۔ سوکن کی بدصورتی یا بدخوئی، میکے والوں کی برتری۔ شوہر کی محبت یا بے اعتنائی کا اظہار ہوتا ہے۔ جو اگرچہ دوسری طرز اور دھن میں گائے جاتے ہیں لیکن ساون کے گیتوں سے دلکشی و دلآویزی میں کسی طرح کم نہیں ہوتے، گانے کے بعد کھیل جو اکثر ڈرامائک اور بعض نہایت دلچسپ ہوتے ہیں کھیلے جاتے ہیں۔

تہوار کی تاریخ کو سرِ شام ہی چھوٹی لڑکیوں کی ٹولیاں اپنے اپنے گھروں سے ڈھنڈریا جلا کر لاتی اور مجوزہ مقامات پر جمع ہو کر آپس میں کھیل چڑھوے، ریوڑیاں تقسیم کرتی۔ کھاتی پھر گانے اور کھیل تماشے میں مشغول ہو جاتی ہیں جن میں بڑی لڑکیاں نو عمر اور بعض سن رسیدہ عورتیں بھی شریک رہتی ہیں اور جن کا سلسلہ آخر رات تک قائم رہتا ہے، ڈھنڈریا جس نام سے یہ تہوار بھی مشہور ہے۔ مٹی کی چھوٹی بڑی ہانڈیاں ہوتی ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے مختلف شکل کے سوراخ کر کے خوبصورت پھول بنائے جاتے ہیں۔ پکی ڈھنڈریا سرخ رہتی ہیں لیکن کچی کو پھول کاٹنے کے بعد مختلف قسم کے رنگوں سے رنگتے ہیں، اور ان کے اندر مٹی کے چراغ جلا کر رکھتے ہیں۔ جن کی روشنی پھولوں کی شکل میں نکل کر نہایت دلفریب سماں پیش کرتی ہے۔ اسی کو ڈھنڈریا جلانا کہتے ہیں۔ پہلے ڈھنڈریا کے ساتھ متمول گھروں میں قندیلیں بھی روشن کی جاتی تھیں جن کی بہار اور بھی قابل دید ہوتی تھی۔ لیکن اب قندیلوں کا رواج کم ہو گیا ہے، دو گیت درج کئے جاتے ہیں جس کا کسی قدر اندازہ ہو سکیگا کہ وہ کیسے اور کس رنگ کے ہوتے ہیں اور بشرطِ پسندیدگی اور بھی بھیجے جائیں گے،

گیت نمبر ۱	مطلب
۱ - ماے ہو دہی پار سے آوا ہے چھینڈوا جھکون گوا ہے بکا سے	او ماں، اسی دریا پار سے چھینڈا آیا۔ لوگ جھک پڑے اور بک گیا۔

۲	ملوپتوں گھر اَیں بتوں چھپنڈوا وہتوں دلیاّ دوُدہاںْ	ادماں میں اگر گھر میں ہوتی تو دوڈلیا دھان دیکر چھپنڈ اے لیتی
۳	مائے ہو۔ وہی چھپنڈ واکا ایسا کچھ کرتیوں نکلت ہَرے ہرے بانس	″ اس چھپنڈاکو کچھ ایسا کرتی کہ اس میں سے ہرے ہرے بانس نکلتے
۴	″ وہی بانس کی چھڑیاں بنوائی گیاّ چرِاون جاؤں	″ اس بانس کی چھڑی بنوا کر گایوں کو چرانے جاتی۔
۵	″ گیا تو چریں کنارے کنارے بھنبیں چریں منجدھار	″ گائیں تو کنارے کنارے چرتی ہیں لیکن بھینسیں منجدھار (بیچ تالاب) میں
۶	″ وہی تال کا جھنوائے چاول گولی بھنسیا کا دودھ	″ اسی تال کا باریک چاول اور گولی بھینس کا دودھ۔
۷	″ اپنے بیرن کوا ایسا کھلائیوں ہنست کھیلت گھر آجائیں	″ (جی چاہتا ہی) اپنے بھائی کو اس طرح کھلاؤں کہ ہنستے کھیلتے ہوئے گھر جاتے
۸	″ وہی چاولوا کا اٹکن بھٹکن کانی گدھیا کا دودھ	″ اسی چاول کا کوڑا کرکٹ اور کانی گدھی کا دودھ
۹	″ اپنے دیور کا ایسا کھلائیوں اُوتکت اُگلت گھر آجائیں	″ اپنے دیور کو کھلاتی کہ اگلتے ہوئے گھر جاتے
۱۰	″ جونے گھاٹ مورا بھیا نہائے کنولا کا پھول اترائے	″ جس گھاٹ پر میرے بھائی نہاتے ہیں کنول کا پھول تیرتا ہے
۱۱	″ جونے گھاٹ مورا دیورا نہائے —— اترائے	″ جس گھاٹ پر میرے دیور نہاتے ہیں گندگیاں تیرتی ہیں۔
۱۲	″ بھیا کی چھوٹی پاگ، اچھوری با مھان لیہن کندھیائے	″ بھائی نے (نہا کر) جو پگڑی چادر اتاری (اسکو) برہمنوں نے کاندھو پر ڈال لیا
۱۳	″ دیورا کی چھوٹی سڑی لنگوٹی کُکورن لیہن دنتیائے	″ دیور نے (نہا کر) جو سڑی لنگوٹی اتاری اس کو کتوں نے دانتوں سے پھاڑ ڈالا

گیت (عورت) نمبر ۲

(۱) پنواد ھرا ہے سوکھائے تِریا روٹھی روٹھی جائے۔ بھیا بیرج (درخت) تلے ٹھاڑ (کھڑا) لِلی گھوڑوا سوارا وس دَورِن سے دس جوڑوں سے
(۲) سرد گوشا میں پنیاں تہرے لاگوں کہو بھیا ملن جاؤں ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۳) بھوا ملو میں کا جانوں ہو کہو جیٹھوا ہنکار (بلاکر) کہو جیٹھوا ہنکار ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۴) جیٹھوا گوشائیں میں پنیاں تہرے لاگوں کہو بھیا ملن جاؤں ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۵) بھیو ملو میں کا جانوں ملو کہو دیورا ہنکار، کہو دیورا ہنکار ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۶) دیورا ملو میں پنیاں تہرے لاگوں کہو بھیا ملن جاؤں ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۷) بھوجی ملو میں کا جانوں ملو کہو سامیا (شوہر) ہنکار کہو سامیا ہنکار ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۸) سامی جی ملو میں پنیاں تہرے لاگوں کہو بھیا ملن جاؤں ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۹) دھنیا ملو میں کا جانوں ملو کہو ساسو ہنکار کہو ساسو ہنکار ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۱۰) ساسو گوشائیں میں پنیاں تہرے لاگوں کہو بھیا ملن جاؤں ″ ″ ″ ″ ″ ″
(۱۱) جتنا کوٹھیا اناج اتنا پیس کے تو جاؤ جتنا پیوا اناج اتنا ریندھو (پکاکر) کے تو جاؤ جتنا ریندھو پسان (آٹا) اتنا کھا کے تو جاؤ۔ جتنا کنوا میں پانی اتنا بھر کے تو جاؤ، جتنے پیپل میں پات اتنے گن کے تو جاؤ،

مطلب: پان رکھا ہوا سوکھ رہا ہے۔ بہو کسی بات پر ناخوش ہو کر باہر جا رہی ہے دناگاہ دیکھا کہ اس کا بھائی درخت کے نیچے گھوڑے پر سوار (دلہن کیواسطے) دس دَوری اور دس جوڑے ساتھ لئے کھڑا ہے (واضح ہو کہ دیہات کے کسانوں میں اب تک یہ دستور ہے کہ بجائے بکس کے بانس کی خاص قسم اور پیمانے کی ٹوکریوں میں جن کو دَوری کہتے ہیں گیہوں یا چاول یا کھچڑی بھر کر اسی پر جوڑے رکھ دیتے ہیں) بھائی کو دیکھ کر بہن گھر واپس آتی ہے اور سسر سے کہتی ہے کہ سسُر گوشائیں میں تمہارے پیر پڑوں مجھے کہو (یعنی اجازت دو) کہ میں بھائی سے ملنے جاؤں (سسر نے کہا) کہ میں کیا جانوں، بہو تم اپنے جیٹھ کو بلا کر ان سے پوچھو، بہو نے اسی انداز میں جیٹھ سے پوچھا اس نے کہا دیور سے پوچھو، دیور سے پوچھا، اس نے کہا شوہر سے پوچھو، شوہر سے پوچھا شوہر نے بھی باپ اور بھائیوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنی ماں پر ٹالا یعنی کہا کہ ساس سے پوچھو۔ بیچاری بہو نے جب ساس سے بھی اسی ادب اور لجاجت سے پوچھا تو ساس نے اجازت دی مگر چند شرائط

غذا اور صحت

غذا کا مسئلہ اگرچہ حد درجہ پامال مسئلہ ہے لیکن اہم بھی اس قدر ہے کہ اگر بار بار مختلف پیرایہ میں پیش کیا جائے تا آنکہ اس کی غرض و غایت پوری ہو جائے تو بار خاطر نہیں ہونا چاہئے،

اس میں شک نہیں کہ غذا کے علاوہ اور بے شمار اسباب بھی ہیں جو صحت پر کافی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن اس سے غذا کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ غذا اور صحت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور جب تک غذا کا مسئلہ حل نہ ہوگا اور اس کی نزاکت پورے طور پر ذہن نشین ہو کر اس پر بخوبی عمل درآمد نہ ہوگا۔ اس وقت تک صحت کا چہرہ بے نقاب نہیں ہو سکے گا

تعلیم یافتہ مہذب اور متمول گھرانوں کا بھی معائنہ کیا جائے تو غذا میں بے ڈھنگا پن ضرور پایا جائیگا۔ وہاں آپ کو صفائی انتظام تہذیب پابندی اوقات سب کچھ ملیگا۔ مگر نہیں ملیگا تو غذا کا ترکیبی اعتدال۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی قسم کی غذا بلا لحاظ عمر و بلا امتیاز حالات و ضروریات ایک گھر میں سب خورد و کلاں کو دی جاتی ہے۔ اور غضب تو یہ ہے کہ تندرست و بیمار کے فرق کا خیال بھی نہیں کیا جاتا۔

یاد رکھئے قدرت انسان کی ہر کام میں پوری پوری رہبری بلکہ گاہے تنبیہ کرتی رہتی ہے۔ عمر زمانہ اور حالات کے ساتھ ساتھ انسان کے جملہ متعلقات بدلتے رہتے ہیں۔ دیکھئے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے مخصوص حالات و نزاکت کے باعث اس کی غذا کا انتظام قدرت خود اپنے ہاتھ میں لیتی ہے اور اس کے لئے دودھ جیسی نفیس شئے مہیا کرتی ہے۔ ایام رضاعت کے اختتام پر جب اس کے کچھ دانت بھی نکل آتے ہیں تو ہم خود اس کے لئے رفتہ رفتہ ہلکی خوردنی چیزیں چبانے اور کھانے کو مہیا کرتے ہیں، یہ تبدیلی نہیں تو اور کیا ہے! جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ وقت ولادت سے ڈیڑھ دو سال کے اندر ہی حالات کے بدلنے سے ضروریات اور ضروریات کے بدلنے سے غذا میں بھی تبدیلی لازمی ہو جاتی ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کے بعد تمام عمر اور مختلف حالات میں ہم ایک ہی غذا سے کام لیں۔ بعض لوگ صرف بیماری کی حالت میں بیمار کے لئے غذا کا کچھ نہ کچھ علیحدہ انتظام کر دیتے ہیں۔ لیکن اول تو وہ بھی قوانین طب کے مطابق نہیں ہوتا اور عموماً اس وقت ہوتا ہے جب مرض خطرہ کی حدود میں قدم رکھ چکتا ہے۔ اور معالج سخت تنبیہ کے ساتھ غذا کی علیحدگی کا حکم دیدیتا ہے ورنہ معمولی حالات میں تو عموماً یہی دیکھا جاتا ہے کہ مثلاً ایک گھر میں چند افراد ہیں کسی کو دمہ کا عارضہ ہے۔ کوئی گٹھیا میں مبتلا ہے کسی کو ہاضمہ کی شکایت ہے وغیرہ وغیرہ اور گھر میں ایک دو طرح کی چیزیں پک پکا گئیں اور سب نے مل بیٹھ کر کھا پی لیا۔ ہاں بہت لحاظ کیا گیا تو صرف یہ کہ تیل کھٹائی شامل نہ ہو، دوسرے یہ کہ بیماری کے علاوہ اور بھی تو مختلف اوقات اور کیفیات ہیں جو غذا کا

اختلاف طلب کرتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو غذا ایک طفل سہ چہار سالہ کے لئے ضروری ہو وہی ایک پیر ہفتاد سالہ کی ضروریات کو بھی پورا کرے۔ قیاس کا فتوے تو یہی ہے کہ جس طرح شکل وصورت میں اختلاف ہے مزاج میں اختلاف ہے، خواہشات میں اختلاف ہے ذہن وفکر میں اختلاف ہے اسی طرح غذا میں بھی اختلاف درکار ہے، اور یہی من اناٹومی و فزیالوجی (تشریح جسم انسانی و وظائف الاعضاء) تو بچوں جوانوں اور بوڑھوں میں اس قدر فرق ظاہر کرتی ہے کہ گویا یہ تینوں جنس انسانی کے تین مختلف انواع ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ غذائی اشیا اس قدر کثرت تعداد میں پیدا کی گئی ہیں کہ ان کو ترکیب دیکر ہر فرد اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے، البتہ یہ اعتراض اس پر ضرور وارد ہوسکتا ہے کہ اگر اس طرح عمل کیا جائے تو اس میں بے حد طوالت گرانقدر صرفہ اور پوری پوری واقفیت درکار ہوگی اور یہ صورت ہر گھر اور ہر فرد کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ اعتراض اس طرح رفع کیا جاسکتا ہے کہ حکماء نے پہلے ہی سے اس مسئلہ پر غور کرکے ایک مناسب جدول قائم کردی ہے جس میں بچوں کے لئے الگ بڑوں کے لئے جدا اور بوڑھوں کے مطابق علیحدہ نیز بیماروں کے مخصوص متعدد کھانے درج کردیئے ہیں جو ہر گروہ کیلئے بڑی حد تک مشترک طور پر کام دے سکتے ہیں

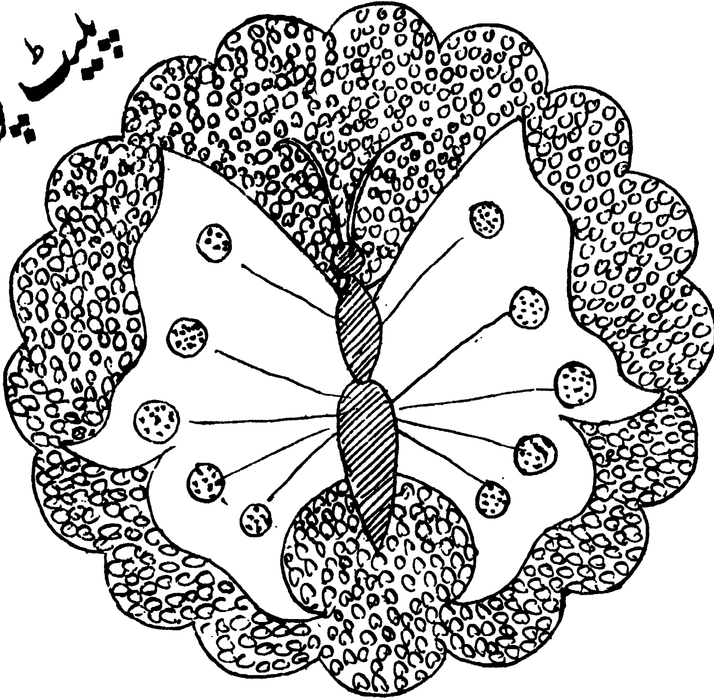
اب رہی ترکیب، سو وہ بھی میرے خیال میں حکماء کی ترتیب دی ہوئی ہونی چاہیئے۔ یہ غلطی ہے کہ کسی گھر میں دیکھیئے تو سالن کو مرچوں نے آتش سیال بنا دیا ہے۔ دوسرے میں مسالہ کے دیگر اجزار کا اندازہ غلط ہے۔ کہیں مرچ نام کو نہیں ہے تو کہیں ہلدی لہسن کا انبار ہے، کوئی گھی کم ڈالتا ہے تو کوئی کثرت روغن سے ہاضمہ کو بدنام کیا جاتا ہے۔ غرض جتنے ہاتھ اتنے کام اور جتنے دماغ اتنی ایجادیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ضرورت اس بات کی بھی نہیں ہے کہ پہلے ہم خود پورے حکیم بنیں۔ تمام غذاؤں کے افعال وخواص سے واقفیت حاصل کریں، ان کو مرکب کرنے کے قواعد جانیں، تب گھر بار سنبھالیں۔ گھر بار سنبھالنے میں اتنے بکھیڑے کی حاجت نہیں ہے، ہمارے لئے بہت سے کام دوسروں نے انجام دے لئے ہیں۔ ہمیں تو صرف اتنا چاہیئے کہ معمولی غذاؤں کے خاص خاص فوائد ونقصانات کا ہمیں علم ہو اور ان کے پکانے کی صحیح ترکیب ہمیں آتی ہو جس میں مصالح کا صحیح اندازہ بھی داخل ہے۔ اس کے علاوہ عمر، موسم وحالات صحت ومرض کے جو ضروری اختلافات ہیں ان سے بھی باخبر ہونا لازمی ہے۔ پس میرے خیال میں ایک متوسط گھر کے لئے اس قدر جاننا کافی ہے جس سے اس گھر کے افراد کی صحت کی طرف سے بڑی حد تک اطمینان حاصل ہوسکتا ہے۔

پکانے کی صحیح ترکیب کے لئے آج کل بہت سی کتابیں دستیاب ہوسکتی ہیں لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کی سب ترکیبیں حکمت پر مبنی ہیں، تاہم بعض کو بعض پر فوقیت ضرور حاصل ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے اگر **عصمتی دسترخوان** سے مدد لی جائے تو مناسب ہوگا اور ایسی ہی ضرورت محسوس ہو تو کسی خاص ترکیب کی اصلاح کے لئے کسی فاضل طبیب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں

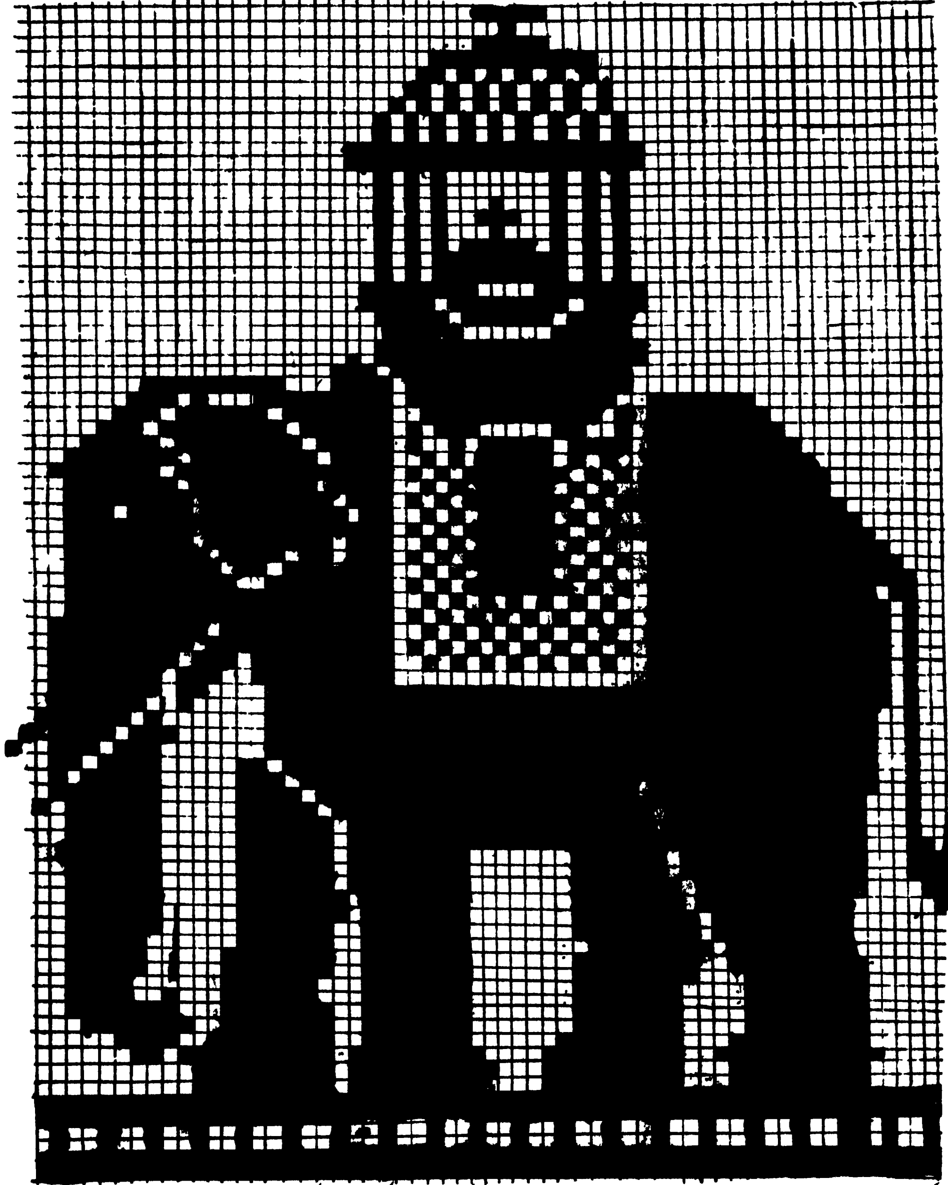
جاورہ

پلیٹ پوش



سفید بوسکی حسب منشا رسائز کی لے لیں۔ جس قدر بڑا بنانا مطلوب ہو اس قدر گول کاٹ لیں، درمیان میں جتنا چوڑا نمونہ ہے اس سائز سے ڈیڑھ ڈیڑھ انگل زائد گول جالی دوہر کرکے نیچے لگا کر ترپ لیں۔ اب تتلی کے اطراف میں بٹن ہول سٹیچ بنائیں، درمیانی سٹ وغیرہ سادے کشیدہ سے۔ گول چھید کے اطراف میں باریک ہول سٹیچ کریں۔ اب ار د گرد کے کنگورے بھی بٹن ہول سے بنائیں۔ اب باریک قینچی سے اطراف سے کاٹ لیں یعنی یہ گول گول نشان والی جگہ مع جالی نظر آئے گی، اب باقی تتلی وغیرہ بوسکی کی رہے گی۔ مونچھیں و پروں کی لکیریں الٹی زنجیرے سے بنائیں۔ یہ پلیٹ پوش انتہا درجہ کا خوبصورت ہوگا۔ تاگہ ۱۲ نمبر بی ڈی ایچ ہی کا سفید استعمال کریں۔ پلیٹ پوش کے اطراف میں کروشیا کی خوبصورت ننھی منی بیل بنالیں، نہایت خوبصورت ہوگا بہنیں بنائیں اور محظوظ ہوں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب امر ہو تو خاکسار ہر وقت مدد کے لئے حاضر ہے۔ تجربہ کار بہن پہلے کاٹ کر بعد میں بٹن ہول کرسکتی ہیں۔ مگر نو آموز بہنوں کو اس طرح دقت ہوگی،

آنسہ صفیہ خانم۔ لاہور

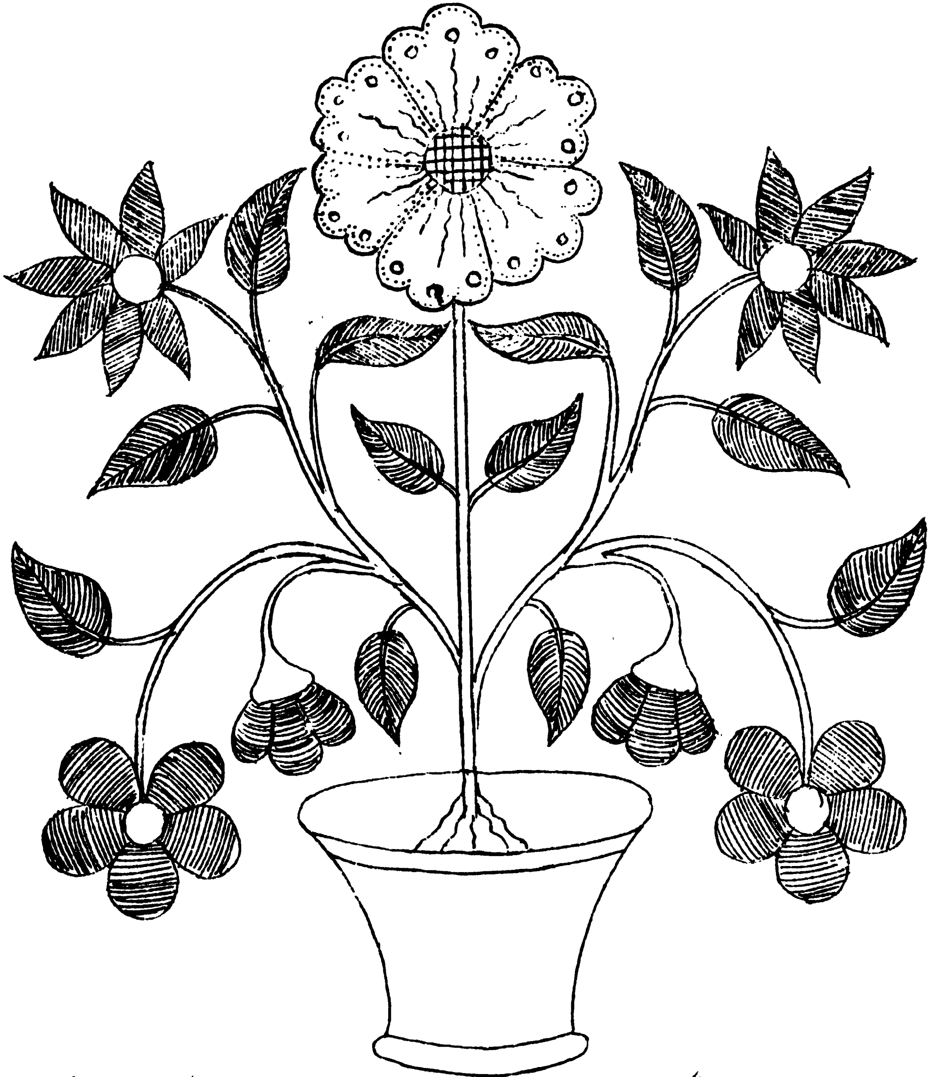


کروشیا میں ہاتھی

اشیاء ضروری۔ تاگا کروشیا کا نمبر ۲۰ کروشیا نمبر ½ ۵

یہ ہاتھی کروشیا میں جس رنگ کا چاہے بنائیں بہت عمدہ معلوم ہوگا، خانوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ساری محنت برباد جائیگی۔ سیاہ نشان ڈبل اور خالی جالیاں رہیں گی۔ مرسلہ۔ احمدی بیگم از مدرہ

خوبصورت گلدستہ



اوپر کا بڑا پھول شیڈ دار گہرا زرد۔ اس سے نیچے کے دونوں پھول فیروزی، سب سے نیچے کے دونوں پھول گلابی کلیاں پھولوں کی ہمرنگ۔ پتیاں ڈالیاں سبز۔ گملہ سنہری بنائیے۔ نہایت خوبصورت ہوگا۔

برجیسہ خاتون دختر محمد الدین صاحب (مین پوری)

زچہ خانہ

از محترمہ غدیر فاطمہ اڈیٹر رسالہ جوہر نسواں دہلی

دفتر عصمت کی دونوں کتابیں "حاملہ اور زچہ" میری نظر سے گذریں۔ کتابیں کیا ہیں قوم کے لئے ایک عطیہ بے بہا ہیں جن کا ہر گھر میں ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ نمک کھانے میں۔ سوئی سینے میں، دوا بیماری میں اور آب وہوا زندگی کے لئے۔

پہلی کتاب "حاملہ" کو عورتوں کے لئے اگر آب حیات کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ تمہید میں فاضل مصنف نے مستورات ہند کی ناگفتہ بہ حالت پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور مردوں کی بے پرواہی اور عدم توجہی پر جو اظہار افسوس فرمایا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے

پہلے باب میں نسوانی جسم کے متعلق نہایت واضح طریقہ اور تصاویر سے سمجھایا ہے کہ کیا کیا شکایت کس کس طرح ہوتی ہیں اور ان کا کیا تدارک اور کیا احتیاط ضروری ہے۔ دوسرے باب میں بتایا ہے کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی صحت کس طرح درست رکھنی چاہئے اور کس عمر میں لڑکی و لڑکے کی شادی مناسب ہوگی۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسوقت کے متعلق تیسرے باب میں نہایت قیمتی مفصل معلومات ہیں۔ جن کا مطالعہ ماں بننے والی عورتوں کے لئے حد سے زیادہ مفید ہے۔ ایک باب کا موضوع ہے۔ اس زمانہ کا اعضائے بدن پر اثر اور احتیاطیں، اور غذائیں۔ پھر مختلف مہینوں کے بچہ کی تصویریں اور ماں کے لئے احتیاطیں۔ ایک باب میں نہایت مدلل بحث ہے۔ اس بے توجہی پر جو ماں بننے والی عورت کے ساتھ ہماری معاشرت میں کیجاتی ہے

اس ضمن میں ہندوستان میں عورتوں کی قلت بچہ کی پیدایش سے اول ماں کی بیماریاں و حادثات، ولادت کے وقت مشکلات پیدا کرنے والی چند حالتیں جسم کی ہڈیوں کا بے ڈول ہونا، دل و دماغ جگر گردے کی خرابیاں، دورے آنا، متلی و قے، ماں کی خون۔ دیگر خطرناک علامات اور دیگر خطرات وغیرہ وغیرہ پر نہایت کارآمد مضامین، ہدایتیں اور مشورے۔ بڑی ہی دلسوزی اور ہمدردی سے دئے گئے ہیں۔

ساتویں باب میں بچہ کی پیدایش سے قبل ماں کی خوراک، رہایش و قیام زندگی کے متعلق ہے۔ غذا کے ضروری اجزا۔ اجزا لحمی۔ نشاستہ دار غذائیں و شکر۔ مرغن غذائیں، نمکیات۔ پانی، وٹامن اے بی سی ڈی ماں بننے والی عورت کیسے وٹامن حاصل کر سکتی ہے۔ اس کی غذا کا خلاصہ، تازہ ہوا۔ اور اس کے متعلق ہدایات۔ آکسیجن۔ روشنی، دھوپ۔ آرام و خواب، سکون قلب و اطمینان دماغ۔ ورزش، صفائی و غسل، دانتوں کی

صفائی، لباس، پیٹ کا بوجھ سنبھالنا وغیرہ نہایت صحیح طریقے سے بتایا گیا ہے، ان ہدایات پر کاربند ہونے کے بعد بیماری بہت دور رہجاتی ہے۔

آٹھواں باب ہے "امراض وحادثات" اس باب کے تحت میں بغیر ڈاکٹری امداد کے خود علاج کر لینے کے اتنے اچھے طریقے بتائے ہیں کہ بے اختیار مصنف کی محنت اور قابلیت کی داد دینے کو دل چاہتا ہے،

نواں باب "چند علمی نکات" جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں،

دوسری کتاب "زچہ" حاملہ کا دوسرا حصہ ہے اس میں گیارہ باب ۱۰ فوٹو بلاک اور ۳۳ شکلیں ہیں

پہلا باب "طبی پاکیزگی" - طبی پاکیزگی کے کیا معنی ہیں جسم کے اندر خراب جراثیم کس طریقہ سے پہونچتے ہیں اور کیا کیا نقصانات پہنچاتے ہیں، جاہل دائی اور تاریک مکان میں زچہ کو کیا کیا صعوبتیں اور گھر بھر کو کیسی مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ رسموں کی پابندی کیا دکھ دیتی ہے۔ زچہ کے صاف لباس اور لائی سول وصاف اور ابالا پانی سے کیا فائدہ ہوتا ہے، خوب مفصل تحریر ہے،

دوسرا باب "ولادت" اس میں دردزہ اور مختلف علامات وغیرہ معہ تصویر بچہ خوب واضح طور پر درج ہیں،

تیسرا باب "زچہ خانہ کی تیاری" زچہ خانہ کی تیاری کیوں کی جاتی ہے، زچہ خانہ کے کمرے کی تصویر، زچہ خانہ کا سامان، زچہ کے لئے ضروری اشیاء۔ غریبوں کے لئے سامان زچگی، لباس زچہ، لباس بچہ اور بچہ کا پلنگ وغیرہ تیار کرنے کے بہت عمدہ طریقے لکھے ہیں جن سے ہر امیر وغریب یکساں مستفید ہو سکتا ہے،

چوتھا باب "وقت ولادت کی احتیاط اور انتظام" اس باب میں ولادت کے وقت کی بہت کارآمد ہدایات درج ہیں جن کا جاننا ہر عورت کے لئے اشد ضروری ہے،

پانچواں باب "پرسوت" اس باب میں روز ولادت سے چالیس یوم تک آرام کے متعلق ہدایات ہیں اگر بداحتیاطی کی گئی تو پرسوت کا بخار ہوجاتا ہے۔ جو بعد میں خراب شکل اختیار کر لیتا ہے۔

چھٹا باب۔ "پرسوت میں زچہ کی خوراک رہائش اور عام زندگی" اسی باب میں پرسوت کے بخار کی حالت میں احتیاط علاج وغیرہ کے طریقے بتائے ہیں جو بہت ضروری ہیں۔

ساتواں باب "زچہ وبچہ کا تعلق" دودھ پلانے کے طریقے واوقات۔

آٹھواں باب "زچگی کے خطرات اور ان کا تدارک" زچگی کے بعد اکثر جگہ بہت زیادہ عورتوں کو قسم قسم کی بیماریاں ہوجاتی ہیں، ان خطرات سے نجات دلانے اور احتیاط برتنے کے مفید تجربہ شدہ طریقے۔

نواں باب "چند خطرناک امراض کا ولادت وپرسوت سے تعلق" مفید کارآمد ہدایات،

دسواں باب "ایک جاہل دائی کی زچہ کا ایک ہوشیار دائی کی زچہ سے مقابلہ" اس عنوان کے تحت میں دو مضمون،

ایک جاہل دائی کی بدقسمت زچہ۔ ایک ہوشیار دائی کی تندرست زچہ۔ بہت پُرنصیحت اور سچے و قابل عبرت اور عمل ہیں۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں،

گیارہواں باب، "آخری باتیں" چند نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔

غرض میں نے مندرجہ بالا دونوں کتابوں کو کئی کئی بار بڑے غور اور دھیان کے ساتھ پڑھا، کتابوں کا ہر ہر لفظ موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ میں اپنی بے کس و بے یار ہندوستانی بہنوں کی طرف سے جناب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ملک و قوم کی بے بس جاہل و ناتجربہ کار بہنوں کے واسطے اپنا عزیز وقت صرف کر کے ایسی عمدہ کتابیں لکھدی ہیں جو ہماری زندگی کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور محترمہ بہن بیگم نصیر صاحبہ کی ازحد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی ہم جنس ہستیوں کا احساس کر کے اپنے شوہر محترم سے ایسی مفید و کارآمد کتاب لکھوائی، اور قابل مبارکباد و صد تشکر ہیں، ہمارے محترم برادر راز ق الخیری صاحب جنہوں نے اور متعدد و مفید کتابوں کے علاوہ حاملہ اور زچہ جیسی مفید کتابیں دفتر عصمت سے شائع کر کے خواتین ہند کی زبردست کمی کو پورا کیا۔

کاش! یہ کتاب چار پانچ سال قبل ہی شائع ہو گئی ہوتی...... مجھے بھی زچگی کے متعلق بڑے بڑے افکار و خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور ہر زچہ خانہ میں کثیر رقم لیڈی ڈاکٹروں و دائیوں کے نذر کرنی پڑی ہے، اگر ان مفید کتابوں کو فرشتۂ رحمت کہا جائے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ اور قیمت بھی اس قدر خوبیوں کے لحاظ سے بہت کم رکھی گئی ہے فی جلد ۱۲؎ میں اپنی بہنوں کی پریشان حالت دیکھتے ہوئے انہیں مخلصانہ مشورہ دوں گی کہ وہ ایک ایک جلد ان کتابوں کی ضرور منگائیں، اور نہ صرف پڑھیں بلکہ ہر ضرورت کے وقت کھول کر دیکھیں۔ عمل کریں اور اس کو امداد غیبی سمجھیں۔ جو کم استطاعت بہنیں ہیں وہ کچھ نہ کچھ پس انداز کر کے رکھیں اور جس طرح کھانا کپڑا ضروری سمجھتی ہیں۔ اسی طرح ان کتابوں کا منگانا فرض سمجھیں۔ بڑی مصیبتوں سے نجات پائیں گی۔

صحت قائم رکھنے کے طریقے

صبح پانچ بجے بیدار ہو جاؤ، ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی لو، کھلی ہوا میں نکل کر ٹہلو، پھل، انار، سنترا یا سیب جو موجود ہو نہار منہ کھایا کرو، برف کے پانی کا استعمال کم کرو ہر وقت برف کا پانی مت پیا کرو، سونے سے قبل رات کے کھانے کے بعد کھلی ہوا میں ضرور ٹہلو کھانے کے پندرہ منٹ بعد پانی پیا کرو، ہر روز گرمیوں میں ٹھنڈے پانی سے جاڑوں میں نیم گرم پانی سے غسل کرو، ہر چوتھے روز پیٹ صاف رکھنے کی کوئی دوا یا ٹنک پیا کرو، رات کو غذا کم کھایا کرو۔ شہد اور لیموں کا عرق ملا کر سوتے وقت پینا صحت کے لئے بہت مفید ہے،

صغرا ہمایوں مرزا

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہو۔

تیوری کے بل ذرا سی بات پر چڑ کر ماتھے پر بل ڈال دینا چہرہ بگاڑ دیتا ہے۔ کھال بار بار سکڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماتھے پر لکیریں پڑ جاتی ہیں۔ چہرہ کی جلد کیسی ہی صاف اور خوشنما کیوں نہ ہو۔ ماتھے کی یہ ایک دو لکیریں اس کی ساری خوبی خاک میں ملا دیتی ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ بات بات پر ماتھے پر بل ڈالنے کی عادت ترک کر دیں۔ مگر یہ ذرا مشکل ہے۔ پیشانی پر شکن آہی جائے گی۔ اس لئے اب دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو پیشانی پر لیپ کیا جائے۔ یا باقاعدہ مالش کا روزانہ انتظام کیا جائے۔ لیپ آرام کے وقت یا سونے سے پیشتر لگایا جائے تاکہ رات بھر لگا رہے۔ اس امر کی احتیاط کی ضرورت ہے کہ پیشانی کی جلد لیپ لگانے سے پہلے بالکل تنی رہے۔ ڈاکٹر سے پلستر کا ٹکڑا لے کے چپکا لیا جائے لیکن بعض جلدیں اس قدر حساس ہوتی ہیں کہ انہیں خارش معلوم ہونے لگتی ہے یا کھال سُوج جاتی ہے اُنہیں چاہئے کہ وہ خود اپنا لیپ تیار کر لیں۔ موٹے کاغذ کے پرزے کاٹ کے انڈے کی سفیدی اس پر پھیلائیں۔ سوکھ جانے پر پھر سفیدی لگائیں اور سکھالیں۔ لگانے سے پہلے انہیں ذرا گیلا کر لیں۔ ہر روز سونے سے پہلے پلستر لگا لیا کریں۔ ہفتہ دو ہفتہ میں نمایاں فرق نظر آنے لگے گا۔ اس وقت یہ عمل ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ کرنے لگیں۔ پھر مہینہ میں ایک مرتبہ تاکہ سال بھر پیشانی لکیروں سے صاف رہے۔

اگر لکیریں غفلت یا بے پروائی سے زیادہ گہری پڑ گئی ہیں تو صرف مالش۔ سے ہی جائیں گی۔ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور پہلی انگلی کے پاس والی انگلی کے درمیان پیشانی کی جلد تان لیں۔ پھر دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی کے پاس والی انگلی کسی جلدی غذا یا شکنوں کی کریم میں ڈبو کے پیشانی کی شکن پر نرمی سے پھیر دیں۔ اس کا خیال رکھیں کہ جلد پر کچھ غذا یا کریم رہ جائے۔ صبح کو اسے نرم روئی کا پھایا وچ ہیزل میں ڈبو کے اس سے پونچھ ڈالیں یا کوئی جلد کسنے والا لوشن استعمال کریں۔

اگر پلستر اور مالش کے طریقے بیک وقت استعمال کئے جائیں تو یہ شکایت جلد دُور ہو جائے گی۔ پیشانی پر کریم لگانے کا بہترین وقت رات ہے۔ اس کے بعد مالش شروع کی جائے۔ مندرجہ بالا طریقہ سے کریم لگا کے پلستر کے ٹکڑے تنی ہوئی لکیر والی کھال پر چپکا دیں تاکہ سوتے وقت جلد سکڑنے نہ پائے۔ آخر وہ وقت آجائے گا کہ جلد میں طاقت پیدا ہو کے لکیریں غائب ہو جائیں گی اور جلد اپنی جگہ پر خود قائم رہنے لگے گی۔

جلد کی تیاری ہفتہ میں ایک مرتبہ جلد پر روغن یا لیپ لگانے سے دلکشی قائم رہتی ہے۔ نقائص دُور ہو جاتے ہیں۔ بعد دو پہر صرف آدھ گھنٹہ کی محنت اس امر کے لئے درکار ہے بس کام بنا رکھا ہے۔

لیپ کے اجزا تیار کرنے کے بعد پہلا کام یہ ہے کہ چہرہ گرم پانی اور اچھے صابن سے صاف کرلیا جائے یا اُس کی بجائے کوئی صاف کرنے والی کریم استعمال کرلی جائے۔ چہرہ پر پوڈر یا کریم کا ذرا سا بھی اثر باقی نہ رہ جائے۔ بالکل صاف ہونے ہی کے بعد لیپ وغیرہ سے اثر پذیر ہوسکتی ہے۔

ایک تولیہ بہت گرم پانی میں ڈبو کے نچوڑ لیا جائے اور گردن و چہرہ پر لپیٹ لیا جائے حتیٰ کہ جلد گیلی اور نرم ہو جائے۔ پھر لیپ ان پر پھیلا دیا جائے اور آرام سے لیٹ جانا چاہئے۔ دس پندرہ ،بیس منٹ تک جیسی صورت ہو بات نہ کی جائے نہ ہنسا جائے۔ اس سے یہ عمل زود اثر ثابت ہوگا۔

جلد خشک رہتی ہو اور کہیں کہیں کھُردری معلوم ہوتی ہو تو بادام روغن اور انڈے کا لیپ ہفتہ میں ایک مرتبہ لگانا جادو اثر ہوگا۔ انڈے کی زردی الگ کرکے اس میں ایک بڑا چمچہ بادام روغن ملا لیا جائے۔ چہرہ اور گردن پر پوروں یا کسی ملائم برش سے اسے پھیلا لیا جائے۔ پندرہ منٹ لگا رکھنے کے بعد کسی گیلے تولیہ سے تھپکی دے دے کر ہٹا دیا جائے۔ بعد ازاں جلد تاننے والا لوشن لگا لیا جائے۔ سادہ وچ ہیزل نہایت اچھی چیز ہے۔

خالص سمندر جھاگ ہے کے اس میں تھوڑا دودھ ملائیں اور ملائم مٹی بنالیں۔ دودھ کے ملانے میں احتیاط رکھیں تاکہ بہت گیلاپن نہ آنے پائے ورنہ یہ لیپ بہت کچھ بیکار ہو جائیگا۔ پوروں سے چہرہ اور گردن پر ہموار پھیلائیں لیکن ملیں نہیں بیس پچیس منٹ میں یہ خشک ہو جائے گا۔ پھر تولیہ یا ملائم روئی گرم پانی میں ڈبو کے اُسے دُور کردیں۔ مسام بند کرنے کے لئے جلد تاننے والا لوشن لگائیں۔ اس کم خرچ بالانشین نسخہ سے جلد پر عجیب رعنائی آجائے گی۔

نہایت باریک آٹا (میدہ) گرم دودھ میں ملا کے لئی سی بنالیں۔ گرم گرم ہی ہموار پھیلالیں اور پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں۔ پھر گرم دودھ سے دھوڈالیں۔ یہ لیپ روزانہ لگایا جاسکتا ہے بہت سکون دیتا ہے۔ صاف کرتا ہے اور جلد میں سفیدی لاتا ہے۔ خشک کھردری اور شکن دار جلدیں کو خاص فائدہ پہنچاتا ہے۔

شہد جلد میں تازگی پیدا کرنے کے لئے مشہور ہے۔ اس سے جلد صاف ہو جاتی ہے اور اس میں طاقت بھی آتی ہے شہد میں دودھ ملاکے وچ ہیزل کے چھینٹے سے اُسے ملائی نما بنالیں چہرہ اور گردن پر پندرہ منٹ تک لگا رہنے دیں۔ گرم پانی سے دھوکے کسی کپڑے کی گدی کو روزواٹر (گلاب کے پانی) میں ڈبو ڈبو کے لگائیں۔

انڈے کی سفیدی کا لیپ بھی اچھا ہے۔ اسے اتنا پھانٹا جائے کہ جھاگ اُٹھ کے سخت ہو جائے پھر جلدی سے گردن اور چہرہ پر پوروں ہلکے ہلکے پھیلادیں۔ دس منٹ لگا رکھنے کے بعد ملائم روئی روزواٹر میں ڈبو کے ہٹادیں۔ اور جلد تاننے والا لوشن گدی سے لگائیں۔ سفیدی کی بجائے زردی بھی لگائی جاسکتی ہے مگر اُسے اتنا پھانٹ لیا جائے کہ ملائی سی ہو جائے۔

جلد میں جھریاں پڑ گئی ہوں تو یہ لیپ لگائیں اس سے پٹھے جاندار ہو کے تروتازہ ہو جاتے ہیں۔ دوا ساز سے چھ اونس روزواٹر میں دو ڈرام گلیسرین چھ قطرہ الکحل چھ قطرہ ٹنکچر بنزوائن اور پانچ ڈرام سفوف شدہ ٹرے گے کنتھ tragacanth

ملوالیں۔ جلد پر کریم لگا کے اور اتنی تھپکیاں دے کے جس سے وہ تمتا اُٹھے چکنائی ایک گدی سے دور کر دی جائے جسے بالکل سرد پانی میں جس میں پھول کا عرق یا سادہ ٹنکچر بنزوائن کے چند قطرے ملے ہوئے ہوں ڈبو ڈبو لیا پھر روئی کا پھویا ٹھنڈے پانی سے گیلا کر کے اس لیپ میں ڈبو نچوڑ کے جلد پر لگائیں۔ لیپ پہلے خوب ہلا لیا جائے۔ آنکھوں پر لگاتے وقت انہیں بند کر لیا جائے۔ پاؤ گھنٹہ لیٹے رہنا چاہئے۔

میاں بیوی کی خوشی ناخوشی

چھوٹی چھوٹی باتیں میاں بیوی میں ناچاقی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر دونوں ذرا غور کریں اور ان ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے بچنے لگیں تو خانگی زندگی کیسی اچھی گزرنے لگے۔ اب ذرا دیکھئے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو مردوں کو ناگوار گذرتی ہیں۔

جب بیوی خود تو منجن کی شیشی کا ڈھکنا کھلا چھوڑ دے اور جب میاں کی ڈاڑھی مونڈتے وقت استرے کاٹ دے اور وہ اس کے پوڈر کی شیشی میں سے تھوڑا سا پوڈر نکال کے خون بند کر دے اور شیشی کا ڈھکنا یونہی کھلا چھوڑ دے اور بیوی اسپر بڑبڑانے لگے۔

جب وہ گھر آئے تو دیکھے کہ بیوی استری کرنے میں مصروف ہے گویا اس کی جان اسی میں پڑی ہے اور پھر جب میاں لے کہیں تفریح کو لے جانے لگے یا کسی کام کو کہے تو وہ کہے کہ میرے سر میں درد ہو گیا ہے۔

جب وہ تپیٹرے سے گرم پانی لینا چاہے اور وہاں صافی نہ ملے اور پانی پیتے وقت اس کی انگلیاں جل جائیں۔ اس پر دونوں میں کچھ نوک جھونک ہونے لگے۔

جب وہ کچہری جاتے وقت کمرہ سے پکارے جائے کہ میرا برش کہاں گیا اور بیوی ہے کہ باورچی خانہ سے نہ نکلتی ہے اور نہ جواب دیتی ہے۔

جب ملنے والوں کے سامنے وہ اس پر نکتہ چینی یا چوٹ کرنے لگے اور خاصکر ایسے ملنے والوں کے سامنے جو اس کے لئے اجنبی ہوں جب وہ بچوں کو دھمکاتا ہو اور وہ اُسے ان کے سامنے ٹوک دے کہ ان پر ایسی سختی کیوں کر رہے۔

عورت کو

جب وہ اُس کے سوالوں کا جواب بڑبڑا کے دے۔ اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ تمام دن میں ایک وہی شخص ہے جس سے اُسے بات کرنے کا موقع ملتا ہے۔

جب وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے یا کسی پرانے کپڑے سے کوئی نئی چیز طیار کر کے اُسے دکھائے اور وہ اس کی تعریف نہ کرے لیکن وہ اس سے کہے کہ تم نے فلاں بی بی کی فلاں چیز کیوں نہ بنائی حالانکہ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ جس چیز کا وہ حوالہ دے رہا ہے اُسپر بڑے دام آئے ہیں۔

جب وہ اوروں کے سامنے محض دکھانے کے لئے بیوی کے وہ کام کرانے دوڑے جن کو وہ صرف تاکہ ہی نہیں سکتا۔

جب سگرٹ کی راکھ یا ردی کے پرزے وغیرہ فرش پر ڈال دے حالانکہ بیوی نے اس کے لئے علیحدہ جگہ مقرر کر رکھی ہے۔ جب وہ گھر کے کام کاج اور طریقوں پر برمحل گفتگو کرنے سے انکار کر دے حالانکہ اُسے یہ جاننا چاہیئے کہ گھر تو وہ چلا رہی ہے اور وہ تو صرف کما ہی کے لاتا ہے۔

جب جیب کے رومال وہ دھوبی کو نہ دے اور بیوی سے شکایت کرے کہ گھر بھر میں ایک بھی رومال صاف نہیں ملتا۔

خانگی ٹوٹکے

گرم پانی سے پھپھولے پڑ جائیں تو گلیسرین اور سہاگہ میں السی کا تیل ملا کے لگائیں۔ فوراً آرام آجائے گا۔

پیسٹری بناتے وقت آٹے میں دودھ ملا لینا چاہیئے۔ اس سے وہ ٹھنڈی ہونے کے بعد بھی کراری رہتی ہے

چا اور قہوہ کے دھبوں پر دودھ لگا کے سہاگہ سے ڈھک دیں اور پھر گرم پانی میں ڈبو دیں۔

چھتری گیلی ہو جائے تو اُسے کھول کے سکھا لینا چاہیئے۔ اس سے اس کی عمر بڑھتی ہے۔

ریشمی جراب دھوتے وقت آخری پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملائیں۔ اس سے صابن کا اثر اس سے بالکل دُور ہو جائے گا۔ ریشم بھی محفوظ رہے گا۔ نئی ریشمی جرابوں کی چمک دور کرنے کے لئے دھونے کے پانی میں ذرا سا امونیہ ملالیں۔

مکڑیاں زیادہ ہو جائیں تو روئی کے پھوئے آئیل آف پینی رائل Oil of Pennyroyal میں ڈبو اُن کے مقامات میں رکھدیں۔

کچے رنگ کے کپڑے نمک اور نیم گرم پانی کچھ دیر بھگوئے رکھیں۔ پھر دھونے سے ان کا رنگ نہ کٹے گا۔

صفراوی دردسر میں نیم گرم پانی میں لیموں خوب نچوڑ کے پئیں۔ اُمید ہے جاتا رہے گا۔

نصف پونڈ پھٹکری ۱/۲ گیلن پانی میں ڈالیں۔ اُونی کپڑا دھو کے اس آخری پانی میں ڈبو کے سکھائیں۔ کیڑے نہ لگیں گے۔

شیشے کے زیور ٹوٹ جائیں تو آئسنگلاس isinglass قدرے سپرٹس آف وائن میں پگھلائیں۔ تھوڑا سا پانی ملا کے میٹھی آنچ پر گرم کریں۔ زیور جڑ جائیں گے۔

ایک چمچہ کاربولک ایسڈ یا تارپین گرم پانی کی ایک بالٹی میں ملا کے برتن دھونے سے ان کی بدبو جاتی رہتی ہے اور وہ جراثیم سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

چا کے دھبے نمک اور لیموں سے دور ہو جاتے ہیں۔ چا کے برتنوں پر چا یا قہوہ کے دھبے پڑ جائیں تو گیلے کپڑے سے پکانے کا سوڈا لگائیں۔

دھوئیں کی سیاہی کسی چیز کو لگ جائے تو اُسے گیلا نہ کریں بلکہ نمک سے ڈھک کر سخت بالوں کے برش سے جھاڑ دیں۔

محمد ظفر

سیر بین

فرانسیسی عورت کا درجہ

فرانس کی عورت کا دھیان خوبصورتی کی طرف زیادہ ہے مگر وہ محض اس لئے کہ اُس کا شوہر اُس کے قابو میں رہے۔ اگر وہ حسین نہ بنے تو زندگی بے مزہ اور اُس کا اختیار جاتا رہتا ہی قانون کوئی حیثیت نہیں رہتا۔ برسوں وہ محنت سے، کنجوسی سے کچھ جوڑتی رہے۔ شوہر کسی روز اس سے چھین کر اپنی کسی دوست کو یہ رقم دے سکتا ہے۔ قانون اسے جائز قرار دیتا ہے۔ وہ بنک میں اپنے نام سے کوئی حساب جاری نہیں کرسکتی۔ نہ سفر کے وقت اپنے پاس پروانہ راہداری رکھ سکتی ہے۔ شوہر رضامند ہو تو البتہ یہ دونوں باتیں کرسکتی ہے۔ دکان ہو تو چیزوں کی نگرانی اُس کے سپرد ہے۔ شوہر صاحب باہر دروازہ میں کھڑے سگرٹ کا دھواں اڑاتے خوش گپیاں کریں گے۔ وہ گھر میں زیادہ رہتی ہے کیونکہ اُس کی اہمیت ہے۔ شادی کی وہاں کچھ زیادہ وقعت ہے۔ طلاق بہت کم ہے۔

قبر کے ٹونے

بلغراد یگوسلاویہ کے پایہ تخت میں قبرستانوں کا پولس کو خاص انتظام کرنا پڑا ہے۔ توہم پرست عورتیں قبروں سے شمعیں پھول ہار وغیرہ چُرا کے لے جاتی ہیں اور اُن سے ٹونے کرتی ہیں بعض عورتیں اچھے گھرانوں کی ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے مالدار اور تعلیم یافتہ خاندانوں کی لڑکیاں آدمیوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے قبروں کے معاملہ میں عجیب عجیب حرکتیں کرتی ہیں۔ یہ عام اعتقاد ہے کہ اگر کوئی عورت کسی منسوب مرد یا عورت کی قبر سے پھول لے جائے اور اُس مرد کے کوٹ کے کاج میں جس کی طبیعت وہ حاصل کرنا چاہتی ہے لگادے تو وہ اُس کا مداح ہوکر شادی کرے گا اور مرتے مرتے وفادار رہے گا۔

ایک اور عام عقیدہ یہ ہے کہ اگر جراب کرتہ یا انگیا یا اسی قسم کی کوئی اور چیز کسی اجنبی آدمی کی قبر پر تمام رات پڑی رہنے دی جائے اور دوسرے دن اُس کے مالک آدمی کو واپس کردی جائے اور وہ اُسے پہن لے تو وہ اس کی یہ چیزیں لے جانے والی عورت کا غلام ہو جائے گا۔

کنوارے کی خودکشیاں

ایک ۷۳ سالہ بڈھے کنوارے نے تنہائی سے تنگ آکے مرنے کی کوشش کی۔ اُس نے ایک رسی، طمنچہ، چاقو اور ریل کی سڑک اس غرض سے استعمال کی مگر پھر بھی اُسکی جان اس قدر سخت تھی کہ نکلی پر نہ نکلی۔

وہ بلغراد میں رہتا ہے۔ اُس نے اپنے کمرہ میں گھس کے رسی کا پھندا بنایا۔ گلے میں ڈالا چھت اور دیواروں کی طرف دیکھتا ہی تو اُسے کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جس سے وہ رسی کو باندھ لے۔ اب اُس نے طمنچہ کی طرف توجہ کی۔ اپنے منہ میں اُس کی نالی رکھنی۔ گھوڑا ہلا دیا۔ گولی گلے میں سے نکل گئی۔ پھر گھوڑا ہلایا۔ وہ چلا ہی نہیں۔ اُس نے پھر چاقو اٹھایا اور دل کے بائیں طرف اُسے مارا لیکن چھچھلتا ہوا زخم لگا۔ مایوس ہو کے وہ کمرہ سے نکلا اور ریل کی سڑک کی طرف دوڑا تاکہ اپنے آپ کو آنے والی ریل کے سامنے ڈال دے۔

لوگوں نے اُسے اس حلیہ میں دیکھا کہ بڈھے کے گلے میں رسی کا پھندا پڑا ہے منہ اور ہاتھوں پر خون لگا ہوا ہے اُنہوں نے اس کا تعاقب کیا۔ گاڑی کے آنے سے پہلے اُسے حراست میں لے لیا گیا۔

بیوی ہارنا پولینڈ میں ایک کمپنی کے ملازم نے تاش میں ہر چیز حتٰے کہ اپنی بیوی تک ہار دی۔ اس کی کیفیت بڑی دلچسپ ہے۔ اس کی عمر ۲۴ سال ہے۔ اُس کا نام سکی بی نیوک ہے۔ اس کی شادی ۲۰ سالہ لڑکی سے اگلے روز ہونے والی تھی۔ وہ بازار سے اس شادی کے لئے سامان خرید کے ٹریم میں بیٹھا۔ اُس کے ساتھ اُس کی منسوبہ بھی تھی۔ ٹریم میں اُسے ملک ایک دوست مل گیا جسے ملے اُس سے چار سال ہوگئے تھے ملک سے اُس نے اس لڑکی کا تعارف کرایا۔ اُس نے اُسے اس شادی پر مبارک باد دی۔ وقت گزارنے کے لئے دونوں تاش کھیلنے لگے۔ گھنٹہ بھر ہی میں وہ اپنی ساری نقدی اور گھڑی ہار گیا۔ وہ برابر کھیلتے رہے۔ لولا نے اپنے منگیتر کو روکا بھی مگر وہ نہ مانا۔ تنگ آ کے وہ آنکھ بند کرکے لیٹ گئی اور اُسے نیند آگئی۔ دونوں کی آوازیں سُن کے وہ جاگی۔ ملک کہہ رہا تھا۔ لو تم پھر ہار گئے۔ وہ اب میری ہے۔ سکینی چلایا۔ نالائق پاجی۔ جا تو ہی اسے لے جا۔ ملک نے لڑکی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ میں تمہیں جیت گیا ہوں۔ چلو اُٹھو۔ سکینی اپنا اور کوٹ ٹوپی جوتے سب کچھ ہار جانے کے بعد اپنی منسوبہ کی تین روپیہ کے بدلہ میں بازی لگادی لیکن کمبخت وہ بھی ہار گیا۔ دوسرے سٹیشن پہ ملک اُس لڑکی سمیت اُتر گیا۔ سکینی بغیر ٹوپی کوٹ اور جوتہ کے گھر گیا۔ اُس نے پولس کو اطلاع کی کہ اُسے پودر واپس دلائی جائے۔ لیکن اس قسم کی بازی لگانا اُس ملک میں جرم ہے جس کی سزا دس سال ہے۔ پولس نے اُسے پکڑ لیا جس روز اُسے سزا ملی پودر اور ملک ایک قہوہ خانہ میں بیٹھے تھے وہ کہہ رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے اُس نے شادی سے پہلے یہ حرکت کی۔ اُس نے تاش کھیلنے میں اپنی اصلیت کا اظہار کر دیا۔ میں اس سے ہرگز شادی نہ کروں گی۔ اُس سے ایک نے پوچھا تو کیا تم اس شخص ملک سے شادی کرلوگی۔ اُس نے جواب دیا ممکن ہے۔ اُس نے یہ ضرور ثابت کردیا ہے کہ یہ خوش قسمت آدمی ہے۔

یورپ میں طلاق انجیل میں طلاق کی ممانعت ہے۔ اور مطلوقہ سے شادی بمنزلہ جرم قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ گذشتہ صدی میں ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد اتنا ہوا کہ صرف پارلیمنٹ طلاق دینے کی مجاز تھی ۱۸۵۸ء سے پہلے یہ قانون موجودہ قانون سے بہت زیادہ سخت تھا۔ ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے ایک جج مسٹر جسٹس مولی نے بیوی سے کہا کہ تمہیں ایسے جرم کی سزا دی جاتی ہے جسے قانون نہایت سنگین اور شدید تصور کرتا ہے۔ وہ یہ کہ تم نے اپنی بیوی کی زندگی میں دوسری عورت سے شادی کی۔ تم نے صفائی میں کہا ہے کہ تمہاری بیوی شراب نوشی کی عادی تھی اور اُس نے اپنے آپ کو تمہارے حق میں ایک لعنت بنا رکھا تھا۔ اور سب سے بڑھ کے یہ کہ وہ تمہیں اور بال بچوں کو چھوڑ کے فرار ہوگئی۔ لیکن مجھے قانون اس صفائی کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم نے ایک مقدس رشتہ سے خواہ وہ اچھا تھا یا بُرا اپنے آپ کو باندھا اور اگر برائی ہی تمہارے پلے پڑی تو تمہارا کام تھا کہ صبر سے تم اُسے برداشت کئے جاتے۔ تم نے کہا ہے کہ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تمہیں دوسری شادی کرنی پڑی تاکہ وہ مفرورہ والدہ کی قائم مقام بنے۔ لیکن قانون کو بال بچوں والے کے لئے اس قسم کی کوئی رعایت منظور نہیں۔ اگر تم دوسری عورت سے

تعلقات رکھتے قانون تم سے مطلق باز پرس نہ کرتا لیکن تمہارا جرم تمہارے ہی لفظوں لفظوں میں یہ ہے کہ تم نے اس عورت کو اخلاق کے حدود میں رکھنا پسند کیا یعنی اس سے شادی کر لی ۔ انہیں اگر اپنی بیوی سے بدچلنی کی شکایت ہے تو تمہیں طلاق کی درخواست دینی چاہئے تھی گو اس میں خرچہ بہت تھا اور تم مزدور ہونے کی وجہ سے اتنے غریب ہو کہ اتنا خرچ تم برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ قانون کا قصور نہیں ۔ اس کی نظروں میں امیر غریب سب برابر ہیں ۔ تمہیں پانچ چھ سو پونڈ اسی مقدمہ کو دارالامراکے سامنے لے جانے میں خرچ کرنے ہوتے ۔ امیر آدمی کو بھی اتنا ہی خرچ کرنا پڑتا ۔ یہ اُس کا فعل جج کے طنز آمیز فقرے تھے ۔ بعد میں اُس نے قانون طلاق کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ۔ آج انگلستان میں طلاق کے سلسلہ میں جو کچھ اصلاحات ہوئی ہیں اسی جدوجہد کا نتیجہ ہے ۔

طلاق کے متعلق اصلاح شدہ قانون یورپ کے تقریباً ہر ملک میں بن گیا ہے لیکن وہ بجائے خود تکلیف دہ ہے ۔ طلاق ایک مصیبت بن گئی ہے ۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے ایک مقدمہ سنیئے ۔ ویانا میں کارل لٹز نے عدالت میں اپنی بیوی کے خلاف محض اس بنا پر طلاق کا دعویٰ کیا کہ اس کی بیوی کھانا پکانے کی بجائے فٹ بال کھیلتی ہے اس کی عمر ۲۸ سال ہے اور خوبصورت ہے ۔ آسٹریا کی وہ ایک مشہور کھلاڑن ہے ۔ شوہر کو اس کی شہرت پر ناز ہے مگر یہ بھی شکایت ہے کہ اسے خود کھانا پکانا پڑتا ہے گھر کا انتظام کرنا ہوتا ہے اور دس سالہ بچے کا رکھ رکھاؤ وہی کرتا ہے ۔ بیوی نے جواب میں کہا کہ میں اصولاً شادی شدہ عورتوں کے فٹ بال کھیلنے کو پسند نہیں کرتی لیکن میرے شوہر نے ہی میری حوصلہ افزائی کی ۔ مجھے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا ۔ اب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے کیونکہ فٹ بال میری روح بن گئی ہے اور میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔

اس عورت کے حق میں اس کی فٹ بال ٹیم والے شہادت دیں گے ۔ نیویارک میں ایک ۷۹ سالہ بڈھے نے اپنی چوتھی ۲۴ سالہ بیوی پر طلاق کا دعویٰ کیا ہے ۔

مُردوں کے سر

ایک محقق نے اعلان کیا ہے کہ وہ وقت آ رہا ہے کہ مردوں کے سروں سے وہی کام لیا جا سکتا ہے جو وہ زندگی میں دیتے تھے ۔ وہ کہتا ہے کہ آدمی مر جاتا ہے لیکن اُس کا سر نہیں مرتا ۔

اگر قابل لوگوں کے سر دھڑ سے کاٹ لئے جائیں اور ایجاد شدہ طریقوں سے رکھے جائیں تو وہ سر زندگی کی طرح غور و فکر کر کے اپنے خیالات سے لوگوں کو مستفید کرتے رہیں گے ۔ اس طرح قابل آدمیوں کی لیاقت ان کے ساتھ مر نہیں جائے گی بلکہ اُن کا فیض جاری رہے گا ۔ وہ محقق کہتا ہے کہ کیا مزا ہو گا جب بڑے بڑے آدمیوں کے سر کسی بڑے اہم جلسہ میں مصروف غور و خوض ہوں گے گویا ان کٹے ہوئے سروں کا جلسہ ہو گا اور وہ اپنا کام کر رہے ہوں گے ۔ یہ بات بھی رکھدی گئی ہے کہ اگر کسی سر کے خیالات زمانہ کی رفتار کے بالکل برعکس ہوں اور اُس کا زندہ رکھنا بے سود ہو ایک انگلی مروڑ دینے سے وہ سر مردہ کیا جائے گا ۔

برمی عورتوں کی آزادی

برما کی عورتیں اس قدر آزاد ہیں کہ اُن پر موجودہ زمانہ کی تحریک مساوات کا مطلق اثر نہیں ان کے مرد سست اور کاہل ہوتے ہیں اس لئے عورتیں ہی سارا کاروبار کرتی ہیں بازاروں میں ہر قسم کی تجارت وہی کرتی نظر آئیں گی ۔ سچ پوچھو تو وہی گھر کی روٹی کمانے والی ہے ۔ چونکہ گذارہ اُسی کی بدولت چلتا ہے

اس لئے وہ بالکل آزاد ہے مگر اس پر بھی وہ گھر کو اپنی مملکت سمجھتی ہے۔ شوہر اور بچوں کے آرام و آسائش کو اپنا دین و ایمان سمجھتی ہے یہی وہ راز ہے جس سے مرد آسانی سے عورت کے قابو میں آجاتا ہے اور یہی سبب ہے کہ برما کی عورتوں کی قابلانہ زندگی نہایت پُرلطف و خوش و خورم گزرتی ہے۔ وہ کاروبار کی مالک ہونے کے علاوہ اپنی صورت کو اپنی کامیابی کی کنجی سمجھتی ہے۔ وہ اسے دلکش بناتی ہے اور تنکا ایک پودے کا دودھ سے ایک جلا تیار کرتی ہے جسے چہرہ اور جسم پر خوشنمائی سے چپڑ لیتی ہے جس سے نہ صرف دلفوبی آجاتی ہے بلکہ اُس کی جلد دھوپ کی تیزی سے محفوظ رہتی ہے۔ کپڑے سادہ ہوتے ہیں۔ مگر اُن میں بھی دلکشی ہوتی ہے۔ ٹانگوں پر خوشنما لنگی بدن میں سفید جاکٹ اور گلے میں ایک خوشنما رومال یہ اُس کی پوشاک ہے۔ بالوں کا جوڑا سر پر باندھ لیتی ہے اور اس میں کلیوں یا پھولوں کا ہار لپیٹ لیتی ہے چلتی ہے تو اس کی رفتار میں ایک غمزہ ہوتا ہے۔ زیور کی عاشق ہے مگر اُس میں زیبائش پائی جاتی ہے۔ بھدا پن نہیں ہوتا۔ اُسے شادی کا اختیار ہوتا ہے۔ اس کی قوم میں شوہر کی تلاش یا اس سے ابتدائی محبت کا طریقہ بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ والدین اس کی پسند پر ایک طرح مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ ورنہ اگر وہ اس کے انتخاب کو پسند نہ کریں تو ان کی پروا نہیں کرتی اور اُس شخص سے شادی کر لیتی ہے۔ اس کی جائداد اس کی ملکیت ہوتی ہے شوہر کو اس میں بالکل دخل نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں صدیوں سے خاص حالات میں طلاق کا رواج ہے۔ اگر شوہر پاگل ہو یا اُس کی عادات ناقابل اصلاح ہوں یا وہ عرصہ سے اُسے چھوڑ گیا ہو وہ عدالت میں جائے بغیر اس سے علیحدہ ہو سکتی ہے اور پیدا کردہ جائداد اور بچے آپس میں دونوں تقسیم کر لیں گے۔ ان کے ہاں قوم سے باہر بھی شادی کر لیتے ہیں، چنانچہ یہ دستور بڑھتا رہا ہے۔

پھلجھڑیاں شاہ فریڈرک ولیم اول والئے پرشیا کا ۲۳ سال تک یہ عمل رہا کہ ہر روز رات کو وہ اپنے وزیروں اور مشیروں کو بلا کے اُنہیں مجبور کرتا کہ وہ تمباکو کے ساتھ پائپ پئیں اور سو لطیفے کہیں ورنہ سزا کے طور پر وہ خود بید لگاتا تھا اس کا عہد ۱۷۱۳ء سے ۱۷۴۰ء تک رہا۔

ایک بوتل میں ایک پیام بند کر کے کیپ ہارن (جنوبی امریکہ کے عین جنوب میں) کے قریب سمندر میں ڈالا گیا۔ وہ دو برس کے بعد وہاں سے دس ہزار میل کے فاصلہ پر آسٹریلیا کے ساحل سے پرے ملی۔

سمندر کے قریب ایک پرندہ اس قدر ڈرپوک ہوتا ہے جو محض ابر کے سایہ کے پاس سے گزرنے سے ڈر کے خرگوشوں کے بل میں گھس جاتا ہے۔ اُس کے جسم سے اون اچھی دستیاب ہوتی ہے۔

ایک باز ایک گلہری کو پنجوں میں لے کے آسمان میں اُڑا۔ گلہری اُس سے لڑتی رہی۔ آخر اُڑتے اُڑتے ہی مار ڈالا۔

انگلستان میں دو شخص آپس میں پچاس سال سے گہرے دوست تھے ہر ایک کی عمر ۷۳ سال کی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے پانچ منٹ کے فاصلہ سے مر گئے۔ ایک سخت بیمار ہوا دوسرا جو چار میل کے فاصلہ پر رہتا تھا اُسے دیکھنے آیا۔ یہ دیکھ کے کہ وہ مرتا ہے شکستہ گھر واپس ہوا۔ وہ دو دن بعد مر گیا۔ اُسے یہ پتہ بھی نہ ہونے پایا کہ اُس کا بیمار دوست بھی اُس سے پانچ منٹ پہلے ہی مر چکا تھا۔

عظیم ظفر

دوربین

راس نصیبو کی موت

راس نصیبو شاہ حبش کا مسلمان افسر تھا جو جنوبی سپاہ کی اجادین میں کمان کر رہا تھا۔ وہ کسی بڑے خاندان کا آدمی نہ تھا۔ اس نے قوت بازو سے ترقی کی۔ ابتدا میں یورپ میں تعلیم حاصل کی اور اس سے شاطرانہ چالیں سیکھیں۔ شاہ کے ایک روسی دوست کی بیٹی سے اس نے شادی کی۔ وہ جنرل وہیب پاشا کے ساتھ جنوب میں اطالویوں کو روکے رہا حتیٰ کہ جنرل گرنیریانی اطالوی سپہ سالار کو اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ آخر جب شمالی فوجیں اطالوی لشکر کے سامنے تتر بتر ہو گئیں تو اطالویوں نے جنوب میں انکے خلاف سارا زور خرچ کر ڈالا۔ زہریلی گیس سے اسکے لشکر کو شکست ہوئی۔ زہر کا اسقدر اثر اس کی صحت پر ہوا کہ اب اس کے انتقال کی پر درد خبر موصول ہوئی ہے۔ مرحوم اچھا سپہ سالار ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا مدبر تھا۔

جنگ ہسپانیہ

باغی افواج برابر کامیابی سے بڑھتی رہی۔ مجریط (میڈرڈ) ہسپانیہ کے دارالسلطنت کو انھوں نے ایسے نرغہ میں لیا کہ حکومت کے سارے افراد بارسیلونہ چلے گئے۔ تین ہوائی جہازوں نے سرکاری لشکر کی وردیوں کو تاک کے بم برسائے مگر وہ ایسے میدان میں جا پڑے جہاں مدرسہ کے سو بچے کھیل رہے تھے۔ ستر بچوں کے پرخچے اڑ گئے۔ جب ماں باپ اپنے بچوں کو ڈھونڈھ رہے تھے تو کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ ایک ماں اپنے بچہ کو سینہ سے چمٹائے کہیں ملنے جا رہی تھی کہ بم سے ماں تو مر گئی مگر بچہ رہ گیا اسے شفاخانہ پہنچا دیا گیا۔ اس بچہ کے تین بڑے بھائی جو میدان میں کھیل رہے تھے سب بم سے مر گئے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس ہوائی حملہ میں ۱۲۵ لوگ مارے گئے اور ۳۰۰ زخمی ہوئے میڈرڈ پر زور کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ باغیوں نے ایک مرتبہ اعلان بھی کر دیا کہ ایسراں کا قبضہ ہو گیا لیکن بعد میں حکومت نے تردید کر دی۔ بہر حال اس کی فتح یقینی ہے۔ حکومت نے خزانہ جس میں بے شمار سونا تھا وہاں سے فرانس وغیرہ بھیجدیا ہے جس سے ملک زبردست مالی بےچینی میں مبتلا ہو جائیگا۔

شہزادی درشہوار کی تقریر

حیدرآباد۔ زنانہ کانفرنس کے دسویں اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے شہزادی درشہوار صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ حیدرآباد میرا وطن ثانی ہے اور اب میں یہاں کی نسا یت میں جذب ہو چکی ہوں۔ انکی خوشی میری خوشی اور انکی ضرورت میری ضرورت ہے۔ یہاں کی عورتوں کی غیر محدود صبر و سکون اور جرأت کی میرے دل میں بے حد تعریف ہے۔ انکی وفاداری پشتینی ہے اور بجا خودداری انکی خصوصیت رہی ہے۔ اب عورتیں ہر جگہ مردوں کے لئے بار نہیں رہیں۔ وہ بھی مردوں کی طرح اپنے آپ کو زمین کی باشندہ اور اپنی ذمہ داریوں کا بار آسانی سے اٹھانے والی ثابت کر رہی ہیں۔ حیدرآباد میں انکی تعلیم کا کافی انتظام ہے اور آئندہ اس میں بہت کچھ اضافہ کی امید ہے۔ بچہ کی پہلی معلم ماں کی گود ہے۔ ماں ہوشیار اور تعلیم یافتہ ہے تو وہ آئندہ نسل کی پرورش بوجہ احسن کر سکے گی۔ عورتوں کو اپنے میں بوقت ضرورت کسب معاش کی طاقت پیدا کرنی چاہئے۔ حیدرآباد کے مختلف مذاہب کی عورتوں میں بے مثل اتفاق موجود ہے اور وہ ایک دوسرے کے تہذیب و تمدن کی خوبیوں سے یکساں بہرہ اندوز ہونے کے لئے مستعد رہتی ہیں، اچھی بات کہیں سے حاصل ہو حاصل کرنے میں ذرا تامل نہ ہونا چاہئے۔ مگر کورانہ تقلید بری ہے۔

شوہر کا قتل

ایک بری عورت نے اپنے شوہر کو جوشش دیوانگی میں قتل کر دیا۔ مانڈلے کے سشن جج کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا۔ واقعہ یہ ہوا کہ شوہر سو رہا تھا کہ عورت خنجر لئے ہوئے اندر آئی اور شوہر کے سر و بازو اور گھٹنے پر وار کئے۔ شوہر دو دن بعد مر گیا۔ صفائی میں یہ کہا گیا کہ اس نے شوہر کو نہ مارا۔ اگر وہ اپنے بس میں نہ تھی کسی خبیث روح نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس روح کا نام نونگ بایونٹ ہے۔ جج نے فیصلہ میں لکھا کہ اس نے اپنے شوہر کو ایسی حالت میں قتل کیا جبکہ اسے اپنے دل و دماغ پر ذرا بھی قابو نہ تھا۔ برما میں ایسے سانحے اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کے سر پر سوار ہو گئے۔ ایسی حالت میں زیر سایہ شخص آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی ہستی کو بالکل بھول کے اور ہی چیز بن جاتا ہے۔ ایسے واقعے عام نہیں ہیں لیکن عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں گو انکے اسباب کے متعلق رائیں مختلف ہیں۔ اسے بری کر کے پاگل خانہ میں رکھے جانے کا حکم صادر کیا گیا۔

عراق میں انقلاب

فلسطین کی بے چینی کا اثر عراق پر پڑا۔ وہاں کی وزارت سے فوج اور عرب باشندے ناخوش ہو گئے۔ کہ انھوں نے فلسطین والوں کی کچھ مدد نہ کی۔ فوج نے ہوائی جہازوں سے اشتہار ڈالے کہ وزارت مستعفی ہو جائے مگر اثر نہ ہوا۔ پھر انھوں نے چند بم گرائے جس سے وزیروں کو ہوش آ گیا۔ انھوں نے استعفے دیدئے۔ شاہ غازی نے نئی وزارت کے قیام کا حکم دیا اس انقلاب میں صرف ایک مشہور شخص جعفر عسکری پاشا کسی نامعلوم شخص کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ یہ پاشا جنگ عظیم میں ترکوں کی طرف سے لڑا بعد میں اسیر ہو گیا اور انگریزوں کی طرف سے ترکوں سے لڑا۔ انگریز اسکی بڑی قدر کرتے تھے۔

سیاسی پیچیدگیاں

ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں ایک طرف جرمنی و

اطالیہ مضطرب ہیں دوسری طرف روس بے قرار ہے۔ اس امر کا اظہار ہوتا جاتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ایک نہ ایک فریق کو مدد دینے کے لئے تیار رہیں یا مدد دے ہی رہے ہیں۔ اطالیہ و جرمنی باغیوں کے حق میں ہیں اور روس حکومت کی پشت پر۔ ان میں سے جو جیتے گا اسی ملک کی قوت بڑھ جائے گی۔ باغیوں کے اقتدار سے جرمنی اور اطالیہ کی قوت بڑھتی ہے اور روس اور اس کے ساتھ اس کے حلیف فرانس و برطانیہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ یہ نظر آ رہا ہے کہ کسی ایک ملک نے اس ملک کے کسی فریق کی مدد کی اور جنگ چھڑ گئی۔ برطانیہ کی امن جوئی بھی اس وقت موثر ثابت نہ ہوگی۔

مسولینی نے ہزاروں نوجوانوں کے سامنے پر زور تقریر کی اور بتایا کہ ہم امن کے حامی ہیں مگر ہمارے اس امن پسندی کی ضمانت اس فولادی تکہ میں ہے جو ہمارے لاکھوں نوجوانوں نے مستعدی سے بڑھا رکھا ہے۔ اور بحیرہ روم اطالیہ کی زندگی ہے اور کچھ اس قسم کے الفاظ کہے کہ انگریزی مدبروں کو فکر ہوا کہ شائد وہ برطانیہ کے بحری اقتدار کو جو اسے بحیرۂ روم میں حاصل ہے چیلنج دے رہا ہے۔ مسٹر ایڈن انگریزی وزیر نے اس کے جواب میں کہا کہ بحیرۂ روم برطانیہ کے لئے چھوٹے راستہ یعنی ٹپیا کا کام نہیں دے رہا ہے بلکہ برطانیہ کی طاقت کی شہ رگ ہے۔ ہم بحیرۂ روم میں کسی کی آزادی میں مخل نہیں ہونا چاہتے۔ اطالیہ آزادانہ پھرنے دے جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔

مغربی جنش میں اب معرکہ آرائی کا زور کم ہوگیا ہے۔ اطالیہ باقی علاقہ کو رہا کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے۔ انگریز بھی شاید کچھ روز بعد اطالوی قبضہ کو سرکاری طور سے تسلیم کرلیں۔ کیونکہ مغربی جنش سے انگریزی سفارت ہٹالی گئی ہے اور عدیس ابابا سے انگریزی فوج بھی واپس بلالی گئی ہے۔

ترکوں نے علاقہ شام کے ترکی صوبوں انطاکیہ اور اسکندریہ کی واپسی کا فرانس سے مطالبہ کیا ہے کہ

ان دونوں میں ترکی ہی آباد ہیں اور ۱۹۲۱ء کے معاہدہ کی رو سے اب وہ ترکی کو واپس ہو جانے چاہئیں۔ ترکوں اور فرانسیسیوں میں وہ ایک معمولی جھڑپ بھی ہو چکی ہیں یقین ہے کہ ترک ان دونوں پر بزورِ ستی قابض ہو جائیں گے۔

خواتین دہلی کی کانفرنس

دہلی میں بر دہ باغ میں سینما بازار ہوا جس میں طرح طرح کی خانگی اشیاء بچوں کے کھلونے نمائش کے طور پر دوکانوں میں سجے گئے تھے ہزاروں عورتیں اور بچے اس تماشہ کو دیکھنے گئے۔ پہلے دن دو بجے مسز برج لال نہرو کی صدارت میں دہلی زنانہ کانفرنس کا جلسہ ہوا۔ مسز آصف علی سکرٹری نے لیگ کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔ جلسہ میں ہندو عورتوں کو طلاق کا حق دینے کی تجویز پاس ہوئی۔

ناروں کا جھرمٹ

سکھر میں ایک آدمی تیل کا کنستر کھول رہا تھا کہ اس میں آگ لگ گئی وہ زخمی ہوا اور اسکے پاس ایک آدمی بیٹھا تھا وہ بھی جل بھن گیا۔ ایک آدمی اُن کی مدد کو دوڑا اسے بھی زخم آئے۔ شفاخانہ میں اُن کی مرہم پٹی کی گئی، تینوں بچ گئے۔ اس سے مکان میں بھی آگ لگ گئی تھی

سیاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر کا انتخاب ہوا۔ مسٹر روزولٹ پھر صدر منتخب ہو گیا اس کے حریف کو بُری طرح شکست ہوئی روزولٹ کی رائیں ۲۰۰۰، ۸۲۰، ۱۷۔ اور لینڈن کی ایک کروڑ دس لاکھ۔

سنت پور ضلع شیخوپورہ میں ایک دھوبن کے تین بچے توام پیدا ہوئے مگر ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر مر گئے۔ آبا نگر ضلع شیخوپورہ میں ایک سکھنی کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ایک لڑکا یہ سب تندرست ہیں

فلسطین میں شاہان عرب کی مداخلت سے عربوں کی سیاسی حقوق کے لئے جدوجہد ملتوی کر دی گئی تھی۔ اب عربوں نے اس تحقیقاتی کمیشن کا بائیکاٹ کر دیا ہے جو ان معاملات کو رو باصلاح لانے کے لئے انگریزوں نے قائم کی ہے۔ ان کا عذر یہ ہے کہ انگریزوں نے یہودیوں کا ملک میں داخلہ بند نہیں کیا۔

شاہ معظم ایڈورڈ ہشتم کی رسم تاجپوشی میں کمال اتاترک لندن جائیں گے۔ برطانیہ اور ترکی میں اطالیہ کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے بڑے گہرے تعلقات پیدا ہو گئے ہیں۔ شاہ معظم ہندوستان بھی آ کے رسم تاجپوشی ادا فرمائیں گے۔

مسلم گرلز انٹرمیڈیٹ کالج علیگڈھ کی سلور جوبلی نومبر کے شروع میں منائی گئی۔ دور دور سے مسلمان بیبیاں اس میں شریک ہوئیں کالج کے بانی شیخ عبداللہ اور انکی بیگم کو مبارکباد دی گئی اور انکی تصویریں بے نقاب کی گئیں۔ تقریروں میں امید ظاہر کی گئی کہ یہ کالج جلد یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر لیگا۔

ضلع راولپنڈی میں ایک شخص نے اپنی بیوہ بہن کی شادی اس شرط پر منظور کی کہ شوہر اسے سو روپے دے۔ لیکن شادی ہو جانے کے بعد بہنوئی نے جب دام ادا نہ کئے تو بھائی نے شادی میں حصہ لینے والوں کو قتل کر ڈالنے کا عزم کیا چنانچہ پہلے تو اس نے اپنی بہن کو کلہاڑی سے مارا۔ پھر دو عورتوں اور ایک عورت کے بیٹے کو مارا۔ بہنوئی کو قتل کرنے جا رہا تھا کہ لوگوں نے اسے پچھاڑ کے پولیس کے حوالہ کر دیا۔ عدالت سے پھانسی کا حکم ہوا جو عدالت عالیہ لاہور سے بحال رہا۔

دہلی کے بازار میں ایک شخص نے گھنٹہ گھر کے پاس ایک دوکان سے کچھ کپڑا خریدا۔ ایک قلی والے کو بلا کے اس کی ٹوکری میں کپڑا رکھ کے چلا۔ ایک ٹوپی والے کی دوکان سے ٹوپی لینے ٹھہرا ہوا۔ مڑ کے دیکھا تو قلی غائب تھا۔ پولیس مصروف تفتیش ہے

برار سالہا سال کی کوششوں کے بعد بھی اعلیٰحضرت خسرو دکن کو واپس نہیں کیا گیا۔ البتہ انکی سیادت تسلیم کر لی گئی، اب اعلیٰحضرت ہزاگزالٹڈ ہائینس نظام حیدرآباد و برار اور ولی عہد پرنس آف برار کہلائیں گے۔ برار میں انگریزی جھنڈوں کے ساتھ پرچم آصفیہ بھی لہرائیگا۔ سی پی برار کے گورنر کے تقرر میں اعلیٰحضرت سے مشورہ لیا جایا کریگا۔ والسرائے کی منظوری حاصل کر کے اعلیٰحضرت برار میں اپنا دربار کر سکیں گے۔ ناگپور میں اپنا ایجنٹ رکھ سکیں گے حیدرآباد کے سرکاری جلسوں میں گورنر سی پی کی شرکت ضرور ہوگی۔ گورنمنٹ بدستور ۲۵ لاکھ سالانہ حکومت نظام کو دیگی۔

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں جس میں سالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو۔ علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔ ایڈیٹر

میں بہ کمال مسرت اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ اختر سلطان کی جو عرصہ سے عصمت کی خریدار ہیں شادی خانہ آبادی ۲۴ ستمبر کو جناب خاں بہادر علی حسن خانصاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ نانک پور کے صاحبزادے اجمل حسن خاں سے جو لندن میں ڈاکٹری تعلیم پا رہے ہیں اور چھٹیوں میں آئے تھے بخیر و خوبی انجام پائی۔ ۱۷ اکتوبر کو دولہا دلہن بمبئی سے لندن کے لئے روانہ ہو گئے۔ جہاں اُن کا قیام تقریباً آٹھ نو ماہ رہیگا۔ خدائے پاک دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور اعلیٰ کامیابی کے ساتھ جلد واپس آئیں آمین ثم آمین۔

زہرا تاج بنت عبدالمجید خواجہ صاحب بیرسٹرایٹ لا

نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری بھابی جان بیگم "رُبابی" کو خدائے برتر نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو فرزند عطا فرمایا۔ جس کا نام "زاہد حسین" رکھا گیا ہے۔ نہایت ممنون ہونگی اگر کوئی بہن تاریخ ولادت لکھدیں۔

مسز۔ ایس۔ جی۔ عباس اجانہ گاؤں

محترمہ بہن البعہ بیگم نے عصمت اکتوبر ۳۶ء میں اپنے والد مرحوم خان بہادر محمد امیر حسن خاں کی خبر وفات درج کر کے قطعہ تاریخ وفات کی فرمائش کی تھی لہٰذا دو قطعات ارسال ہیں۔

ناچیز بنی فاطمہ

لیگئے تشریف امیر حسن خاں عالی مقام ٭ اس نمائش گاہ عالم سے سوئے دارالسلام
وہ سپرد خاک ہو گیا در اصل ہو گئے ٭ رہبرِ راہ خلد کی پہلی منزل تمام
۱۱۱+۲۰۶+۲۳۴+۱۳۰۰+۶۷+۱۹۳۶ء ۶۰

[illegible]

دیگر

خبر کچھ نہ زنہار اس روز فرقت کی تھی ٭ نہ کیفیت داغ جانسوز حسرت کی تھی
فراموش ہستی کی تھی بے ثباتی کہ ناگاہ ٭ یہاں سے اُٹھے خان آج راہ جنت کی لی
۱۹۳۶ء -۷۰ +۶۵۹ +۴۰ +۱۰۳۷ +۱۲۳۶

ہر سال جاڑوں میں میرا چہرا و ہونٹ پھٹ جاتے ہیں چہرے پر تو خشکی کے جگہ جگہ کھُردرے دھبے پڑ جاتے ہیں اور ہونٹ خشک ہو کر پھٹ جاتے ہیں اور خون نکلنے لگتا ہے مگر گرمیوں میں چہرے پر چکنائی بہت رہتی ہے۔ گرمیوں میں میں لکس ٹوائلٹ سوپ سے منہ دھوتی ہوں اور جاڑوں میں پیئرسوپ سے۔ مسز تمیدہ صاحبہ نے جو عصمت میں سرسوں کا اُبٹنہ لکھا تھا آجکل وہ بھی لگاتی ہوں مگر کسی سے فائدہ نہیں ہے، حالانکہ میں جاڑوں میں ہمیشہ پانچوں وقت گرم ہی پانی سے وضو کرتی ہوں جس دن ہوا چلتی ہے تمام دن معلوم ہوتا ہے کہ منہ میں مرچیں لگی ہیں۔ برائے مہربانی کوئی بھائی یا بہن ایسی کریم یا اُبٹنہ بتائیں جس سے چہرہ و ہونٹ پھٹا نہ کریں۔ و نیز صابن سے بھی اطلاع دیں کہ جاڑوں میں کونسا صابن استعمال کیا کروں۔

ایک عصمتی بہن لکھیم پور کھیری۔

مجھے نواڑ بننے کی مشین کی ضرورت ہے، سنا ہے کہ مسرز منشی برادرس نیپیر روڈ کراچی سے ملتی ہے۔ یا کلکتہ سے ملتی ہے۔ برائے عنایت کوئی بہن اس کے ملنے کا پتہ ٹھیک لکھیں۔ اور یہ بھی لکھیں کہ کیا وہاں سے کوئی آدمی کام سکھانے کے لئے لاہور آسکتا ہے نواڑ کا سوت کہاں سے ملتا ہے اس کا نمبر کیا ہے۔ اس مشین سے بنی ہوئی نواڑ کوئی ایجنسی یا دوکاندار اکٹھی خرید لیتا ہے۔ کوئی ہمدرد بہن یا بھائی مجھے بہت جلد بذریعہ عصمت اطلاع دیں اور مشین کی قیمت بھی لکھیں، ممنون ہونگی۔

راقمہ۔ خریدار نمبر ۵۱۲۸۔

مجھے خبار اہمات کے جو جناب محمود الحسن صاحب صدیقی نے بھوپال سے جاری کیا تھا اور اب بند ہو چکا ہے ان دو پرچوں کی ضرورت ہے جن میں میرا افسانہ عاکف بے تشائع ہوا تھا۔ اگر کوئی بھائی یا بہن یکم مارچ اور ۱۲ مارچ کے پرچہ رکھتی ہوں تو برائے مہربانی قیمتاً یا عاریتاً عنایت فرما کر ممنون کریں۔

بزم عصمت نومبر ۱۹۳۶ء کے بعض سوالوں کے جواب

دمہ کا علاج :۔ اس کے لئے مجرب و مستقل نسخہ کی تلاش لاحاصل ہے البتہ ایسی دوا تجویز کی جاسکتی ہے جس سے دورہ نہ ہو اور تنفس میں آسانی رہے Ephedrin Hydrochlor نصف گرین کی ٹکیوں کی شیشی جس میں سو گولیاں ہونگی خرید لیں اور روزتین گولیاں صبح دوپہر شام ہر وقت ایک گولی کھانا کھانے سے قبل پانی کیسا دیدیا کریں جب تک دوا جاری رہے گی دورہ نہ ہوگا۔ بعض اوقات دمہ کا سبب ناک کی بعض بیماریاں ہوتی ہیں۔ اس صورت میں اگر ناک کے مرض کا صحیح علاج ہوجائے تو دمہ مستقل طور پر بھی رفع ہوسکتا ہے۔

دورہ کے وقت دھتورہ کا دھواں اور اس قسم کی بہت دوائیں استعمال ہوتی ہیں مگر انجکشن سب سے بہتر ہے بشرطیکہ کسی قابل ڈاکٹر سے کرایا جائے۔

کانوں کی شائیں شائیں اور چکر وغیرہ۔ آپکی تمام تکالیف اعصابی ضعف سے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔ اور علاج تجویز کرنے سے پیشتر ایک تفصیلی معائنہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ میورو ڈ لاہور کے پتہ پر لکھیں تو مفید مشورہ دیا جاسکیگا۔ سید ممتاز حسین ام بی بی ایس۔

بنت مولوی سید فضل حسین صاحب :۔ برگ نیم خشک، نخود خشک بھنگ خشک نمک طعام ہر ایک پانچ تولہ لے کر کوٹ لیں اور مٹی کے پیالہ میں رکھکر دوسرا پیالہ اسپر جما کر گل حکمت کرکے دس سیر جنگلی اپلوں میں پھونک لیں اور پیس کر رکھ لیں خوراک دو رتی برابر صبح اور رات کو سوتے وقت۔

زہرہ خاتون صاحبہ :۔ مغز بادام شیریں پانچ عدد، مغز تخم کدو شیریں تین ماشہ مغز تخم تربوز تین ماشہ گوند ببول تین ماشہ نشاستہ تین ماشہ تخم کاہو تین ماشہ مصری ۲ تولہ بکری کے پاؤ سیر دودھ میں پیسکر آنچ پر پکائیں۔ حریرہ سا ہو جائے تو دو تولہ گھی سے داغ کرکے صبح کو پی لیا کریں۔ شربت فولاد صبح و شام کھانا کھانے کے بعد ایک ایک چمچہ پئیں اور روغن لبوب سبعہ کی سر پر مالش کیا کریں ایک مہینہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہوجائیگا۔

ملکہ جہاں صاحبہ نومبر کے بزم عصمت میں جو جواب آنسہ ایس قیوم صاحبہ کے لئے تجویز کیا گیا ہے اسپر آپ بھی عمل کر دیکھیے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں سجادہ (مالوہ)

بنت مولوی سید فضل حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ اگر آپ مجھے اپنے پورے پتہ سے آگاہ کریں گی تو میں آپ کے والد کے لئے دمہ کی دوائی روانہ کردونگی جس کے استعمال سے مجھے پوری امید ہے اللہ پاک آپ کے والد کو شفا دیگا۔ میرے صاحب کو دمہ کی شکایت تھی بہتیرے انگریزی اور یونانی علاج کئے۔ انجکشن بھی لگوائے یہانتک کہ ناک کا اپریشن بھی کرایا۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس دوا کے استعمال سے اللہ پاک نے اپنا رحم کیا اور اب انکو بالکل شکایت باقی نہ رہی، یہ دوائی ایک جوگی کی دی ہوئی ہے میرا پتہ یہ ہے۔

بیگم عبد القادر، ۲۹-آدم روڈ کراچی،

محترمہ ملکہ جہاں بیگم صاحبہ نے چہرے کے سُرخ و سیاہ تلوں کی آزمودہ دوا دریافت کی ہے، لہٰذا محترمہ عنبری لوشن غازہ حنائی اور اکسیر ضماد محترمہ مس ایس بی بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ سے منگوا کر استعمال کریں، انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر چہرہ بالکل صاف ہو جائیگا اور رنگت بھی نکھر آئے گی۔

راقمہ ایک خریدار ۱۶۲۴

ستمبر کے پرچہ میں ایک محترمہ بہن نے پھولوں کی کاشت کی ایسی کتاب کا پتہ طلب کیا ہے جس میں خوبصورت پھولوں کے نمونے وغیرہ درج ہوں نیز نومبر کے پرچہ میں ایک عصمتی بہن نے اس کا جواب دیا ہے۔ سہولت کے لئے میں ایک اور پتہ یہاں درج کرتا ہوں بہن موصوفہ اس پتہ پر کتاب طلب کریں۔ کتاب مفت ملتی ہے۔

Peslenjee P. Pochas & Sons
Poona

محمود جدی خیر آباد

جن صاحب کو رات کو سوتے ہوئے دانت پیسنے کی شکایت ہے وہ کسی قریبی ہومیوپیتھک ڈاکٹر سے نیٹرم فاس اور کالی فاس دونوں ×۳ کی طاقت میں آدھا آدھا اونس لیکر ملا کر رکھ لیں چھ چھ گولیاں دن میں تین مرتبہ استعمال کریں۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ میں تکلیف رفع ہوجائیگی۔

ڈاکٹر ادیب عثمانی جگراؤں

سفید بالوں کیلئے آجکل ایک دوائی کی بڑی شہرت ہو رہی ہے، دی، ری، جودی نیشن پراڈکٹس کمپنی باٹکلہ بمبئی ۵ نے کیلوبل دوائی تیار کی ہے منگوا کر

بہو بیٹیوں اور بہنوں کے حسن و ملائمت کے لئے نعمت لازوال

جبوب حسن و ملائمت یہ جبوب نعمت لازوال ہیں، صالح خون پیدا کرتی ہیں اور رنگت کو نکھار کر شگفتہ گلاب بنا دیتی ہیں اور بہت سے فوائد ہیں جو بعد استعمال محسوس کر سکتی ہو۔ ان کو ہر موسم ہر حالت اور ملک کے ہر حصے میں استعمال کر سکتے ہیں۔ ان جبوب کا نسخہ کئی مرتبہ زنانہ رسالوں میں اور اخباروں میں شائع کر دا چکی ہوں۔ کم از کم تین ماہ ضرور استعمال کرنی چاہئیں۔ لاگت بیس جبوب تین روپے ایک ماہ کے لئے۔

سفید بالوں کو سیاہ کرنے کا بے ضرر تیل یہ تیل سفید بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے خصوصاً وہ جو قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں یا ہو رہے ہوں۔ اس کے استعمال سے سفید بال سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر سیاہ ہی نکلتے ہیں۔ بڑے تجربوں اور جانفشانی کے بعد بڑے بڑے قیمتی اجزاء سے تیار ہوتا ہے۔ کم از کم ایک ماہ ضرور استعمال کرنا چاہئے۔ لاگت فی بوتل (۲۰ اونس) آٹھ روپے سات آنے۔ ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔ (لاگت نصف بوتل یعنی ۱۰ اونس چار روپے بارہ آنے)۔

سر دھونے کا سفوف یہ سفوف بھی نہایت اعلیٰ چیز ہے اس سے سر دھونا چاہئے تاکہ بال مضبوط گھنے اور لمبے اور چمکدار ہو جائیں اگر بال گرتے ہوں تو وہ فوراً بند ہو جائیں گے۔ لاگت تین روپے گیارہ آنے ایک ماہ کے لئے۔ یہ دونوں یعنی تیل اور سفوف ایک ماہ ضرور استعمال کرنے چاہئیں۔ مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

عنبری لوشن یہ نہایت معطر اور زود اثر اور مفید لوشن ہے۔ چہرے کے بدنما داغوں۔ کیلوں۔ تلوں۔ چھاسوں۔ رنگیں اور چہرے کی سیاہی دور کر کے چہرے کو صاف ملائم اور خوبصورت کر دیتا ہے۔ لاگت فی شیشی ساڑھے تین روپے۔

زعفرانی لوشن یہ بھی عنبری لوشن کی طرح عمدہ چیز ہے۔ لیکن اس کا استعمال ذرا زیادہ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ فوائد وہی ہیں۔ لاگت فی شیشی سوا دو روپے۔

غازہ حنائی یہ غازہ چہرہ اور جسم کی تمام جلد کو نکھار کر بالکل صاف اور ملائم اور معطر بنا دیتا ہے خشکی بالکل نہیں ہونے دیتا۔ غسل کے لئے نہایت مفید معطر اور عجیب چیز ہے۔ لاگت سوا روپیہ فی پونڈ۔

موٹاپا یہ ایک نہایت برا۔ موذی اور سخت تکلیف دہ مرض ہے اس کو دور کرنے کے لئے مجرب زود اثر اور بے ضرر ادویات تیار کر کے دیتی ہوں جو بلا کسی پرہیز کے با سانی استعمال ہوتی ہیں لاگت ادویات بارہ روپے۔

اوبٹن خاص یہ اوبٹن نہایت خوشبودار ہوتا ہے جسم کے معمولی داغوں کو دور کر کے نکھار کر ملائم بنا دیتا ہے بہت استعمال ہوتا ہے شادیوں میں خصوصاً استعمال کرتی ہیں۔ لاگت فی پونڈ دو روپے۔

نوٹ

زنانہ امراض کی زود اثر اور بے ضرر ادویات دیتی ہوں۔ جن بہنوں کو ضرورت ہو منگوا سکتی ہیں اور مشورہ لے سکتی ہیں۔ جواب طلب امور کیلئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

تمام ادویات بڑے بڑے قیمتی اجزا سخت محنت اور جانفشانی کے بعد تیار ہوتی ہیں اور تمام ادویات کی قیمت نہیں بلکہ محض وہ لاگت جو ادویات پر صرف ہوتی ہے منگواتی ہوں۔

(۱) حکیم حافظ ایم اے علیم خانصاحب کامل طب و جراحت خانپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چند مرتبہ جبوب حسن و ملائمت و عنبری لوشن آپ سے منگوا کر مریضوں کو استعمال کرایا جو بیحد مفید ثابت ہوا چہرے کے مہاسے چھیپ اور بدنما داغ وغیرہ بالکل صاف ہو کر چہرے پر ملائمت اور چمک پیدا ہو گئی اسلئے ایک کورس یعنی تین ماہ کی جبوب حسن و ملائمت اور عنبری لوشن ارسال فرما دیں (۲) حکیم فدا حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ واقعی آپ کی دوائیں گویا کے لئے تیر بہدف ثابت ہوتی رہی ہیں ان کی جسقدر بھی تعریف کیجائے کم ہے۔ لہذا مہربانی فرما کر تین مریضوں کے لئے ایک ماہ کی دوا بھیجکر مشکور فرما دیں (۳) ایک محترمہ بیگم صاحبہ نمبرا سیر سے تحریر فرماتی ہیں کہ مجھے موٹاپے اور دوسری تکالیف کو آپ کی ادویات سے بہت آرام ہے۔ میں آپ کی بے حد مشکور ہوں (۴) ایک بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ میرے بال قبل از وقت سفید ہو رہے تھے اور گر رہے تھے۔ آپ کے تیل و سفوف کے ایک ماہ کے استعمال سے بال سیاہ ہو گئے اور لمبے ہو گئے۔ آپ کی تازیست مشکور رہوں گی۔

اسی قسم کے بہت خطوط آتے رہتے ہیں۔

المشتہر

ایس۔ جے بیگم صاحبہ۔ کھرڑ ضلع انبالہ

بہن سیدہ اشرف صاحبہ کی خدمت عرض ہے کہ آپ نے جو سنائل اور ربن کی کڑہت کی ترکیب مع خاکے کے ماہ اکتوبر ۳۶ء کے رسالہ عصمت میں اور پھر نومبر ۳۶ء کے عصمت میں تحریر فرمائی ہے وہ مجھے بہت پسند آئی۔ مجھے ربن کے کام کا بہت شوق ہے اور میں مدت سے یہ کام بناتی ہوں لیکن میں جو ربن سے پھول پتیاں بناتی ہوں وہ اس طریقے سے کہ پھول اور پتیوں پر اوپر سے ربن ٹانکتی ہوں، اور آپ نے جو ترکیب پھول بنانے کی تحریر فرمائی ہے اس میں سوئی میں ربن ڈالنا لکھا ہے۔

طاہرہ خاتون

عصمت کے ۲۸ سال کے پرچے

۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۵ء تک کسی سال کا مکمل فائل بلکہ سال کی دو جلدوں میں سے کوئی جلد مکمل موجود نہیں متفرق پرچے وہ بھی بہت تھوڑی تعداد میں باقی ہیں۔ قیمت فی پرچہ ایک روپیہ۔ اس دور میں حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی اڈیٹری میں عصمت نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا تھا۔ کاغذ ولایتی نہایت اعلیٰ قسم کا لگایا جاتا تھا۔

۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۳ء تک متفرق پرچے تھوڑی تھوڑی تعداد میں بچے ہوئے ہیں کاغذ معمولی قیمت فی پرچہ آٹھ آنے۔

۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۷ء تک جس سال کے پورے پرچے ہیں ان کی قیمت چار روپیہ اور جس سال کے ۱۰ ماہ کے پرچے ہیں ان کی قیمت ساڑھے تین روپیہ۔

۱۹۲۸ء گیارہ ماہ کے پرچے جن میں جوبلی نمبر بھی شامل ہے۔ قیمت چار روپیہ

۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۶ء تک بڑا سائز ہر فائل میں زیادہ تر سفید چکنے کاغذ کے پرچے ہیں لیکن بعض آرٹ کاغذ کے اور بعض معمولی کاغذ کے بھی نکلنے ممکن ہیں۔ سال کے پورے پرچوں کی قیمت چار روپیہ۔ دس ماہ کے پرچوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ۔ ہر سال کے مکمل یا نامکمل فائل میں عہ قیمت کا سالگرہ نمبر بھی شامل ہے۔

صرف سالگرہ نمبر ۱۹۲۷ء ۸ر جوبلی نمبر عہ سالگرہ نمبر ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۵ء فی پرچہ عہ راشد الخیری نمبر ۱۹۳۶ء عہ منیجر **عصمت دہلی**

زچگی کے بعد سے میری بہن کے منہ میں جن کی عمر ۱۶ سال ہے درد رہتا ہے اور کھانا کھانے کے بعد منہ میں آبلے ہو جاتے ہیں۔ لبوں پر سیاہ داغ نمودار ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اور حکیم کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور روز بروز داغ بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بہن اپنا آزمودہ نسخہ بزم عصمت میں تحریر کریں۔ ازحد ممنون ہونگی۔

مہتاب بیگم

نومبر کے بزم عصمت میں میری ہمشیرہ کا نام بجائے "صائمہ" کے "صالحہ" چھپ گیا ہے۔ اس کی تصحیح ضرور کر لی جائے۔

ضامن صدیقی

عید کے دن

سوّیاں مفت برابر ملیں گی!

دنیا بھر میں پیتل کی بہترین سوّیاں بنانے کی نو ایجاد مشین۔ ملکی صنعت کا بے نظیر نمونہ ہر قسم کی مشینوں کے نقائص سے پاک خوبصورتی و پائیداری میں یکتا اسکی مثال آجتک ہندوستان نے کیا یورپ والے بھی نہ دیکھے بناوٹ نہایت اعلیٰ۔ چلنے میں بیحد ہلکی۔ ہینڈل نہایت کارآمد۔ منٹوں میں سیر بھر آٹے سے سوّیاں بناتی ہے ہر روز تازہ بتازہ تیار کرکے تناول فرمائیں۔ اگر آپ نے یہ مشین منگالی تو عید کے دن سوّیاں مفت برابر ملیں گی۔ ہر مشین کے ساتھ تین عدد موٹی باریک جھلنی روانہ کی جاتی ہیں جن میں یا یک سے باریک سوّیاں توڑ سکتے ہیں اور پھر بازی کا لطف جس سے سب لوگ محروم ہونگے قیمت فی عدد سات روپے ( ) محصولڈاک پندرہ آنے بھی معاف مشین صرف تین ہزار فروخت کی جائیں گی۔ آپ آج ہی صرف ساٹھ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں یا ایک کارڈ لکھ کر بذریعہ وی۔ پی قیمت طلب پارسل منگالیجئے۔ وی۔ پی بھی ساٹھ روپے ہی کا کیا جائے گا۔ اسکی گارنٹی دس سال **خلاف تحریر ہو تو قیمت واپس**۔ اس سے بڑی ایک اور بھی ہے جو پائیداری میں اس سے زیادہ ہے اور خوبصورت بھی۔ قیمت بارہ روپے ( ) اس کا بھی محصول بذمہ کمپنی۔ ہمارا پتہ :-

مینیجر یونین امپورٹ کمپنی ۸۲ کوچہ چیلان دہلی

خواتین مشرق کے لیے تحفہ جمیل:-

اعلیٰ کشیدہ کاری

معزز خواتین اکثر مشہور نمونوں جو کشیدہ کاری کے نئے نئے ڈیزائن اور اعلیٰ نمونے حاصل کرنے کیلئے بے چین رہتی ہیں ان کے مذاق کے مطابق اس کتاب میں اعلیٰ سے اعلیٰ جدید سے جدید کشیدہ کاری کے نمونے دیئے گئے ہیں کافی خرچ کرنے کے بعد انگلستان اور ہندوستان کے بہترین کشیدہ کاروں سے انگلش اور ہندوستانی ڈیزائن حاصل کئے گئے ہیں اب یہ کتاب ہر طرح مکمل ہے اس میں چھوٹے بڑے رومال بیڈ پوش پلنگ کی چادر دوپٹے دروازوں کے پردے انگیٹھی کے پردے کرسیوں اور گدیوں کے غلاف زنانہ بچوں کی قمیصوں کے نمونے پھول پتیاں اور بیل بوٹے بنانے کے بہترین انگریزی اور جدید ہندوستانی ڈیزائن دیئے گئے ہیں۔ مختلف قسم کے انگریزی حروف مونوگرام اس کے علاوہ **بڑی خوبی** یہ ہے کہ اسکی چھپائی کا طرز بالکل نرالا ہے اس کتاب کا ایک ورق دس ہزار بار استعمال کے بعد بھی خراب نہیں ہوتا یہ وہ خصوصیات ہیں جو کسی اور کتاب میں نظر نہ آئیں گی۔ آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں قیمت فی کتاب ۸ عہ ۱۲ ( ) ( ) ( ) ( ) ہندوستان بھر میں یہ کتاب آپکو ہمارے سوا کہیں نہیں ملے گی پتہ:-

مہتمم یونائیٹڈ میڈیکل سروس دریا گنج دہلی

عید پر عورت کیا چاہتی ہے؟

وصلی کی جوتیاں!

عورت کو زیور سے شوق کیوں ہے؟ اس لیئے کہ وہ زیور پہن کر اپنی سہیلیوں میں امتیازی حیثیت رکھے۔ اسی لیئے وہ ہر اس چیز کو پسند کرتی ہے جو اسکے بدن پر اچھی معلوم ہو اور اسکے لباس پر چار چاند لگائے اس شوق کو مد نظر رکھ کر ہم نے اس بات کا انتظام کیا ہے کہ وہ وصلی کی جوتیاں جو شاہان مغلیہ کی ایجاد کردہ ہیں اور جو سر فروشوں کے پاؤں پر رہیں کے علاوہ ابتک دنیا کے کسی دوسرے حصے میں نہیں بن سکیں حتیٰ کہ سائنس کی بدولت اپنی ایجادوں پر فخر کرنے والا

یورپ بھی ناکام

ہے اسکی بہترین طرز تراش اور نزاکت کے ساتھ دنیا نے یہ بات تسلیم کیا کہ پیروں کے واسطے یہ نہایت آرام دہ چیز ہے آپ اپنی **بیگم کے لیے یہ نایاب تحفہ** ہے آج ہی طلب فرمائیے ہماری اس جوتی کی قیمت بھی نہایت کم ہے۔ عمدہ ۔۔ روپے۔ ہلکے کام کی ساڑھے چار روپے آج ہی آرڈر روانہ کر دیجیے تاکہ عید پر کام آئے وصلی کی جوتیاں فروخت کرنے والے

مینیجر یونین امپورٹ کمپنی ۸۲ کوچہ چیلان دہلی

بچوں اور بچیوں کے لئے اچھی اچھی کتابیں

اسلامی کتابیں

ہمارے رسولؐ ننھے بچوں کے لئے آنحضرت صلعم کے حالات زندگی۔ قیمت چھ آنے۔ (۶ر)

ہمارے نبیؐ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے آسان زبان میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی۔ قیمت (۳ر)

ہمارا دین ارکان اسلام بہت آسان زبان میں بچوں کو سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت دو آنے (۲ر)

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں بچوں کے لئے تاریخی اسلامی کی سبق آموز کہانیاں جس سے ان کا کیرکٹر بنتا ہے۔ اور شریف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت (۱۰ر)

اچھی باتیں ۱۔ دین و مذہب کی اچھی باتیں۔ قیمت (۴ر)

چار یار حضرت خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے سبق آموز حالات اور چاروں خلافتوں کا بیان۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

مختصر تاریخ اسلامی دنیا کی کسی زبان میں علامہ خیاط مصری کی اس کتاب سے بہتر اسلامی تاریخ شائع نہیں ہوئی اسلامی ممالک میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے۔ چار حصے ہیں (۱) حالات رسول اکرم صلعم (۲) خلافت راشدہ (۳) تاریخ خلافت بنوامیہ (۴) خلافت بنو عباس۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے جن کی بے نظیر کتاب، اخبار اندلس پر پنجاب نے ایک ہزار روپے کا انعام دیا تھا۔ یہ ترجمہ بچوں کے لئے بچوں کی زبان میں ایسے عام فہم پیرایہ میں کیا ہے کہ ایک ایک باب اُن کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ حالات مختصر ہیں لیکن کوئی ضروری واقعہ نہیں چھوڑا گیا ہر مسلمان کی کم از کم اتنی معلومات ضرور ہونی چاہئے جتنی اس کتاب میں ہے۔ قیمت دو روپے گیارہ آنے۔ (۲؍۱۱ر)

مزیدار قصے اور ڈرامے

لومڑی اور مینا (باتصویر) لومڑی، تیتر، کوے، مرغی، بطخ وغیرہ کی مزیدار لڑائی کا قصہ۔ قیمت (۳ر)

بلی اور چوہا (باتصویر) چوہے۔ بلیوں اور شیر کو بند دق سے مارتے اور خوشیاں مناتے ہیں قیمت (۳ر)

بلی حج کو چلی (باتصویر) خالہ بلی نیک بن کر کس طرح مختلف پرندوں کو دھوکہ دیتی ہے قیمت (۳ر)

اسکول کی زندگی (ڈراما) اچھے اور شریر بچوں کا مقابلہ قیمت چار آنے (۴ر)

شریر لڑکا نہایت دلچسپ اور سبق آموز ڈراما۔ خاص طور پر بچوں کے مطلب کا قیمت چار آنے (۴ر)

قوم پرست طالب علم اخلاقی ڈراما جس سے بچوں میں [illegible] بہادری، شجاعت کے جذبات پیدا ہوں۔ قیمت چار آنے (۴ر)

محنت (ڈراما) محنت سے کس طرح کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ (۴ر)

دیانت۔ اخلاقی ڈراما بہت دلچسپ سبق آموز قیمت (۲ر)

بچوں کا انصاف (ڈراما) بچوں کا ایسا فیصلہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بھی دنگ رہ گیا قیمت (۶ر)

تاریخ، تعلیم، معلومات کی کتابیں

ترکوں کی کہانیاں ترک بچوں کی جانبازی اور ہمت و جرأت کی سچی کہانیاں، مسلمان بچے کے پڑھنے کے لائق۔ قیمت چار آنے۔ (۴ر)

دنیا کے بسنے والے۔ دنیا کی دلچسپ معلومات بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں (۴ر)

تاریخ ہند کی کہانیاں جنھیں بنت نصیر الدین تیموریہ نے نہایت آسان زبان میں لڑکوں لڑکیوں کے لئے لکھا ہے اسے پڑھ کر اپنے ملک کے متعلق بچوں کی معلومات بڑھتی ہے قیمت (۶ر)

علمی کہانیاں۔ نئی نئی ایجادوں پر باتصویر کہانیاں جن سے معلومات بڑھیں گی (۸ر)

علمی پہیلیاں۔ بڑی مزیدار پہیلیاں جو تین دن بچے پڑھ لیں تو عقل میں ترقی ہوگی (۸ر)

چاند تارے۔ چھوٹی چھوٹی دلچسپ نظمیں لڑکوں لڑکیوں کے لئے۔ (۳ر)

بچوں کی نظمیں۔ ننھے بچوں کے لئے اچھی اچھی نظموں کا مجموعہ (۵ر)

بچوں کا قاعدہ بچوں کے لئے سب سے اچھا آسان باتصویر اردو قاعدہ۔ قیمت (۴ر)

رہنمائے قاعدہ۔ معلم کے لئے قاعدہ پڑھانے کی ہدایات۔ قیمت (۳ر)

مشق خوشخطی۔ خط درست کرنے کے لئے ایک مشہور خوشنویس نے لکھی ہے۔ (۲ر)

دفتر عصمت کی کتابیں

مزیدار کہانیاں چھوٹے بچوں کے لئے انہیں کی زبان میں نہایت دلچسپ کہانیاں جن کی تصویریں بھی دلکش ہیں ہونگی از سید نعیم صاحب (۵ر)

مختصر دنیا ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا، بالشتئے اسے دیو سمجھتے تھے سیاح درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا تھا فالبدیہ ہے۔ (۵ر)

بچوں کی دنیا ملک روس کے سب سے بڑے مصنف ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی ہیں ان میں سے سب سے عمدہ کا آسان زبان میں ترجمہ (۷ر)

جاپانی کہانیاں جاپانی بچوں کی بہترین کہانیاں نہایت آسان عام فہم زبان میں محترمہ فضلی نے لکھی ہیں ہر کہانی کے ساتھ تصاویر بھی ہیں۔ قیمت (عہ)

زنانہ بستہ دس کتابوں کا مجموعہ (۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کہانیوں کی کتاب (۳) کھیل کی کتاب (۴) لکھنے کی کتاب (۵) نماز کی کتاب (۶) تندرستی کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب ادب اخلاق کی کتاب (۹) پردہ کی کتاب (۱۰) خانہ داری کی کتاب۔ قیمت مکمل سٹ (عہ)